

SCANNED BY JAMSHED

عماد سیریز

برقہ اسٹون

مکمل ناول

منظہر کلیم ایم اے

وسف

چند باتیں

محترم قارئین — سلام مسنون . نیا ناول برہتہ اسٹون آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ موجودہ دور ذہانت کا دور ہے اور اس دور میں نہ صرف جرم کا انداز ہی بدل گیا ہے بلکہ بعض اوقات ایسے بے ذہین مجرم سامنے آتے ہیں اور وہ اس قدر ذہانت سے کام لیتے ہیں کہ بے اختیار ان کی ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے۔ موجودہ ناول بھی ایسے ہی ذہین مجرموں کے انتہائی ذہانت سے پھیلانے ہوئے جال پر مشتمل کہانی ہے۔ برہتہ اسٹون ایک عام سی چیز ہے اور شاید کروڑوں نہیں تو لاکھوں افراد اپنی انگلیوں میں برہتہ اسٹون ٹائپ کی چیزیں پینے کے عادی ہوتے ہیں لیکن کیا کبھی کوئی سوچ سکتا ہے کہ انگلی میں پہنی ہوئی ایک معمولی سی انگوٹھی سے کسی ملک کی سلامتی کو داؤ پر لگایا جاسکتا ہے۔ اور اس بات نے عمران جیسے ذہین شخص کو بھی چکرا کر رکھ دیا۔ بظاہر یہ ایک برہتہ اسٹون پر بنی انگوٹھی تھی لیکن اس کے پس منظر میں جرم اور سازش کا انتہائی بھیانک کھیل اس قدر کامیابی سے کھیلا جا رہا تھا کہ جس کا عمران تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ مجرموں نے یہ جال اس قدر ذہانت سے پھیلایا کہ عمران اور اس کی پوری ٹیم باوجود مکریں مارنے کے

دچسپ رول مکھنے پر میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے :
خواجہ محمد ابوذر صاحب ، بلیک تھنڈر کی پسندیدگی کے لئے مشکور ہوں
ناکوں چنے چبانے کا تجربہ واقعی عمران کے لئے انوکھا ثابت ہوا ہوگا کیونکہ
وہ تو دانتوں سے چنے چبانے کا عادی تھا لیکن اب کیا کیا جائے کبھی کبھی
ایسا چنا بھی آجاتا ہے جسے ناک سے چبانا ہی پڑتا ہے۔ چنے بیچارے
کے ساتھ تو رہتا ہوگا سو ہوگا لیکن اس ناک پر کیا گزرتی ہوگی۔ یہ بات
البتہ سوچنے کی ہے۔ آپ نے یقیناً اس بارے میں سوچا ہوگا۔ مجھے بھی
اپنی سوتھ سے ضرور آگاہ کیجئے.....

فیصل آباد چک نمبر ۲۲ سے اعجاز عماد صاحب لکھتے ہیں : میں نے
آپ کے تمام ناول پڑھے ہیں اور سب کے سب بیحد پسند آئے ہیں لیکن ایک
بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جب بھی مجرم اپنے بیڈ کو اڑھتا ہے تو گیت
پر تین بار می ہارن دیتے ہیں کبھی بھی کسی مجرم سے دو یا تین سے زیادہ
مرتبہ ہارن نہیں بجا یا ، اس کی کیا وجہ ہے۔

اعجاز عماد صاحب ، ناول پسند کرنے کا بیحد شکر یہ ، عام طور پر چونکہ ہارن
ایک بار یا زیادہ سے زیادہ دو بار بجا یا جاتا ہے اس لئے مسلسل تین بار ہارن
بجانا مخصوص کوڈ ہوتا ہے۔ ویسے ہی ایک مشہور محاورہ ہے۔ تین حرف بھیجنا
جدید دور میں اسے تین ہارن بجانا کہہ لیجئے۔ امید ہے اب بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔
گورنمنٹ کالج آف کامرس (؟) سے حفیظ الرحمن غائب صاحب لکھتے ہیں۔
آپ کے ناول تو مجھے بیحد پسند آتے ہیں لیکن آپ کی برکتاب کے پیچھے آپ کی
ایک ہی پوز کی تصویر دیکھ کر مجھے ہمیشہ یہ خیال آتا ہے کہ آپ نے میک اپ
کے یہ تصویر اتروائی ہے اور میک اپ بھی ایسا مستقل کہ جواب تبدیل ہی

آخری لمحے تک یہ جان نہ سکی کہ کیا واقعی کوئی سازش ہو رہی ہے اور
یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عمران جیسا ذہین ترین شخص بھی بر ملا شکست
تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اگر جو لیا اپنی زندگی کا ایک انوکھا تجربہ نہ کر لیا
تو شاید عمران کبھی بھی پاکیشیا کے خلاف ہونے والی اس بھیانک سر
سے باخبر نہ ہو سکتا۔ جو لیا کا وہ تجربہ کیا تھا اور بریک اسٹون جیسی مہم
چیز کے پیچھے کیا سازش کا فرما تھی اس کا علم تو آپ کو کتاب پر
کر ہی ہوگا۔ بہر حال اتنا مجھے یقین ہے کہ خالصتاً جاسوسی کہانیاں پڑھ
والے قارئین اس کتاب سے بے حد محفوظ ہوں گے۔ میں نے یہ کہانی
اپنے ان بے شمار قارئین کے سید اصرار پر لکھی ہے جو عمران سیریز میں
خالصتاً جاسوسی کہانیاں پڑھنا چاہتے ہیں۔ ایسی جاسوسی کہانی جس میں
صرف جاسوسی اور سپینس ہو اور ایکشن نہ ہونے کے برابر ہو۔ مجھے یقین
ہے کہ یہ کہانی ہر لحاظ سے ان کے معیار پر پورا اترے گی۔ ویسے بھی
جاسوسی ادب میں یہ ایک انتہائی منفرد موضوع ہے۔ ایسا موضوع جو
عام ڈگر پر لکھی ہوئی جاسوسی کہانیوں سے قطعی مختلف ہے۔ اپنی رائے
سے مجھے ضرور آگاہ کیجئے اور اس کے ساتھ ہی اپنے چند خطوط بھی
ملاحظہ کر لیجئے۔

سرگودھا سے خواجہ محمد ابوذر لکھتے ہیں : بلیک تھنڈر خاصی دلچسپ
کتاب ثابت ہوئی ہے۔ کافی عرصے کے بعد عمران کو اس کہانی میں جکراتے
ہوئے پایا کیونکہ پچھلے کئی ناولوں میں عمران کو کچھ زیادہ ہی مافوق الفطرت
صلہ حیلوں کا مالک دکھایا گیا تھا لیکن اس کتاب میں ٹروین نے
واقعی عمران کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ اس قدر خوبصورت اور

نہیں ہو رہا، ویسے میرے خیال میں میک اپ کو اگر ہٹا دیا جائے تو آپ کا جلیبہ کچھ اسی طرح ہو گا۔ آپ ادھیر عمر کے لحیم ستیم آدمی ہیں۔ سرور میان سے بالکل انڈے کے چھلکے کی طرح صاف ہو گا اور ارد گرد بالوں کی باریک جھال ہو گی۔ کینٹیوں پر بال برف کی طرح سفید ہوں گے جس سے آپ کی شخصیت بارعب ہو گی ہے۔ آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی ہو گی، چہرے پر درشتی اور سختی ضرور ہو گی۔ آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک سر پر چوڑے چھجھے کا ہیٹ، پاؤں میں فوجی بوٹ اور ہاتھ میں مشین گن جیسا قلم، اگر میرا خیال درست ہے تو آپ مہربانی فرما کر اپنی میک اپ شدہ تصویر کی بجائے اصل تصویر ناول پر شائع کروائیں، کم از کم لوگ اردو جاسوسی ادب کے مایہ ناز خالق کو دیکھ کر پہچان تو سکیں۔“

محمد خلیل الرحمن غائب صاحب! نادلوں کی پسندیدگی کے لئے رشکوار ہوں، آپ نے میرا جو حلیہ لکھا ہے خاصا دلچسپ ہے لیکن ایک بات محل نظر ہے کہ سر پر چوڑے چھجھے والا ہیٹ بھی ہے اور اس کے باوجود انڈے کے چھلکے جیسا سر بھی آپ کو نظر آ رہا ہے کہیں یہ حلیہ لکھتے وقت آپ نے اپنے سر پر تو نہ ہاتھ پھیر لیا تھا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر صرف غائب لکھنے سے بات نہیں بنے گی سبجانے دوسرے کیا کیا غائب سمجھنے لگ جائیں۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

منظر کلیم ایم۔ اے

عمران نے جیسے ہی کار ہوٹل شنگریلا کے کپاؤنڈ گیسٹ میں موڑی وہ قریب ہی پارکنگ میں موجود سوپر فینا میں کی جیب دیکھ کر چونک پڑا۔ جیب کے ساتھ کئی سرکاری موٹر سائیکل بھی موجود تھیں اور عمران نے یہ سرکاری موٹر سائیکل دیکھ کر انکھیں جھپکائیں کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ سوپر فینا میں اپنے محکمے کے انسپکٹروں کے ساتھ ہوٹل میں موجود ہے۔ انسپکٹروں کو سرکاری طور پر بیوی موٹر سائیکل بھی دینے گئے تھے جبکہ فینا میں استعمال میں جیب رہتی تھی۔ عمران گذشتہ دنوں میں اس قدر مصروف رہا تھا کہ باوجود خواہش کے وہ فینا میں مل نہ سکا تھا اور اب اسے کئی روز سے فرصت ہی فرصت تھی۔ سلیمن چونکہ کئی روز سے چھٹی پر تھا اس لئے عمران دوپہر کا کھانا ہوٹل شنگریلا میں ہی کھاتا تھا اور آج بھی وہ اسی مقصد کے لئے ہوٹل شنگریلا آیا تھا لیکن یہاں سوپر فینا کی جیب اور اس کے محکمے کے انسپکٹروں کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی اس کی

سے اپنی یونیفارم کی بڑی سی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس میں گھڑ روپے تھے۔

”شکریہ — واپس نہ مانگنا۔“ — عمران نے بڑے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے گھڑ روپے جھپٹے اور ہوٹل میں داخل ہو گیا۔
دربان آنکھیں پھاڑے حیرت سے عمران کو جاتا دیکھ رہا تھا لیکن ظاہر ہے عمران کو اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔

ہوٹل میں اس وقت خاصا رش تھا۔ لیکن کرسیوں پر بیٹھے ہوئے بھی افراد سوسائٹی کے انتہائی معزز ترین افراد تھے۔ بڑے آفیسر، بڑے بڑے کاروباری افراد، جن کے لئے پیسہ حقیقتاً ہاتھ کی میل سے بھی کم اہمیت رکھتا تھا۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہی اس طرح اپنی آنکھیں کھلیں جیسے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کر رہا ہو اور پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔ ایک کونے میں واقعی سوپر فیاض بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس وقت فل یونیفارم میں تھا جبکہ اس کے ساتھ واقعی اس کے محکمے کے انسپکٹر موجود تھے اور ان کی میز پر کھانے کی پلیٹوں سے بھری ہوئی تھیں کھانے کے ساتھ ساتھ دے دے بے قبضے بھری گھٹا بھی جاری تھی اور عمران یہ قبضے سنتے ہی سمجھ گیا کہ یہ دعوت کسی خاص خوشی میں اڑانی جارہی ہے ورنہ فیاض تو اپنے ماتحتوں کے سامنے اس طرح لئے دیئے رکھنے کا عادی تھا کہ اگر کوئی انسپکٹر اس کے سامنے ذرا سنسن بھی پڑتا تو فیاض اس کی جان عذاب میں ڈال دیتا تھا۔ فیاض کی دروازے کی طرف لپٹ تھی جبکہ اس کی لپٹ پر ایک میز خالی تھی۔ عمران خاموشی سے جھجکائے اس میز کی طرف بڑھ گیا چونکہ ہوٹل میں خاصا رش تھا اور انسپکٹر جو عمران

آنکھوں میں تیز چمک ابھرائی۔ اس نے کار ایک سائیڈ پر پارک کی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے جسم پر عام سا سوٹ تھا لیکن چہرے پر حقائق کا آبشار پوری رفتار سے بہنا شروع ہو گیا تھا۔ چونکہ وہ گزشتہ کئی دنوں سے یہاں روزانہ کھانا کھا رہا تھا اس لئے ہوٹل شنگریلا کے عملے کا ایک ایک آدمی اس کی فطرت سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے دربان نے عمران کو دیکھتے ہی نہ صرف میکاٹکی انداز میں زوردار سیلوٹ مارا بلکہ دروازہ بھی کھول دیا۔

”اب تک کتنی ٹپ وصول کر چکے ہو۔“ — عمران نے اس کے قریب رک کر بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ج۔ جی۔ جی۔ صرف دو چار روپے ہی ہوئے ہوں گے جناب۔“
دربان نے کھیسیں نکالتے ہوئے کہا۔ اس نے شاید جان بوجھ کر کم بتایا تھا تا کہ عمران سے موٹی ٹپ وصول ہو سکے۔ ظاہر ہے جب عام حالات میں عمران دس روپے دے دیتا تھا تو پھر پوچھنے کے بعد تو بھاری ٹپ ملنے کا سو فیصد سکوپ بن گیا تھا۔

”نکالو۔“ — عمران نے اسی طرح سنجیدگی سے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ج۔ جی۔ کیا مطلب۔“ — دربان عمران کی بات سن کر بڑی طرح بوکھلا گیا۔ شاید اسے تصور نہ تھا کہ شنگریلا جیسے شاندار ہوٹل میں آنے والا آدمی اس سے دو چار روپے مانگے گا۔

”میں کہہ رہا ہوں ٹپ نکالو۔ وصول کرنے والے کو کبھی کبھی دینا بھی چاہیے۔“ — عمران کا لہجہ اس قدر سنجیدہ تھا کہ دربان نے جلدی

”جج جناب — اٹھ روپے میں تو یہاں چائے کی پیالی بھی نہیں ملتی، آپ کھانا کبہ رہے ہیں لیکن جناب میں نے عرض کیا ہے کہ رقم کی کوئی بات نہیں، آپ حکم فرمائیں۔ میں کھانا لادیتا ہوں!“

ویٹر اور زیادہ گھبرا گیا تھا۔ ارد گرد میزوں پر بیٹھے ہوئے افراد کے منہ ٹیڑھے ہونے لگ گئے تھے۔ انہیں عمران کی بھوک پر کوئی رحم آنے کی بجائے اس پر غصہ آنے لگ گیا تھا کہ اس جیسے عزیز آدمی نے یہاں ان کے درمیان آکر بیٹھنے کی جرات ہی کیوں کی۔

”ٹھیک ہے — کھانا نہیں ملتا تو زبر ہی سہی۔ اچھا خدا حافظ اور شاید ہمیشہ کے لئے خدا حافظ!“ — عمران نے اونچی آواز میں کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ویٹر انہیں پھاڑے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عمران نے سر جھکایا اور گیٹ کی طرف جانے کے لئے قدم بڑھایا یہی تھا کہ پشت سے سوپر فیاض کی تیز آواز ابھری۔

”بھٹہرو — یہ کیا ڈرامہ ہے۔“ — اور عمران اُہستہ سے مڑا اس کے چہرے پر بچپانگی کے تاثرات کچھ اور بڑھ گئے تھے۔

”ادہ سپرنٹنڈنٹ فیاض آپ — آپ یہاں موجود تھے۔ کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔ خدا حافظ۔“ — عمران نے بڑے بلے چارگی کے سے انداز میں انہیں جھکاتے ہوئے کہا اور دوبارہ گیٹ کی طرف مڑنے لگا۔

”میں کہتا ہوں رک جاؤ — ادھر آؤ!“ — فیاض نے لکھنت ہاتھ بڑھا کر اسے بازو سے پکڑا اور اپنی طرف گھمایا۔ اس کے منہ کے انیسٹر بھی کھانا چھوڑ کر حیرت سے عمران کو دیکھ رہے تھے۔

کو اچھی طرح جانتے تھے، کھانے اور گفتگو میں مصروف تھے۔ کسی نے بھی عمران کو نہ دیکھا اور اگر دیکھا تو شاید توجہ نہ کی تھی۔ عمران خاموشی سے جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب اس کی پشت سوپر فیاض کی طرف تھی لیکن یہاں بیٹھے ہونے اس کا چہرہ اور سراور زیادہ جھک گیا تھا۔ کاندھے ٹکڑ گئے تھے۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے ابھی کسی یتیم خانے سے نکل کر آیا ہو، جس کا اس بھری دنیا میں کوئی دلی وارث نہ ہو۔

”صاحب مینو!“ — ویٹر نے قریب آکر بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”مینو رہنے دو — یہ بتاؤ کیا کوئی کھانا ایسا ہے جو اٹھ روپے میں ملتا ہو۔ بس مقدار کا چکر ہے۔ بھوک بھی بڑی سخت لگی ہوئی تھی اور پیسہ بھی جیب میں نہ تھا۔ گیٹ پر کھڑے دربان سے بڑی منت خوشامد سے یہ اٹھ روپے ادھار ملے ہیں!“ — عمران نے اونچی آواز میں کہا لیکن لہجہ بھیک مانگنے والوں جیسا ہی تھا۔

”جج جناب — آپ مذاق کر رہے ہیں۔ پیسوں کی کوئی بات نہیں۔ آپ حکم فرمائیں!“ — ویٹر عمران کی شاندار اور بے داغ اداکاری سے بُری طرح گھبرا گیا تھا۔ وہ روزانہ عمران سے موٹی ٹیپ وصول کرتا تھا اور آج وہی عمران اسے مقدر کے کھیل سنار ہاتھ تھا۔

”نہیں — اب مجھ میں مزید کسی کا احسان لینے کی ہمت نہیں ہے تم یہ بتاؤ کہ اٹھ روپے میں کوئی کھانا ملتا ہے یا نہیں۔ اگر ملتا ہے تو لادو نہیں تو ابھی اٹھ روپے کا زبر خرید کر کھالوں گا۔“ — عمران نے اسی طرح رد دینے والے لہجے میں کہا لیکن آواز اونچی تھی۔

گرتا پڑتا یہاں پہنچا۔ بڑی مشک سے دربان سے یہ آٹھ روپے ادھار مانگے ہیں لیکن یہ میری واقعی غلطی تھی کہ اتنے بڑے ادھار ہونے میں آٹھ روپے کا کھانا کھانے آگیا ہوں۔ وہ ویٹر کہہ رہا ہے آٹھ روپے کی چائے کی پیالی بھی نہیں ملتی اور آپ بھی میری بھوک کو ڈرامہ کہہ رہے ہیں۔" — عمران نے اسی طرح رگ رگ کر کہا جیسے واقعی سنیہ ترین بھوک کی وجہ سے اس سے پوری طرح بولا بھی نہ جا رہا ہو۔

"ویٹر — دربان کو بلاؤ۔ میں ابھی اس اداکار اعظم کی بھوک کا پول کھولتا ہوں۔ بلاؤ دربان کو۔" — فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے ویٹر سے کہا اور عمران نے کچھ نہ کہا اسی طرح سر جھکائے بیٹھا رہا۔
 "یس سر۔" — چند لمحوں بعد گیٹ کے باہر کھڑے دربان نے فیاض کے قریب آکر سلام کرتے ہوئے کہا۔
 "اس عمران نے تم سے کچھ لیا ہے یا....." — سپر فیاض نے دربان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ج.ج. جی ہاں — آٹھ روپے لئے ہیں۔ میرے پاس تھے۔ یہی جناب....." — دربان نے ایک نظر سر جھکائے بیٹھے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا، اس کے چہرے پر سنیہ حیرت تھی۔

"ٹھیک ہے — یہ نو دس روپے اور جاؤ۔" — فیاض نے کہا اور جنب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر دربان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دربان سلام کر کے واپس مڑا گیا۔

"بہت بہت شکریہ فیاض صاحب۔ آپ واقعی بے حد رحم دل ہیں۔ اب میں آٹھ روپے کی زہر کھا کر اطمینان سے مردوں کا دروازہ دربان کا

البتہ ان میں سے کئی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ وہ فیاض کی وجہ سے عمران سے اکثر ملتے رہتے تھے اور انہیں عمران کی رگ رگ سے واقفیت تھی۔

"مم۔ مم۔ مم مجھے جانے دو جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب۔ میں آپ کی خوشی میں مغل نہیں ہونا چاہتا۔ بس قسمت کی بات ہے۔ ٹھیک ہے ایسا بھی ہوتا ہے۔" — عمران نے اتنی لمبی سانس لیتے ہوئے کہا جیسے پورے بال کی آکسیجن وہ ایک ہی بار اپنے پیچھے پڑوں میں بھر لیتا چاہتا ہو۔

"ادھر بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ یہ ڈرامہ کیوں کر رہے ہو۔ مقصد کیا ہے۔" — فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھ ہی ایک خالی کرسی پر عمران کو زبردستی بیٹھا دیا۔

"ٹھیک ہے جناب — جب قسمت ہی ساتھ چھوڑ جانے تو غریب کی بھوک بھی ڈرامہ بن جاتی ہے۔ سلیمان ملازمت چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ فلیٹ میں فروخت کرنے کی اب کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ میں طویل عرصے سے بیمار پڑا تھا۔ اس لئے ساری جمع پونجی بھی لگ گئی۔ ڈیڈی سے مانگنا فضول تھا۔ اماں بی سے ڈرتے ڈرتے مانگتا تو انہوں نے لگا سا جواب دے دیا۔ وہ سب اسے ڈرامہ ہی سمجھتی رہیں۔ ٹریا انکل کے پاس چٹیاں گزارنے گئی ہوئی ہے۔ جو لیا۔ تنویر اور دوسرے سارے ساتھیوں نے بھی منہ موڑ لیا ہے۔ میں نے چیف سے ایڈوانس مانگا تو اس نے بھی جواب دے دیا کہ ایڈوانس اصول کے خلاف ہے۔ دو روز سے بھوکا پڑا تھا فلیٹ میں۔ اب جب بھوک انتہا پر پہنچ گئی، برداشت ختم ہو گئی تو

”سلمان کیوں چھوڑ گیا ہے تمہیں۔ وہ تو تمہارا بڑا پیارا بادرچی تھا۔ حرام خور کھا کھا کر سوسر بننا جارا تھا۔ جب کھانے کو نہ ملا تو نوکری ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ بد لحاظ۔ بے مروت۔“ — فیاض نے غصے سے پھینکارتے ہوئے کہا۔

”اب سب تو آپ کی طرح رحم دل نہیں ہوتے جناب۔“ — عمران نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

”یہ تم نے آپ جناب کی کیا رٹ لگا رکھی ہے۔ کیا واقعی بھوک نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔“ — فیاض کو شاید اب خیال آیا تھا کہ عمران اس سے باقاعدہ آپ جناب کے لہجے میں بات کر رہا ہے۔

”بھوک بڑی ظالم چیز ہے جناب۔“ — عمران نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ فیاض عزا اٹھا۔

”خبردار جو تم نے اب مجھے جناب آپ کہا۔ میں گردن توڑ دوں گا۔ سمجھے۔“ — فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”جب پیٹ خالی ہو، جیب خالی ہو تو خود بخود سینوں کے لئے مودبان الفاظ منہ سے نکلنے لگتے ہیں۔“ — عمران نے جواب دیا اور فیاض نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جیب سے اپنا پیولا ہوا ہٹو نکالا اور پھر اس میں سے بڑے لوٹوں کی ایک بڑی گڈی نکالی اور اس نے زبردستی عمران کی جیب میں ٹھونس دی۔

”لو۔ اب جیب بھر گئی ہے اور یہ لو کھانا بھی اگیا ہے۔ اب نہ کہنا مجھے آپ جناب۔“ — اور سنو میں مرنے لگا کہ تم اس طرح بیماروں کی طرح پھرتے رہو، سمجھے۔“ — فیاض نے بظاہر غصے سے لیکن

ادھار مجھے قبر میں بھی چین نہ لینے دیتا۔“ — عمران نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لہجہ ویسے ہی بے چارہ جیسا تھا۔

”میں کہتا ہوں بیٹھ جاؤ۔“ — دیڑ جاؤ اور چپکن جلعزازی کی فل پلیٹ لے آؤ، جلدی کرو جاؤ۔“ — سوپر فیاض نے قریب کھڑے دیڑ سے کہا اور ویٹر بس سر کہتا ہوا واپس مڑ گیا۔

”الو۔ احمق۔ تم نے مجھے فون کر دیا ہوتا۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم کسی مشن پر ملک سے باہر گئے ہو اس لئے میں خود نہ آیا۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے۔“ — فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر اس وقت ہمدردی کے زبردست تاثرات ابھرائے تھے۔ شاید دربان کی تقدیق کے بعد اسے مکمل طور پر یقین آگیا تھا کہ عمران جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سونفید درست ہے۔

”جناب ہمیں اجازت دیجئے تو بہتر ہے۔“ — ایک انسپکٹر نے ماحول کو دیکھتے ہوئے سوپر فیاض سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔“ — سوپر فیاض شاید خود بھی یہی چاہتا تھا اس لئے اس نے فوراً اجازت دے دی اور انسپکٹروں نے اٹھ کر سلام کیا اور پھر تیزی سے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ انہوں نے نیپکن سے بائو صاف کر لئے تھے اس لئے وہ بائو دھونے واش بیسن کی طرف نہ گئے تھے۔

دو ویٹروں نے جلدی سے اگر میز خالی کرنی شروع کر دی اور جب تک وہ پہلے والا دیڑ آتا، میز خالی ہو چکی تھی، عمران سر جھکائے اسی طرح بیٹھا ہوا تھا۔

انتہائی خلوص بھرے ہجے میں کہا۔

”شمش شکریہ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر جلدی سے وہ کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا جیسے واقعی وہ دروز کا بھوکا ہو۔ فیاض خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔

”واہ جب اللہ دینے پر آتا ہے تو پتھر میں موجود کیرے کو بھی رزق دے دیتا ہے اور پتھر باوجود پتھر ہونے کے اس کا رزق پہنچانے میں رکاوٹ نہیں بنتا اور واقعی جب قسمت پلٹا کھاتی ہے تو کب جو کس کے ہاتھوں سے سخاوت شروع ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے باقاعدہ ڈکارا لیتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر چمک سی اگنی تھی۔

”کبواکس مدت کرو اور یہ تم نے پتھر پتھر کی کیا گردان لگا دی ہے؟“ فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پتھر بڑے کام کی چیز ہوتا ہے فیاض صاحب۔ مجنوں کو مارنے کے کام آتا ہے تاکہ مجنوں کا عشق اور بھی بچھڑا ہو جائے۔ وہ غالب نے کہا ہے کہ۔۔۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بس بس۔۔۔۔۔ مجھے یہ مشکل مشکل شعر سنایا کرو۔ میرے پلے نہیں پڑتی یہ شاعری وغیرہ۔ میں تمہیں ایک مشورہ دوں، برہتہ اسٹون پہن لو میری طرح قسمت بدل جائے گی تمہاری۔“ فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”برہتہ اسٹون۔ کیا مطلب۔“ عمران نے چونک کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں فیاض کی انگلی پر جم گئیں جس میں سونے کی ایک انگوٹھی کے اندر ایک عجیب و غریب سا پتھر نظر آ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں حیرت ابھرائی کیونکہ آج سے پہلے اس نے کبھی فیاض کو اس قسم کا پتھر پہننے نہ دیکھا تھا۔

”یہ دیکھو۔۔۔۔۔ یہ کیٹ ائیز ہے۔ یہ میرا برہتہ اسٹون بھی ہے اور موجود حالات کے مطابق بھی ہے۔ مجھے بھی چلے ان پتھروں پر قطعاً یقین نہ تھا۔ میں ان پتھروں کو پہننے والے کو احمق سمجھتا تھا، بھلا پتھر بھی قسمت بدل سکتے ہیں۔ یہ خیال ہی احمقانہ لگتا تھا، لیکن یقین کرو جب سے میں نے یہ کیٹ ائیز پہنا ہے میری قسمت بدل گئی ہے۔ تمہیں معلوم ہے یہ دعوت کیوں ہو رہی تھی، مجھے سلیکشن کر ڈیل کیا ہے سر جمن تو سفارتش ہی نہ کر رہے تھے، کہتے تھے کہ ابھی وقت نہیں آیا لیکن ادر سے آرڈر اگئے ہیں اور میری تنخواہ میں یکلاخت تقریباً دو گنا اضافہ ہو گیا ہے جب سے میں نے یہ پتھر پہنا ہے میری بیوی کا رد یہ بھی مجھ سے بدل گیا ہے اور بتاؤں، تم حیران ہو گئے، سر جمن نے بھی کل مجھے بنا کر ایک کام کے سلسلے میں بڑی شاباش دی ہے حالانکہ تم اپنے ڈیڈی کی عادت جانتے ہو ہتھیلی پر سر رکھ کر بھی جاؤ تو ان کے منہ سے شاباش کا لفظ نہیں نکلتا؟ فیاض جب بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔

”لیکن یہ تو غلام ہے۔ تم نے قسمت بدلنے کے شوق میں بیچاری بلی کی آنکھ نکال لی۔ لا حول ولا قوۃ، یہ بھی کوئی انسانیت ہے۔ کل تمہیں کوئی کہہ دے گا بیگم آئی پہنو تو تم سلمیٰ کی آنکھ نکال لو گے۔“ عمران نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا اور فیاض بے اختیار ہتھ مار کر مہنس پڑا۔

”یہ اصلی بلی کی آنکھ نہیں ہے۔ اس پتھر کا نام کیٹ ائیز ہے بالکل

بادرچی سے بھی مشروط ہار جاتا تو پھر واقعی مجھے زہر کھا لینا چاہیے تھا۔
عمران نے کہا۔

”کس بادرچی کی بات کر رہے ہو اور کیسی مشروط۔“ فیاض اب
پوری طرح چوکنہ ہو گیا تھا اور اس کے چہرے پر ہلکے ہلکے غصے کے آثار
نمودار ہونے لگ گئے تھے۔

”ایک ہی بادرچی ہے میرا۔“ اغا سلیمان پاشا۔ مجھے کہتے لگا کر
اب سو پر فیاض صاحب نے کیٹ آئی ساتھ رکھ لی ہے۔ اب وہ بیحد
چوکنہ اور محتاط ہو گیا ہے۔ اب آپ اسے آؤ بنا کر اس سے رقم نہیں
بیتیا سکتے۔ میں نے جواب دیا کہ فیاض چاہے کیٹ کی بجائے ٹائیگر
آئی کیوں نہ پہن لے جو کچھ اللہ میاں نے اسے بنا دیا ہے وہ بدل نہیں
سکتا۔ میں جب چاہوں اس سے موٹی رقم وصول کر سکتا ہوں لیکن وہ مانتا
ہی نہیں تھا۔ بس مشروط لگ گئی اور دیکھو نوٹوں کی موٹی گڈی میری جیب
میں ہے اور ہوٹل کا شاندار کھانا میرے پیٹ میں۔ اب میں اسے بتاؤں
گا کہ بنے بنائے کو۔ مزید نہیں بنانا پڑتا۔“ عمران نے بڑے
فاخرانہ لہجے میں کہا

”یکو اس مت کرو۔ اب تم اپنی انا کی خاطر یہ ڈرامہ کر رہے ہو۔“
فیاض نے پھیک کی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا لیکن اس کا چہرہ بتا رہا
تھا کہ وہ اپنی حماقت کو اب بس نبھانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔
”ڈرامہ۔“ سو پر فیاض صاحب ڈرامہ تو اس آدمی نے تمہارے
ساتھ کیا ہے جس نے سڑک کے کنارے پڑے ہوئے بھری کے ڈھیر
میں سے ایک پتھر اٹھایا اور تمہیں بتھادیا کہ یہ کیٹ آئیز ہے۔ میرے ساتھ

بلی کی آنکھ کی طرح اور تم جانتے ہو کہ بلی کی آنکھ بہت چوکنہ ہوتی ہے۔
انڈھیرے میں بھی شکار کو دیکھ لیتی ہے۔“ فیاض نے عمران کو اس
طرح سمجھاتے ہوئے کہا جیسے استاد بچے کو سمجھاتا ہے۔

”ہونہ تو اس پتھر نے تمہاری قسمت بدل دی۔ لیکن میرے خیال
میں اس پتھر کو پہننے والے سے زیادہ دیکھنے والے کو نازدہ ہوتا ہے۔ اب دیکھو
تمہارے ان پکڑوں نے تم سے اس ہوٹل میں شاندار دعوت کھالی۔ مجھے
کھانا بھی مل گیا اور بڑے نوٹوں کی ایک بڑی گڈی بھی۔ واہ یہ بلی تو واقعی
کام کی ہے۔ جلد ہی تمہارا بینک بیلنس زیر دکر کے رکھ دے گی۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دعوت تو میں نے سلیکشن گریڈ ملنے کی خوشی میں ماتحتوں کو کھلائی ہے
اور تم پر مجھے رحم آگیا تھا۔“ فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”رحم۔“ کیا مطلب۔“ عمران نے چونک کر کہا۔
”تمہاری حالت بتا رہی تھی کہ تم واقعی مفلسی کے ہاتھوں زہر کھانے
پر تیار ہو چکے ہو اور یہ کیسے ممکن تھا کہ میرے ہوتے ہوئے تم زہر کھاؤ؟
فیاض نے بڑے مغزیہ لہجے میں کہا۔

”خالی زہر کھانا کوئی محاورہ نہیں ہے۔ زہر مار کرنا کہتے ہیں جس
طرح مشروط جیتنے کے لئے مجھے یہ کھانا زہر مار کرنا پڑا ہے۔“ عمران
نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”مشروط جیتنے کے لئے۔“ کیا مطلب۔“ فیاض نے بُری
طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”مشروط کا مطلب مشروط ہی ہوتا ہے۔ اب تم خود سوچو۔ میں اب

نوٹ نکال کر ایک طرف کھڑے میٹر کے ہاتھ پر رکھے اور عمران کا بازو پکڑ کر ہوٹل کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے ارے سائنس تو لینے دو۔" عمران نے کہا لیکن فیاض اسے اسی طرح بازو سے کھینچتا ہوا ہوٹل سے باہر آیا اور سیدھا اپنی جیب کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے رکو تو سہی میری کار۔" عمران نے بڑے موڈ بانہ انداز میں اپنی کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بعد میں لے لینا۔" فیاض پر سجانے کیا بھوت سوار ہو گیا تھا کہ اس نے عمران کی ایک نہ سنی اور اسے اپنے ساتھ جیب میں بٹھا کر ہی دم لیا۔ چند لمحوں بعد اس کی جیب تیزی سے دوڑتی ہوئی ہوٹل کے کپازنڈ گیٹ سے باہر نکلی اور پھر تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔

"یہ کیٹ آئیز کتنے میں لیا ہے تم نے۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"دس لاکھ میں۔" فیاض نے بڑے ناخوانہ لہجے میں کہا تو عمران اس طرح حیرت سے فیاض کو دیکھنے لگا جیسے اسے فیاض کی بات پر یکسر یقین نہ آیا ہو۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو مجھے، میں سچ کہہ رہا ہوں۔" فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتنی رقم میں تم نے صرف ایک انگوٹھی لی ہے۔ مجھے بتاتے اتنی رقم میں تمہیں دس ہزار سالم بلیاں لے کر دے دیتا۔ لاوے پھرتے ساتھ۔" عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

چلو میں تمہیں ساری دنیا کی مخلوق کی آئیز ایک ہی ڈھیر سے نکال کر دیتا ہوں۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور فیاض چونک پڑا۔

"نہیں۔ خواہ مخواہ کی بکواس اچھی نہیں ہوتی۔ میں نے بڑے بڑے انیسران کے ہاتھوں میں یہ پتھر دیکھے ہیں۔ ایسے ایسے انیسران کہ تمہیں یقین نہ آئے گا اور سب نے یہ پتھر کنگ سے لئے ہیں۔ وہ واقعی کنگ آف سٹونز ہے۔ ایسے ایسے نایاب پتھر ہیں اس کے پاس کرناکھیں پھٹی کی پھی رہ جاتی ہیں۔ اور وہ واقعی کنگ ہے۔ موڈ آتا ہے تو مفت دے دیتا ہے۔ نہ آئے تو کروڑ روپیہ بھی دے دو تو انکار کر دیتا ہے۔ فیاض نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"کنگ آف سٹونز — واہ یہ کونسی شخصیت پیدا ہوئی ہے۔ پانچ کنگ تو سنے تھے۔ چار تاشکس کے اور ایک گریٹ لینڈ کمانین چٹھا کہاں سے آگیا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ویسے اس کے چہرے پر بکی سی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"اؤ میرے ساتھ پھر میں دیکھتا ہوں تم کیسے یقین نہیں کرتے پتھروں پر۔" فیاض نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مگر وہ کنگ صاحب کیس پتھر نہ مارنا شروع کر دیں؟" عمران نے کہا۔

"ارے نہیں — تم میرے ساتھ آؤ، آج یا تو وہ تمہیں ان پتھروں کا قائل کرے گا یا پھر میں اسے اپنے ہاتھ سے گولی مار دوں گا؟" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر اس نے جیب سے چار بڑے

بچے میں کہا لیکن عمران اس کی طرف متوجہ ہی نہ تھا۔ سڑک کی سائیڈ فٹ پاتھ پر ایک بوڑھی عورت سر پر پرانا اور تقریباً ٹوٹا ہوا ٹوکرا اٹھانے بڑی مشکل سے لکھٹی ٹیکتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس کے جسم پر کپڑے بھی بے حد پرانے اور تقریباً خستہ تھے۔ ایک دس سال کا بچہ جس کے جسم پر ایک میلی سی بنیان اور پچٹا ہوا نیکر تھا۔ ہاتھ میں ایک میلا سا بستہ اٹھانے ساتھ چل رہا تھا۔ وہ پیریز سے نہنگا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک تختی تھی۔ وہ دونوں اہستہ اہستہ چلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے جبکہ جیب ان سے کچھ آگے رکھی تھی۔ وہ دونوں جیب کی طرف ہی آ رہے تھے۔ عمران ان کے قریب آتے ہی جلدی سے اچھل کر جیب سے آٹرا اور تیزی سے اس بوڑھی عورت کی طرف بڑھا۔

" بڑی اماں سلام — یہ آپ کا پوتا ہے شاید؟ — عمران نے قریب جا کر بڑے ادب سے اس بوڑھی عورت کو سلام کیا اور پھر جھک کر اس نے اس بچے کے گال پیار سے تھپتھپائے۔

" جج جج۔ جج صاحب — پوتا ہے میرا صاحب اچھو نام ہے اس کا۔ " بوڑھی عورت نے انتہائی بوکھلائے ہوئے بچے میں کہا۔ آتش شیشیوں کی عینک کے پیچھے سے اس کی بوڑھی آنکھیں پوری طرح پھٹی ہوئی تھیں اور ان میں سے حیرت اور خوف بیک وقت نمایاں تھا۔

" اچھو — واہ خوبصورت نام ہے۔ یہ پڑھتا ہے۔ اور آپ نے یہ ٹوکرا کیا اٹھایا ہوا ہے۔ " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" باب بپ بیٹا — ادہ — صص — صاحب — یہ اس کا باپ بیمار ہے۔ ماں مر چکی ہے۔ کمانے والا کوئی نہیں۔ م۔ م۔ لفافے بنا کر

" تم سوچ رہے ہو گے کہ یہ ہنگامہ ہے۔ برگز نہیں۔ پتھر قسمت والے کو ملتے ہیں۔ یہ ایراد عزیزہ نکھو خیرا پتھر نہیں لے سکتا۔ یہ اصلی پتھر ہے۔ " — فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" کسی عزیز کی سبقتیلی پر ایک روپیہ رکھتے ہوئے تو تمہاری جان نکل جاتی ہے اور دس لاکھ کا پتھر لے لیا تم نے۔ یہ واقعی اس صدی کا سب سے بڑا عجوبہ ہے۔ " — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" تم چلو تو سہی پھر دیکھنا کہ تم کتنے میں لیتے ہو پتھر، بشرطیکہ تمہاری قسمت میں ہوا تو۔ " — فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اب اس کی جیب شان کا لوٹی کے چلے چوک کی طرف مڑ گئی تھی۔ شان کا لوٹی نو تعمیر شدہ تھی اور یہاں دارالحکومت کے امرا کی کوشیاں تھیں۔ کوئی کوٹھی بھی دس کنال سے کم رقبے پر نہ بنی تھی اور ہر کوٹھی پر کروڑوں روپے خرچ کئے گئے تھے۔ اس لئے عمران اس کا لوٹی کو زندہ لاشوں کا عجائب گھر کہتا تھا۔

" تو یہ کنگ صاحب شان کا لوٹی میں رہتے ہیں۔ " — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" ہاں سب سے قیمتی اور شاندار کوٹھی اسی کی ہے۔ " — فیاض نے بڑے مرغوبانہ بچے میں کہا۔

" ارے ارے روکو — جیب روکو۔ " اپنا کمر عمران نے بڑی طرح پیچھے ہٹے ہوئے کہا اور فیاض نے گھبرا کر پوری قوت سے بریک لگا دیئے۔

" ملک ملک — کیا ہو گیا ہے؟ — فیاض نے بوکھلائے ہوئے

خوشی سے چمکتا ہوا چہرہ سو پر فیاض کی ڈانٹ سن کر بُری طرح نہجہ گیا اور
اور وہ سہمے ہوئے انداز میں پیچھے جانے لگا۔

"نہیں — یہ اُگے بیٹھکے گا۔ فیاض تمہارے ساتھ اور سنو
چارلی لان لے چلو جیپ کو۔" — عمران نے عزاتے ہوئے کہا اور
وہ پچھلی سیٹ پر لوڑھی اماں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔
"یہ کیا مشیبت ڈال دی ہے تم نے۔ کیا احمق ہو گئے ہو؟ —
فیاض نے غصے سے بھر پور ہجے میں کہا۔

"سنو فیاض — شرافت سے چلے چلو ورنہ تم جانتے ہو مجھے :
عمران کی غرابٹ اور زادہ تیز ہو گئی اور فیاض نے سر جھٹکتے ہوئے
گیر لگایا اور جیپ ایک جھٹکے سے اُگے بڑھ گئی۔ اچھو فاموشی سے
فیاض کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لیکن اس کا چہرہ اب اسی طرح
بکھا ہوا اور سہما ہوا تھا۔ عمران نے بیٹھتے ہوئے لوڑھی اماں سے اس
کی رہائش گاہ پوچھ لی تھی جو کہ ایک کچی آبادی چارلی لان میں تھی۔ اس لئے
عمران نے فیاض کو چارلی لان چلنے کو کہہ دیا تھا۔

"چارلی لان میں ایک ٹیکسی ڈرائیور رہتا ہے۔ بشیر۔ جانتی ہیں آپ
اُسے۔" — عمران نے لوڑھی اماں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"داوی اماں — یہ چاچا بشیر کا کہہ رہے ہیں۔" — اچھو نے
پہلی بار چمک کر جواب دیا۔

"ہاں ہاں بشیر بیٹے کو جانتی ہوں۔ وہ میرا ہمسایہ ہے۔ بہت نیک
لڑکا ہے۔ وہی تو اچھو کے باپ کی دوا دار کو کرتا رہتا ہے لیکن وہ بیمار
اس سے زیادہ کرتی یا سکتا ہے۔ ٹیکسی کا مالک ہی سب کچھ لے لیتا

نیچتی ہوں۔ ادھر پیچھے گنج بازار میں چند دکاندار مجھ لوڑھی پر رحم کھالیتے
ہیں اور ٹیڑھے میڑھے لفافے لے لیتے ہیں۔ کیا کروں اچھو کو پڑھنے کا
بہت شوق ہے لیکن اس کا باپ بیمار ہے۔ میں لوڑھی کب تک کماؤں۔
وال روٹی بھی نہیں ملتی۔ آج لفافے بکے ہی نہیں۔ دو دکانداروں نے بڑا مال
کر رکھی ہے۔" — لوڑھی عورت نے رو دینے والے ہجے میں کہا۔
"تم فکر نہ کرو بڑی اماں۔ اچھو ضرور پڑھے گا۔ بہت اچھے اسکول
میں۔ اڈ میرے ساتھ۔" — عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے
کہ لوڑھی کچھ حیرت کا اظہار کرتی، عمران نے اس کا ٹوکرا اٹھایا اور اسے
جیپ کے عقبی حصے میں رکھ دیا۔

"بب بب بیٹا — ادھ صنف۔ صنف صاحب یہ آپ —
لوڑھی بُری طرح بوکھلا گئی لیکن اچھو حیرت بھرے انداز میں خاموش
کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"اڈ جیپ میں بیٹھو بڑی اماں اور سنو اب مجھے صاحب واپس
کی ضرورت نہیں۔ میں بھی تمہارا بیٹا ہوں۔ اسی اچھو کے باپ کی طرح
ہاں اڈ۔ اڈ اچھو میاں۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر
اس نے زبردستی لوڑھی عورت کو جیپ میں سوار کر دیا جبکہ اچھو بڑے
مسرت بھرے انداز میں اچھل کر خود ہی جیپ پر چڑھ گیا۔ وہ چونکہ کچھ بھٹکا
اس لئے وہ اُگے والی سیٹ پر سو پر فیاض کے ساتھ جا بیٹھا جو ہونٹ
بھیچنے فاموش بیٹھا یہ سب تماشہ دیکھ رہا تھا۔

"پیچھے دفعہ ہو جاؤ۔ اس کا تو دماغ خراب ہے۔ جاؤ پیچھے۔"
سو پر فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے اچھو سے کہا اور اچھو کا

”میں نہیں جاؤں گا ساتھ“ اور تم نیچے اترو بس اس سے زیادہ
میں برداشت نہیں کر سکتا۔“ فیاض آخر پھٹ پڑا۔
”تم تو کیا تمہارے فرشتے بھی جائیں گے، بسمجھے اور شرافت سے
چلے چلو ورنہ میں روزانہ یہاں آنے کی ڈیوٹی بھی لگا سکتا ہوں تمہاری۔
درجہ جانتے ہو کہ اگر میں ڈیوٹی کو ذرا اشارہ کر دوں تمہارے کرتوتوں کا
توجیل میں بھی پناہ نہیں ملے گی تمہیں اور تمہاری یہ کیٹ انیز بھی اندھی
ہو جائے گی۔“ عمران نے اسی طرح عزتاتے ہوئے کہا۔
”کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ سنا نے آج کس کا منہ دیکھنا پڑا۔“
فیاض نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا لیکن وہ جیپ روک کر اس
میں سے نیچے اتر آیا تھا۔ غصہ چاہے کتنا ہی ہو لیکن اتنی عقل اس میں
بھی بہر حال موجود تھی کہ واقعی اگر عمران چاہے تو اسے جیل میں بھی پناہ
نہیں مل سکتی اور وہ عمران کے لہجے سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔ اس
لئے باوجود شدید غصے کے وہ عمران کی بات ماننے پر مجبور تھا۔
عمران نے سہارا دے کر بوڑھی اماں کو جیپ سے نیچے اتارا۔ اچھو
خود ہی نیچے اتر آیا۔ عمران نے بوڑھی اماں کا ٹوکرا جیپ سے اٹھایا
اور اس میں رکھے ہوئے لفافوں پر ایک بازو رکھ کر اس نے ٹوکرا اٹھل
میں دبایا۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ ٹوکرا فیاض کے سر پر
رکھ دے لیکن پھر اس نے خود ہی ارادہ بدل دیا کیونکہ وہ فیاض کی موجودہ
ذہنی کیفیت سے اچھی طرح واقف تھا اور اس حالت میں اگر اس نے
اسے ٹوکرا اٹھانے کا کہہ دیا تو فیاض سے کچھ بعید نہیں کہ وہ ریلوے لکال
کر خود کشی ہی کر لے۔

”ہے اس کے اپنے بچے بھی ہیں۔“ بوڑھی اماں نے سر ہلاتے
ہوئے کہا۔
”ٹیکسی مانگ — کیا مطلب اس کی تو اپنی ٹیکسی تھی۔“
عمران نے چونک کر پوچھا۔
”ہاں پہلے تھی — لیکن ایک دن ایک معصوم عورت غنڈوں
سے بچنے کے لئے اس کی ٹیکسی میں بیٹھ گئی اور تنہا اسے غنڈوں سے بچا
کر لے گیا لیکن پھر غنڈوں نے ایک خالی سڑک پر اسے گھر لیا۔ مار مار کر
اس کا بھرتہ بنا دیا اور ٹیکسی کو بھی آگ لگا دی۔ وہ بیچارہ کئی مہینے تک گھر
میں پڑا بسے بائے کرتا رہا۔ اس نے پولیس میں رپورٹ کرنا چاہی لیکن
پولیس والوں نے اسے تھکانے سے باز رکھ لیا دیا۔ کون سنا ہے عزیز
کی۔ اب وہ کسی کی ٹیکسی چلاتا ہے اور بچوں کا پیٹ پالتا ہے۔ بہت نیک
بچہ ہے۔“ بوڑھی اماں نے رک رک کر پوری تفصیل بتا دی اور
عمران ہنکارہ بھر کر خاموش ہو گیا۔
فیاض خاموش بیٹھا ہونٹ بھینچے صرف جیپ دوڑائے لئے جا رہا
تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے اس کا بس نہ چل رہا ہو
کہ جیپ کسی دیوار یا درخت سے ٹکرا دے۔ لیکن وہ عمران کی عادت سے اچھی
طرح واقف تھا۔ اس لئے کسی نہ کسی طرح اپنا غصہ کنٹرول کئے بیٹھا تھا۔
شان کا لونی سے نکل کر جیپ تھوڑی دیر بعد ایک پرانے نالے کے
کنارے بنی ہوئی کچی آبادی کے قریب پہنچ گئی۔
”بس — ادھر روک دو جیپ اور ہمارے ساتھ چلو —“
عمران نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

ہوئے بلجے میں کہا۔

”سنو فیاض — تمہارے اس کنگ آف سٹونز سے زیادہ شاندار مکان ہے یہ۔ سمجھ، یہاں دھوک باز لوگ نہیں رہتے۔ غریب اور غیرت مند لوگ رہتے ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں کہ بوڑھی اماں اس عمر میں بھی محنت مزدوری کر کے اپنے پوتے کو پڑھا رہی ہے۔ یہ عظیم لوگ ہیں۔ ان کے مکان میں جاتے ہوئے تمہارا سرخڑ سے بلند ہونا چاہیے۔“

اُذ اندر: — عمران نے انتہائی سنجیدہ بلجے میں کہا اور فیاض کے چہرے پر چھائی ہوئی سختی عمران کے ان فقرات سے کافی حد تک کم ہو گئی اور وہ سر بلاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اندر ایک کمرے میں ٹاٹ بچھا ہوا تھا۔ ایک طرف دو تین ٹوٹے پھوٹے ٹرنک پڑے تھے۔ بوڑھی اماں جلدی سے ایک ٹوٹی ہوئی کرسی اٹھا لائی۔ اس نے اپنے میلے سے دوپٹے سے اسے صاف کیا۔

”مم۔ مم میرے پاس ایک کرسی ہے۔“ بوڑھی اماں نے اسے اپنی طرف سے ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے — سو پر فیاض کی پتلون کی کریر خراب ہو جائے گی“ بیٹھے گا کرسی پر، میں یہاں فرکش پر ہی ٹھیک ہوں۔“ عمران نے اچھو کو گود میں لے کر ٹاٹ پر بڑے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”صاحب صاحب“ اچھو کے باپ نے کھانستے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔

”اُپ خاموش رہیں — اُپ سے بولا نہیں جاتا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہی گدھی

اچھو آگے آگے دوڑ رہا تھا جبکہ عمران بوڑھی اماں کو سہارا دیئے لو کرالبل میں دبائے اس کے پیچھے تھا اور ان کے پیچھے فیاض اسی طرح بڑے بڑے منہ بناتا چل رہا تھا جیسے کوئین کے اٹھنے چار پانچ پیکٹ منہ میں ڈال رکھے ہوں۔

کچھ آبادی میں موجود افراد بڑی حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے فیاض طور پر سو پر فیاض کی لیونفارم کی وجہ سے ان کے چہروں پر خوف کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ دھول اڑاتی تنگ اور پیچدار لگیوں سے گزر کر وہ ایک جھونپڑی ناپکے مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ اچھوان سے پہلے ہی دوڑ کر مکان کے اندر جا چکا تھا اور جب تک وہ وہاں پہنچتے مکان کے اندر سے ایک لوجوان جس کی کٹو بڑھی ہوئی تھی، جسم بھی لاغر تھا، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں اور وہ مسلسل کھانسی رہا تھا۔ باہر آگیا۔

”یہ میرا بابا ہے جناب۔“ اچھو نے جلدی سے واپس آکر عمران سے مخاطب ہو کر اس لاغر لوجوان سے متعلق کہا اور عمران مسکرایا۔

لاغر لوجوان نے بڑے ادب سے انہیں سلام کیا۔ اس کے دق زدہ چہرے پر حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔

”اُو بیٹا اندر آ جاؤ۔ میں غریب ہوں، میرے پاس کرسیاں تو نہیں ہیں۔“ بوڑھی عورت نے گر بڑائے ہوئے بلجے میں کہا۔

”نکرت کر دو اماں کرسیاں بھی آجائیں گی۔ اُو سو پر۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں باہر رہوں گا — تم جاؤ۔“ فیاض نے کھولتے

رہے کہ انہیں رحم کھا کر خیرات یا بھیک دی گئی ہے۔

”اودہ اودہ فدایا — تو کتنا رحیم ہے۔ کس قدر رحیم ہے؟ —
 بوڑھی اماں نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے دہریس
 ٹاٹ پر ہی سجدے میں گر گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ اُبل
 پڑا۔ لاغر نوجوان بھی بھٹی بھٹی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس
 کا زرد چہرہ پھر دک رہا تھا۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آواز اس کے
 جذبات کا ساتھ نہ دے رہی تھی۔

”اچھو بیٹے جاکر اپنے شبیر چاچا کو بلالو۔“ — عمران نے
 مسکراتے ہوئے اچھو سے کہا اور اچھو سر ہلاتا ہوا اٹھا اور باہر دوڑ گیا۔
 تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

”اودہ عمران صاحب آپ اودہ اودہ؟“ — نوجوان نے حو شبیر تھا
 حیرت اور مسرت سے چہنچہتے ہوئے کہا اور دوڑ کر عمران کی طرف بڑھا۔ عمران نے
 ٹھٹھ کر باقاعدہ اسے گلے سے لگایا اور پھر تھکی دے کر علیحدہ کیا۔

”شبیر میں تو تمہیں بے حد ہمدرد سمجھتا تھا لیکن تم سے چند غنڈے
 نہ سنبھالے گئے؟“ — عمران نے اسے سہمٹے بٹھاتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب — آپ نے مجھے لڑنے سے منع کر دیا تھا اور
 آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ بہر حال مجھے نبھانا تھا ورنہ یہ غنڈے کسی
 زمانے میں شبیر کا نام سن کر کانپ جایا کرتے تھے۔“ — شبیر نے
 سر جھکاتے ہوئے کہا اور عمران ہنس پڑا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شبیر کسی
 زمانے میں چپٹا ہوا غنڈہ تھا۔ لیکن پھر وہ عمران سے ٹکرا گیا اور عمران
 کو اس کے اندر چھپا ہوا اچھا انسان نظر آ گیا چنانچہ عمران نے اسے

نکالی جو فیاض نے دی تھی اور گڈی اس نوجوان کی طرف بڑھا دی۔
 ”یہ سو پر فیاض صاحب کی طرف سے رکھ لو۔ یہ بہت رحم دل آدمی
 ہیں۔ اس سے اپنا علاج کراؤ۔ خوب اچھے کھانے کھاؤ۔ تاکہ تم جلد از جلد
 تندرست ہو سکو۔“ — عمران نے کہا اور نوجوان، بوڑھی اماں اور اچھو
 اس بڑے نوٹوں پر مشتمل موٹی سی گڈی کو دیکھنے لگے جیسے کسی نے
 انہیں جادو کی چھڑی سے مجسموں میں تبدیل کر دیا ہو۔

”یہ رکھ لو اور سنو — اب قطعاً نہیں گھبرانا۔ میں اکثر یہاں آتا ہوں
 گا اور سنو یہ کوئی خیرات یا بھیک نہیں ہے۔ یہ ادھار ہے تم پر۔“ —
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ادھار مگر — بیٹا ہم“ — بوڑھی اماں نے بڑی
 مشکل سے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

”میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں لیکن یہ ادھار دوسری قسم
 کا ہے۔ میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں۔ سو پر فیاض کو بھی کسی نے مشکل وقت
 میں اسی طرح ادھار دیا تھا۔ اس ادھار کی داپسی اس طرح ہوتی ہے کہ جب
 کبھی آپ لوگوں کے حالات بدل جائیں تو آپ جس قدر رقم اپنے خزانے
 سے بچا سکیں وہ اس طرح کسی بھی باعزت، عزیز آدمی کو اس کے مشکل
 وقت میں ادا کر دیں، ضروری نہیں کہ اتنی ہی مالیت کی رقم آپ نے اس
 دینی ہے، جو کچھ بھی دے سکیں اور اسے بھی کہہ دیں کہ وہ جب بھی ہو سکے
 یہ ادھار کسی اور کو مشکل وقت میں ادا کر سکتا ہے۔“ — عمران نے
 ادھار کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر یہ ادھار دالا
 چکر چلا دیا تھا تاکہ ان محنت کش غیرت مند افراد کے ضمیر پر بوجھ نہ

ہو جاتا تم نے ان کی سرپرستی کرنی ہے اور سنو اگر کوئی غلطہ یا کوئی آدمی انہیں تنگ کرنے کی کوشش کرے تو مجھے اطلاع کر دینا اور اگر میں نہ ہوں تو سو پر فیاض کو بہر حال ضرور اطلاع کر دینا، سمجھ گئے میری بات؟ عمران نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں جناب۔ ویسے بھی بڑے صاحب کے یہاں آنے کے بعد اس آبادی کا کوئی آدمی اب اُنکھ اٹھا کر بھی ادھر دیکھنے کی جرأت نہ کرے گا۔“ شیر نے کسی پر بیٹھے ہوئے فیاض کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”او عمران اب چلیں۔“ فیاض نے اکتائے ہوئے بلجے میں کہا۔

”ہاں چلو۔“ فیاض نے اٹھتے ہوئے کہا لیکن اُسی لمحے شیر بُری طرح چونک پڑا۔

”اوه اوه یہ اُنکو ٹھٹھی۔ آپ نے جناب یہ اُنکو ٹھٹھی....“ شیر نے بے اختیار کچھ کہنا چاہا لیکن پھر اس طرح چپ ہو گیا جیسے کسی وجہ سے بات کرتے کرتے رک گیا ہو۔ البتہ اس کی نظریں اس طرح فیاض کے انگلی میں موجود اُنکو ٹھٹھی پر جمی ہوئی تھیں جیسے وہاں مقناطیس سے چپک جاتا ہے۔ فیاض اور عمران دونوں ہی اس کی بات اور اس کا انداز دیکھ کر چونک پڑے۔

”کیا بات ہے شیر۔ کھل کر بتاؤ۔“ عمران نے سنجیدہ بلجے میں کہا۔

”عمران صاحب! بات ایسی ہے کہ مجھے کہتے ہوئے خوف آتا

اس راستے سے بٹانے کا فیصلہ کر لیا اور نظر ہر ہے پھر شیر کو وہ راستہ چھوڑنا پڑا۔ عمران نے اسے ایک ٹیکسی خرید دی تاکہ وہ محنت مزدوری کر کے رزق حلال کما سکے۔

”لیکن تم میرے پاس اُجالتے؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کئی بار سوچا عمران صاحب، لیکن بہت نہ پڑی۔“ شیر نے کہا اور عمران ہنس پڑا۔

”مجھے بوڑھی اماں نے تمہارے متعلق تفصیل بتادی ہے۔ یہ تو تم دوسری ٹیکسی خرید لو۔“ عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک اور گڈی نکال کر شیر کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا اور شیر کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے۔

”مرد ہو کر روتے ہو احمق۔ خبردار اگر آئندہ تمہاری آنکھوں میں مجھے آنسو نظر آئے۔“ عمران نے عزائے ہوئے کہا اور شیر جلدی سے آنسو پونچھ کر ہنسنے لگا۔

”صاحب۔ یہ تو خوشی کے آنسو تھے۔“ شیر نے کہا۔

”آنسو چاہے خوشی کے ہوں یا غمی کے، آنسو ہوتے ہیں سمجھے۔ اب دوسری بات سنو، سو پر فیاض صاحب نے بوڑھی اماں کو کچھ رقم دی ہے۔ تم نے خیال رکھنا ہے ان صاحب کا بہترین ڈاکٹر سے علاج ہونا چاہیے، انہیں اچھی غذا ملنی چاہیے اور تم اچھو صاحب کو کسی اچھے سکول میں داخل کر دینا، جب تک اس کا بابا پوری طرح صحت مند نہیں

ہوئے کہا۔

” لیکن تم بتاتے ہوئے ہچکچا کیوں رہے تھے؟ “ — عمران نے جوفٹ بھیختے ہوئے پوچھا۔

” مم۔ میں نے سوچا کہ کہیں وہ حملہ آور فیاض صاحب کے آدمی نہ ہوں۔ “ — بشیر نے کہا اور عمران ہنس پڑا۔

” کہاں ہے دائرہ — مجھے تو نظر نہیں آ رہا۔ “ — فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

” یہ جناب اس ڈیزائن وار پھول کے گرد یہ دیکھئے؟ “ — بشیر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

” اوہ ہاں — واقعی دائرہ تو ہے۔ لیکن کیا مطلب؟ “ — فیاض نے بے حد الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

” بھائی دائرے والی سونے کی اور بغیر دائرے والی پتیل کی۔ اب وہ تمہیں تو پتیل والی دینے سے رہے تھے۔ انہوں نے جیل تو نہیں جانا تھا۔ “ — عمران نے سنستے ہوئے کہا اور فیاض کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ رنگ گئی۔

” اچھا اماں بی — اب ہم چلتے ہیں۔ بشیر اب یہ سب کچھ تمہاری ذمہ داری رہی۔ “ — عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

” آپ بے فکر رہیں جناب۔ “ — بشیر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ بڑی اماں دوپٹہ اٹھا کر بے اختیار عمران کو دعائیں دینے میں مصروف ہو گئی اور عمران اچھو کو پیار کر کے اور ان کا شکریہ کر کے فیاض کے ساتھ ان کے گھر سے باہر آیا۔ بشیر انہیں جیب تک جھوٹنے آیا اور پھر وہ

ہے۔ “ — بشیر نے قدرے تذبذب بھرے لہجے میں کہا۔

” تم کھل کر بات کرو، میں جو کہہ رہا ہوں۔ “ — عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

” جناب دو ماہ پہلے کی بات ہے ایک عزیز ملکی میری ٹیکسی میں بیٹھا لیکن ایک ویران سی سڑک پر چانک دو کاروں نے ہمیں گھیر لیا۔ دونوں کاروں میں اجنبی سے لوگ تھے۔ انہوں نے اس معزز آدمی سے کہا کہ وہ انگوٹھی واپس کر دے جو وہ بادشاہ کے گھر سے چوری کر لیا ہے لیکن اس آدمی نے کسی انگوٹھی کی موجودگی سے انکار کر دیا۔ اس پر دو آدمیوں نے مجھے قابو کر لیا۔ باقی افراد نے اسے قابو کرنا چاہا لیکن وہ شخص بھی انتہائی ماہر لڑاکا تھا لیکن وہ لہذا میں زیادہ تھے۔ انہوں نے اسے آخر کار مارا گرایا اور پھر اس کی تلامشی لی گئی اور اس کی کوٹ کی خفیہ جیب سے انگوٹھی نکال لی لیکن ایک کی بجائے دو انگوٹھیاں تھیں۔ چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے انہوں نے میرے سامنے شارح کی مدد سے چیک کرنا شروع کر دیا۔ دونوں انگوٹھیاں ایک جیسی تھیں انہوں نے چیک کرتے وقت ایک دوسرے سے اصل نشانی کی بات کی۔ ایک انگوٹھی پر ایک دائرہ بنا ہوا تھا جبکہ دوسری پر نہ تھا۔ یہ دائرہ عام لنگاہوں سے نظر نہ آتا تھا لیکن خاص طور پر دیکھا جائے تو نظر آتا تھا۔ پھر وہ اس آدمی کو اپنی کار میں ڈال کر ساتھ لے گئے اور مجھے انہوں نے دھمکی دی کہ اگر کسی کو بتایا تو جان سے مار دیں گے۔ پھر میں باقاعدہ اختیارات دیکھتا رہا لیکن اس آدمی کے متعلق مجھے کوئی خبر نظر نہ آئی۔ اب وہی انگوٹھی فیاض صاحب کی انگلیوں میں ہے اور جناب اس پر دائرہ بھی ہے۔ “ — بشیر نے تفصیل بتاتے

” تو تم کیا سمجھتے ہو میری کمائی حرام کی ہے۔ یہ سابقہ چار سالوں کا بونس ملا تھا۔“ فیاض نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔
 ” اودہ اسی لئے نیک کام میں خرچ ہو گئی، مبارک ہو۔ دیکھا تم نے رزق حلال کی برکتیں؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور فیاض نے بے اختیار ہونٹ بھیخ لئے۔

” تم نے میرے ساتھ جھوٹ بول کر مجھے دلی تکلیف پہنچائی ہے کیا ضرورت تھی اس بھرے ہوئے میں ایسی اداکاری کرنے کی، میرے ماتحتوں کے سامنے؟“ فیاض نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔ اس کا غصہ دور ہی نہ ہو رہا تھا۔

” دیکھو میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ ایک مقدس بزرگ کا قول ہے کہ مفلس وہ ہوتا ہے جس کے مخصوص دوست نہ ہوں اور تمہارے خلوص سے پہلے میں واقعی مفلس تھا۔ غریب فارسی زبان کا لفظ ہے اور غریب پر دیسی کو کہتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ میں اپنے اباؤ اجداد سمیت پر دیسی ہوں۔ چنگیز خان کی اولاد یہاں پاکستان میں ظاہر ہے ہجرت کر کے ہی آئی ہوگی۔ اس لئے غریب تو میں اب بھی ہوں۔ بھوک بھی شدید لگی ہوئی تھی اس لئے بھوکا بھی میں تھا اور وہ دربان روز مجھ سے بھاری ٹپ جھاڑ لیتا تھا۔ میں نے سوچا کہ کہیں اسے مانگنے کی عادت ہی نہ ہو جائے اور مانگنے کی عادت اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب کسی کو دینے کی عادت بھی ہو۔ چنانچہ میں نے اس سے اٹھ روپے لے کر اس سے نیکی کی اور اسے نیکی کا صلہ بھی مل گیا کہ اٹھ کے دس مل گئے۔ اب وہ صرف مانگا ہی نہ کرے گا بلکہ دیا بھی کرے گا۔ بولو کونسا گناہ کیا ہے میں نے؟“

”جی سلام کر کے واپس چلا گیا۔“
 ” تو تم مفلس تھے، غریب تھے، تمہارے پاس کھانے کے پیسے نہ تھے، تم نے دربان سے اٹھ روپے ادھار لئے تھے اور تم خود کشی کر رہے تھے، کیوں؟“ سٹیئر کے جاتے ہی فیاض غصے سے پھٹ پڑا۔ اب ظاہر ہے غصہ تو اسے آنا تھا کہ عمران نے اس کی دی ہوئی نوٹوں کی گڈی کے علاوہ بھی ایک موٹی رقم سٹیئر کو پکڑا دی تھی اور اب فیاض اتنا بھی احمق نہ تھا کہ ساری بات نہ سمجھ جاتا کہ اس سے رقم ہتھکانے کے لئے عمران نے یہ اداکاری کی ہے۔
 ” ساری باتیں ٹھیک تھیں اور میں انہیں ثابت بھی کر سکتا ہوں؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” تو تم مجھے اندھا سمجھتے ہو۔ میں نے نہیں دیکھا تمہاری جیب سے نوٹوں کی گڈی نکلتے جو تم نے اس ٹیکسی ڈرائیور کو دی ہے۔“ فیاض نے کھولتے ہوئے بچے میں کہا۔
 ” وہ تو مجبوری تھی فیاض۔ بزرگ سچ ہی کہتے ہیں کہ حرام کی کمائی حلال رزق کو بھی لے ڈوبتی ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

” کیا مطلب — کس کمائی کی بات کر رہے ہو؟“ فیاض نے چمکتے ہوئے پوچھا۔

” اب دیکھو تمہاری دولت میری جیب میں آئی تو ساتھ میری دولت بھی لے گئی۔ نہ تم وہ گڈی مجھے دیتے نہ میری کمائی بھی ساتھ جاتی۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

” چلو مہارا غصہ تو دور ہوا۔ بہر حال فکر نہ کرو اگر مہتیس اس رقم کا غم ہے تو میں آج ہی ڈیڈ می سے جا کر مانگ لیتا ہوں۔ میں انہیں کہہ دوں گا کہ میں نے فیاض سے انتہائی مجبوری کی بنا پر ایک لاکھ روپے ادھار لئے تھے آپ اسے واپس کر دیں اور تم دیکھنا ڈیڈ می نہ چاہتے کے باوجود مہتیس فوراً ایک لاکھ روپے واپس کر دیں گے کیونکہ وہ اداکار

خشک ہو گیا ہے کہ عمران اس کی بیوی کو ایک لاکھ روپے کے متعلق بتا دے گا۔ اسے معلوم تھا کہ بیوی کی انکوائری سررحمن سے بھی کہیں سخت ہوگی۔

”بھول جاؤں؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں، بالکل بالکل — بھول جاؤ ورنہ نیکی برباد ہو جائے گی۔“ فیاض نے جلدی سے کہا۔

”جیسے تمہاری مرضی — بھول گیا۔ لیکن وہ میری مفلسی اور عزت وہ تو بھولنے سے سچی ورنہ ہو سکے گی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بکواس مت کرو میں نے بڑی مشکل سے تمہاری اس چکر بازی کو بھلایا ہے۔ مجھے دوبارہ یاد مت دلاؤ۔“ اس بار فیاض نے واقعی کاٹ کھانے والے بلجے میں کہا۔

”جب تم جیسے مخلص آدمی میری عزت کو بھول جاؤ تو پھر تو اس بزرگ کے قول کے مطابق میں واقعی مفلس ہوا۔“ عمران نے بڑے افسردہ سے بلجے میں کہا۔

”بس بس — پھر تم نے اداکاری شروع کر دی۔“ فیاض نے تیز بلجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کو بریک لگا دی۔

”چلو، لو اپنی کار اور دفع ہو جاؤ۔“ فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ارے تو پھر کیا بھوک لگ گئی ہے تمہیں۔ ویسے یاریہ ہوٹل والے بجانے کیا ملا دیتے ہیں کھانے میں۔ بھوک تو مجھے بھی لگنے لگی ہے۔“

عمران نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

”میں کہتا ہوں نیچے اتر دو ورنہ میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔“

فیاض نے جھنائے ہوئے بلجے میں کہا۔

”اچھا یا رانا راض کیوں ہوتے ہو، قسمت کی بات ہے، عزت اور مفلسی میں آدمی کا سایہ بھی اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ تم تو پھر پرنٹنگ ٹائپ کی چیز ہو۔“ عمران نے بڑے افسردہ بلجے میں کہا اور پھر جیب سے نیچے اتر گیا۔ عمران کے اترتے ہی فیاض اس طرح جیب آگے بڑھالے گیا جیسے ایک لمحہ بھی مزید رک گیا تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اور عمران مسکراتا ہوا پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔

کچی آبادی چارلی لائن چلے گئے۔ وہاں سے واپسی پر فیاض نے عمران کو واپس ہوٹل اتار دیا۔ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”بگ رنگ کی بات کہاں ہوئی تھی، کوئی تفصیل؟“ — اس بار کنگ کے بچے میں ہلکی سی تشویش موجود تھی اور دوسری طرف سے اسلم نے ہوٹل میں عمران کے جانے اور پھر ہوٹل سے نکلنے تک کی پوری تفصیل بتادی۔

”اس کے بعد بگ رنگ کے بارے میں کوئی ڈسکشن؟“ — کنگ نے پوچھا۔

”چارلی لائن تک تو کوئی بات نہیں ہوئی لیکن چارلی لائن کے دوران بگ رنگ آف رہی۔ شاید وہاں موجود مٹی کی دہرے سے ایسا ہوا ہے۔ لیکن چارلی لائن کے بعد بگ رنگ آن جیپ میں ہوئی ہے اور پھر ہوٹل تک اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی؟“ — اسلم نے جواب دیا۔

”ہوں — ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں؟“ — کنگ نے سوچنے والے انداز میں کہا اور کریڈل دبا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ہیلو۔“ — رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”کنگ سپیکنگ؟“ — کنگ نے بارعب بچے میں کہا۔

”یس باس — ٹونی سپیکنگ باس۔“ — دوسری طرف سے نے والے کا بچہ لکھتے موبانہ ہو گیا۔

”ٹونی — سپرنٹنڈنٹ فیاض کے پاس بگ رنگ ہے۔ اُسے

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتے ہی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک بارعب چہرے والے آدمی نے ہاتھ بڑھا کر ریور اٹھالیا۔

”یس کنگ سپیکنگ؟“ — بارعب چہرے والے کا بچہ بھی بے حد بارعب تھا۔

”میں اسلم بول رہا ہوں جناب۔ ایک اہم خبر ہے آپ کے لئے۔“ — دوسری طرف سے ایک منمنائی سی آواز سنائی دی۔

”بولو کیا خبر ہے؟“ — اس بارعب چہرے والے نے اسی طرح بارعب بچے میں کہا۔

”سنٹرل انٹیلیجنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض آج علی عمران کے ساتھ کافی دیر تک رہا ہے اور ان کے درمیان بگ رنگ کا ذکر بھی آیا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض اسے لے کر آپ کی رہائش گاہ پر آ رہا تھا کہ اس عمران نے راستے میں ایک بڑھیا اور بچے کو جیپ میں لفٹ دی اور پھر وہ ایک

باتحہ دوم کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اس نے دروازہ کھولا دوسری طرف واقعی ایک جدید قسم کا باتحہ دوم موجود تھا۔ کنگ نے دروازہ بند کیا اور پھر کیمرے سے کور ہٹا کر اس نے اس کی سپیڈ والے بٹن کو دبائیں بائیں مخصوص انداز میں حرکت دے کر ایک جگہ ایڈجسٹ کیا اور پھر اس نے کیمرے کو اس طرح اُنکھ سے لگالیا جیسے وہ نوٹو پھینچ رہا ہو۔ کیمرے کا رخ اس نے باتحہ دوم میں لگے ہوئے آئینے کی طرف کر کے اس کا بٹن پُش کیا تو کیمرہ کی سائیڈ میں ایک خانے سے فلتش لائٹ چمکی اور اس کے ساتھ ہی کنگ نے کیمرہ اُنکھ سے ہٹالیا پھر اس نے سپیڈ والے بٹن کو ایک بار پھر حرکت دے کر ایڈجسٹ کیا اور ایک بار پھر اس کا رخ آئینے کی طرف کر کے اس نے بٹن پر لیس کیا تو فلتش لائٹ ایک بار پھر چمکی اور بجھ گئی۔ کنگ نے کیمرہ اُنکھ سے ہٹایا اور اس کا سپیڈ بٹن دو بارہ ایڈجسٹ کر کے اس پر کور چڑھایا اور کیمرہ اپنے کاندھے سے لٹکالیا۔ آئینہ دیسے کا ویسا ہی تھا لیکن کنگ اب اس کے سامنے اس طرح موڈ بانہ انداز میں کھڑا تھا جیسے آئینے کی بجائے وہ اپنے باس کے سامنے کھڑا ہو۔ آئینے میں اس کی شکل ہی نظر آرہی تھی لیکن پھر اُبستہ اُبستہ شکل دھندلانے لگی ایسے جیسے آئینے پر دھند چھانے لگی ہو۔ چند لمحوں بعد آئینے کے درمیان ایک سرخ رنگ کا چوکھٹا سامنودار ہوا اور اس کے درمیان ایک جھماکے سے ایک نقاب پوش کا چہرہ اُبھر آیا۔ گہرے سرخ رنگ کا نقاب جس میں اُنکھوں کی جگہ چمکدار مرکزی رنگ کی عینک موجود تھی۔

”لیس ایمر آف سٹونز انڈنگ لیو“ — ایک بھاری لیکن گونجدار آواز آئینے کے پیچھے سے نکلی اور باتحہ دوم میں گونج اُٹھی۔

آج رات بدل دو۔ بگ رنگ کی بجائے آف رنگ دے دو اُسے بگن۔ اس طرح کے کسی کو احساس بھی نہ ہو سکے۔“ — کنگ نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیس سر — حکم کی تعمیل ہوگی سر!“ — دوسری طرف سے ٹوٹی کی آواز سنائی دی۔

”پلوری طرح احتیاط کرنا۔“ — کنگ نے کہا اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے ایک بار پھر کریڈل دبایا اور ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”لیس میرا سلم اسپیکنگ۔“ — رابطہ قائم ہوتے ہی اسلم کی منمنائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اسلم میں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی رنگ آف کرنے کا حکم ٹوٹی کو دے دیا ہے۔ وہ آج رات اسے آف کرے گا۔ تم خیال رکھنا اور آف ہونے کے بعد اس کا سیکشن بند کر دینا۔“ — کنگ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”لیس سر!“ — دوسری طرف سے اسلم کی آواز سنائی دی۔

کنگ نے ریسور والپس کریڈل پر رکھا۔ چند لمحے کرسی کی نشست سے سرٹک کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے میز کی دراز کھولی اور اس کے اندر رکھا ہوا ایک کیمرہ باہر نکال لیا۔ کیمرے پر کور چڑھا ہوا تھا۔ کیمرہ اُبھا کر اس نے میز کی دراز بند کی اور پھر اُٹھ کر وہ میز کے دائیں ہاتھ پر دیوار میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اندھے شیشے کے بننے ہوئے اس دروازے پر سرخ رنگ

”کنگ آف سٹونز سپیکنگ باس!“ — کنگ نے مزہ
بلجے میں کہا۔

”ایس!“ — وہی آواز دوبارہ سنائی دی لیکن لمبہ اس
سوالیہ تھا۔

اور جواب میں کنگ نے بڑے مودبانہ بلجے میں سپرنٹنڈنٹ فیاض
عمران سے ملاقات سے لے کر لڑائی کو حکم دینے تک کی پوری تفصیل
سنائی۔

”ٹھیک کیا تم نے — لیکن سپیشل کال کی وجہ!“ — باس
نے سخت بلجے میں پوچھا۔

”باس سپرنٹنڈنٹ فیاض سے انتہائی قیمتی معلومات مل رہی
لیکن اسے آف کرنا پڑ گیا۔ اگر آپ نے اس علی عمران کے متعلق
داخلہ ہدایات نہ دی ہوتیں تو میں بجائے اس سپرنٹنڈنٹ کو آف کرنے
اس عمران کو ہی آف کر دیتا۔ اب بھی میں نے اس لئے کال کیا ہے
اگر آپ اجازت دیں تو میں اس احمق کو فائل آف کرادوں!“ —
نے مودبانہ بلجے میں کہا۔

”سنو کنگ — تم اس عمران کے بارے میں کچھ نہیں جانتے
نے جب اس سپرنٹنڈنٹ کو آن کرنے کی اجازت مانگی تھی تو میرے
ذہن میں یہی خدشہ تھا کہ یہ عمران کا گرا دوست ہے اور اگر عمران کو کنگ
رنگز کے متعلق ذرا بھی جھنجک پڑ گئی تو پھر ہمیں پاکیشیا سے تمام سیٹ
فورا ختم کرنا پڑے گا کیونکہ اس شیطانی روح نے ہمیں ایک قدم بھی
نہیں بڑھنے دینا تھا لیکن انٹیلیجنس کے خاص رازوں کے حصول

دور سے میں نے مجبوراً تمہیں سپرنٹنڈنٹ کو آن کرنے کی اجازت دے
دی تھی لیکن ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ کو جو بیس
گھنٹے سپیشل آن رکھا جائے اور پھر جیسے ہی اس کی ملاقات عمران سے
ہو اور اس انگوٹھی کے بارے میں کوئی بات ہو تو اسے فوراً آف کر دیا
جائے۔ یہ ساری ہدایات دینے کے باوجود تم مجھ سے اس عمران کو ختم کرنے
کی اجازت مانگ رہے ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں احمق ہوں!“ —
باس کے بلجے میں شدید غصہ تھا۔

”نہیں باس — میں تو اس قسم کی بات سوچ بھی نہ سکتا ہوں۔
لیکن یہاں پاکیشیا میں ہمارا رنگ سرکل بہترین انداز میں چل رہا ہے۔ اگر
ایک آدمی کی وجہ سے اس میں رکاوٹ پڑتی ہے تو ایک آدمی کو ختم کر دینا تو
مشکل نہیں!“ — کنگ نے کپکپاتے ہوئے بلجے میں کہا۔

”یہ سارا سیٹ آپ صرف اس لئے چل رہا ہے کہ وہ عمران اس سے
بلے خبر ہے اور اب بھی مجھے خدشہ ہے کہ اس کا شیطانی ذہن چونک نہ
پڑا ہو اور ایک بار وہ چونک پڑا تو پھر لوں سمجھو کہ نہ صرف پاکیشیا کا
سیٹ آپ بلکہ باقی مسلم ممالک کا سیٹ آپ بھی ختم ہو جائے گا اور ہم سب
موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے اور میں اتنا بڑا رسک نہیں لے
سکتا۔ جہاں تک اس عمران کے خاتمہ کا تعلق ہے، شیطان کو کوئی ختم نہیں
کر سکتا۔ یہ بات ذہن سے ہی نکال دو اور سنو اگر کسی بھی لمحے تم یہ محسوس
کر دو کہ عمران کو اس بارے میں کوئی جھنجک پڑ گئی ہے تو پھر فوری طور پر
پورا سیٹ آپ کلوز کر دینا، ایک لمحہ دیر لگائے بغیر!“ — باس نے
تیز بلجے میں کہا۔

بالکل سفید تھا۔ کنگ نے کیمہ بند کیا اور اسے دراز میں ڈال دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک سائیڈ پر رکھا ہوا بڑا سا پیڈ اٹھایا اور جیب سے قلم نکال کر اس پوزیشن میں بیٹھ گیا جیسے وہ پیڈ پر کچھ لکھنا چاہتا ہو۔ اس کی نظریں کیمے سے نکلے ہوئے اس کاغذ پر جمی ہوئی تھیں جو بالکل سفید نظر آ رہا تھا، لیکن چند لمحوں بعد اس پر نیلے رنگ کے باریک باریک لفظ ابھرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا کاغذ نیلے رنگ کے حروف سے بھر گیا۔ اس کے ساتھ ہی کنگ کا قلم تیزی سے پیڈ پر حرکت کرنے لگا۔ وہ ان لکھے لفظوں کو دیکھ دیکھ کر انتہائی تیز رفتاری سے پیڈ پر لکھے جا رہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دس سیکنڈ بعد یکلخت لکھے الفاظ غائب ہو گئے۔ کاغذ کی سطح ایک لمحے کے لئے سفید ہوئی مگر دوسرے لمحے اس پر سیاہ رنگ کے حروف ابھرائے اور کنگ کا قلم ایک بار پھر چلنے لگا۔ وہ مسلسل اور تیزی سے لکھے جا رہا تھا۔ پیڈ کے کاغذ تیزی سے بھرتے جا رہے تھے۔ سیاہ رنگ کے الفاظ کچھ دیر تک نظر آتے رہے پھر وہ بھی نیلے الفاظ کی طرح یکلخت غائب ہو گئے اور کاغذ ایک بار پھر پہلے کی طرح سفید نظر آنے لگا۔ کنگ نے طویل سانس لیتے ہوئے قلم واپس قلمدان کے ہولڈر میں لگایا اور سفید کاغذ اٹھا کر اس نے اسے مروڑا اور میز کی سائیڈ پر موجود روی کی ٹوکری میں پھینک دیا اور اس کے بعد اس نے پیڈ کے کاغذات کو ترتیب دیا اور اطمینان سے انہیں پڑھنا شروع کر دیا۔ جب سارے کاغذات اس نے پڑھ لئے تو ایک طویل سانس لے کر وہ اٹھا۔ اس نے ان کاغذات کو اکٹھا کیا اور ہاتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دی۔

”پیشل فائل دے جاؤ مجھے۔“ کنگ نے حکمانہ لہجے پر کہا اور ریسور رکھ دیا۔ پھر تقریباً پانچ منٹ بعد دفتر کا بیرونی دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت اور سمارٹ سی، لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس نے ایک سرخ رنگ کی فائل اٹھائی ہوئی تھی۔

”فائل باس۔“ لڑکی نے فائل بڑے مودبانہ انداز میں کنگ کے سامنے رکھی اور کنگ کے سر ہلانے پر وہ خاموشی سے واپس چلی گئی۔ کنگ نے فائل کھولی اور تیزی سے اس کے صفحے پلٹنے لگا۔ ایک صفحے پر اس کی نظریں رک گئیں۔ اس پر کسی غیر ملکی فرم کے کوآلف درج تھے۔ وہ کچھ دیر یہ کوآلف پڑھتا رہا پھر اس نے طویل سانس لیتے ہوئے اس صفحے کو فائل سے علیحدہ کرنا شروع کر دیا۔ صفحہ علیحدہ کر کے اس نے فائل بند کی اور اسے میز پر رکھ کر اس نے دراز کھولی اور وہ کیمہ دراز سے نکالا اور اس کا کور ہٹا کر اس نے اس کے پیڈ واپس بن کو کافی دائیں طرف لے جا کر ایڈجسٹ کیا اور پھر اسے آنکھوں سے اس طرح لگایا جیسے وہ فوٹو کھینچنا چاہتا ہو۔ شیشے سے اسے میز پر رکھا ہوا وہ صفحہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے صفحے کو پوری طرح فوکس لیا اور کیمے کا بنن پریس کر دیا۔ فلاش لائٹ چمکی اور کنگ نے کیمہ آنکھوں سے ہٹالیا اور اس کی سائیڈ پر لگا ہوا ایک بنن دبایا تو کیمہ کے پچھلے حصے میں ایک جھری سی نمودار ہوئی۔ اس میں سے ایک فوٹو گراف کاغذ جو کیمے کی چوڑائی کے برابر تھا تیزی سے کھسکا ہوا باہر آیا اور میز پر گر گیا۔ یہ کاغذ چھ ضرب سات اینچ سائز کا تھا۔

ہاتھ روم میں پہنچ کر اس نے جیب سے لائسنز نکالا اور ان کا غذا کا لگا دی۔ جب سارے کا غذا پوری طرح جل گئے تو اس نے پانی کھول کر رکھ کو داکش بےسن میں بہا دیا اور پانی بند کر کے وہ واپس دفتر میں آیا۔ اس نے میز پر موجود وہی کا غذا اٹھایا جس پر غیر ملکی فرم کے کو لفٹ لکھے ہوئے تھے اور اسے دوبارہ فائل میں لگا دیا۔ فائل مکمل کر کے اس نے انٹر کام کا ریسپور اٹھایا اور نمبر پر لیس کیا۔

"لیس باس۔" دوسری طرف سے وہی نسوانی آواز سنائی دی۔

"فائل لے جاؤ۔" باس نے کہا اور ریسپور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور نوجوان لڑکی جو شاید اس کی لیڈی سیکرٹری تھی اندر داخل ہوئی۔ اس نے بڑے موڈ بانہ انداز میں فائل اٹھائی اور واپس دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"اب میں دیکھوں گا عمران کہ تم میرے ہاتھوں سے کیسے بچ سکتے ہو۔ میں نے تمہارے سارے کو لفٹ چیک کر لئے ہیں۔ اب میں تمہیں ایسی موت ماروں گا کہ تم تڑپ بھی نہ سکو گے۔" باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"لیس باس۔ مجھ سے کچھ فرمایا۔" دروازے تک پہنچتی ہوئی لڑکی نے بڑبڑاہٹ سن کر چونک کر مڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہنیں۔" باس نے چونک کر سخت ہلچے میں کہا اور لڑکی سر ہلاتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

کال بیل کی آواز سن کر عمران نے ہاتھ میں تھامی ہوئی کتاب الٹ کر میز پر رکھی اور پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سیلمان ان دنوں چھٹی پر گیا ہوا تھا۔ اس لئے اب سارے کام عمران کو ہی کرنے پڑتے تھے۔ عمران نے دروازہ کھولا تو وہ بُری طرح چونک پڑا کیونکہ دروازے پر جولیا کے ساتھ ایک خوبصورت مقامی نوجوان کھڑا تھا۔

"ہیلو عمران۔" ان سے ملو۔ یہ دسیم ہیں۔ میرے نئے دوست۔" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور نوجوان نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لئے ہاتھ اُگے بڑھا دیا۔

"اور مجھ سے ملو۔ میں ان کا پرانا دوست ہوں علی عمران۔" جولیا کے بولنے سے پہلے ہی عمران نے بولتے ہوئے کہا اور دسیم کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ ابھرائی تھی اور جولیا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کے ہنسنے کا انداز بتا رہا تھا کہ ہنسی اس کے دل

سے نکلی ہے۔ اس طرح ہنسنے سے اس کا خوبصورت چہرہ جگمگاہٹ سے بھر گیا۔

”آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی ہے۔ مس جولیانہ نے آپ کی اتنی تعریفیں کی ہیں کہ میں یہاں آپ سے ملنے کھپا چلا آیا۔“ — دیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جب کھینچنے والی مس جولیانہ ہو تو پھر کس کا دل کھینچنے کے لئے نہیں چاہتا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے بڑے مثرات بھرے انداز میں جولیا کے اس ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہا جس سے اس نے دیم کا بازو اس طرح تھاما ہوا تھا جیسے واقعی وہ اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی یہاں تک لے آئی ہو اور جولیا ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ مسرت واقعی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ حقیقی مسرت جو روح کی گہرائیوں سے نکلتی ہے۔

”کیا تم نہیں اندر اُسے کے لئے نہ کہو گے عمران؟“ — جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اندر اور باہر اُنے جانے والا کام تو پولیس کرتی ہے۔ بہر حال میں آپ دونوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔“ — تشریف لائیے۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا اور اس بار دیم بھی ہنس پڑا۔

”آپ خوبصورت باتیں کرتے ہیں عمران صاحب؟“ — دیم نے جولیا کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”بس باتیں ہی کرنی آتی ہیں اسے۔“ — جولیا نے مسکراتے

ہوئے کہا اور ایک بار پھر ہنس پڑی۔

”کنوارے کو صرف باتیں کرنے کی ہی اجازت ملتی ہے۔ اس کے بعد حد ادب۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان کے عقب میں دروازہ بند کر دیا۔

”وہ کہاں ہے — تمہارا باورچی سلیمان — اسے کہو کوئی خاص چیز بنائے دیم صاحب کے لئے۔ دیم تم کیا پسند کرو گے، سیکس ہیں؟“ ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی جولیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز بڑا لاد بھرا سا تھا اور وہ دیم کا نام لیتے ہوئے اس طرح بول رہی تھی جیسے دیم کا نام لینے سے ہی اس کی دل کی کلی کھل اٹھتی ہو۔

”سلیمان اپنی ہونے والی ساس کی پہلی سالگرہ منانے گیا ہوا ہے اور ویسے بھی اگر وہ ہوتا تو اس سے خاص چیز کیا بنی تھی۔ یہی مونگ کی دال اور مونگ کی دال کھانے والا پُرانا ہو جاتا ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ رہنے دیجئے عمران صاحب — ابھی ہم دونوں کیفے نشاط سے ہی اٹھ کر آ رہے ہیں؟“ — دیم نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ جولیا اس کے ساتھ ہی اس طرح چمٹ کر بیٹھ گئی جیسے لوہا مقناطیس سے چٹا رہتا ہے۔

”اوہ پھر تو آپ کے اعلیٰ ذوق کی واقعی دینی چاہیے کیونکہ آپ کا نشاط سے اٹھ جانا واقعی قابلِ داد ہے بشاید مرزا غالب نے برسوں پہلے آپ کے لئے ہی شعر کہا تھا ”مے سے عذوق نشاط ہے کس رو سیاہ کو“

کی دال نہ کھانا شروع کر دیں ورنہ مس جولیانہ کو نیا دوست تلاش کرنا پڑے گا۔ — عمران نے مسکراتے ہوئے انتہائی پر غلوں سے کہی کہ تو دسم اور جولیا بھلا کھلا کر ہنس پڑے۔

”آپ بار بار مونگ کی دال کا ذکر کر رہے ہیں — کیا اس کے پس منظر میں کوئی خاص بات ہے؟“ — دسم نے ہنستے ہوئے کہا۔

”پس منظر کیا ہونا ہے۔ بیکار آدمی مونگ کی دال ہی کھا سکتا ہے باربی۔ کیونکہ کھانے سے تو رہا۔“ — جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”باربی کیو — یعنی بھنا ہوا گوشت — یہ تو بس تہذیبی تکلف ہے ورنہ جب ہمارے اباؤ اجداد کچا گوشت کھاتے تھے تو انہیں مونگ کی دال کھانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی کیوں مسٹر دسم؟“ — عمران نے مسکراتے ہوئے دسم سے مخاطب ہو کر کہا تو دسم ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”سوری عمران صاحب — اب تو بھون کر ہی کھانا پڑے گا۔ اب کچا نہیں کھایا جاسکتا۔“ — دسم نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران اس کی ذہانت پر مسکرایا کیونکہ اس کے جواب سے ظاہر تھا کہ وہ عمران کی انتہائی گہری اور لطیف بات کو اچھی طرح سمجھ گیا ہے۔

”تو پھر میری طرح مونگ کی دال کھانے کے لئے تیار رہنا۔ اس بھون کر کھانے کے چکر میں تو مسئلہ پرانا ہو جاتا ہے۔ بہر حال آپ نے اپنا پورا تعارف نہیں کرایا۔“ — عمران نے جولیا کا منہ ٹیڑھا ہوتے

اور اب روسیہ اور سفید والا مسئلہ آپ دونوں بہتر طور پر حل کر سکتے ہیں۔ — عمران نے جولیا کے غیر ملکی رنگ اور دسم کے متاثرہ رنگ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی خوبصورت طنز کی تو دسم کے چہرے پر ایک رنگ سا اکر گزر گیا۔

”عمران صاحب — حقیقتاً مجھے آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ آپ کو شاید علم نہیں ہے کہ آپ کی بہن مس ٹریا کے لئے میرا رشتہ گیا تھا لیکن پھر معلوم ہوا کہ آپ کے والدین نے مس ٹریا کا رشتہ اپنے ہی خاندان میں طے کر لیا ہے۔ اس پر میں خاموش ہو گیا۔ میری کزن اور مس ٹریا کلاس فیلو ہیں۔ مس ٹریا نے میری کزن سے آپ کے متعلق جو باتیں کہی ہیں انہیں سن کر مجھے آپ سے ملاقات کا بے حد اشتیاق تھا لیکن کاروباری مصروفیت کی وجہ سے وقت نہ مل سکا۔ اس دوران ایک ہوشیار مس جولیانہ سے ملاقات ہو گئی اور یقین کیجئے ہم دونوں نے ایک دوسرے کو بے حد لائیک کیا۔ پھر مس جولیانہ نے جب آپ کا ذکر کیا تو میں نے مس جولیانہ سے اصرار کیا کہ میں آپ سے فوراً ملنا چاہتا ہوں اور میرے اصرار پر مس جولیانہ یہاں لے آئی ہیں اور حقیقتاً مجھے آپ سے مل کر اور آپ کی خوبصورت باتیں سن کر بے حد مسرت ہوئی ہے۔“ — دسم کا لہجہ بے حد پر غلوں سے تھا۔

”اور مجھے بھی آپ سے مل کر مسرت ہوئی ہے۔ مجھے مس جولیانہ کے اعلیٰ ذوق کا پہلے سے علم تھا اور مجھے بے حد مسرت ہے کہ مس جولیانہ کو ان کے اعلیٰ ذوق کے مطابق ایڈجسٹڈ دوست مل گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ دونوں کی دوستی تا دیر قائم رہے گی۔ پس شرط ہے آپ مونگ

دیکھ کر موضوع بدلتے ہوئے کہا کیونکہ اب جویا اتنی احمق تو بہر حال نہ تھی۔
کر وہ عمران کا ذومنی فقرہ ہی نہ سمجھ سکتی۔

”میں فیروز الدین احمد کا اکٹوتا لڑکا ہوں، ہماری جاگیر راج گڑھ میں
ہے، والد صاحب اور آپ کے ڈیڈی سررحمن کے درمیان کافی پرانی
دوستی ہے۔ میں نے بزنس اینڈ منسٹریشن میں ڈاکٹریٹ کیا ہوا ہے اور
میری ذاتی امپورٹ ایکسپورٹ کمپنی ہے۔ ویم امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن
لیٹیڈ اس کے ساتھ ساتھ میں فوج کو انتہائی حساس دفاعی آلات جو
سپنائی کرتا ہوں اس کے لئے میں نے علیحدہ کمپنی بنائی ہے فیروز انٹرپرائز
لیٹیڈ۔ شان کالونی میں میری رہائش ہے۔ کوٹھی نمبر یکس اے بلاک
وہاں میں اکیلا نوکروں کے ساتھ رہتا ہوں، کاروباری مصروفیات کے
بعد زیادہ تر وقت سٹون کلب میں گزرتا ہے۔ مس جویا نا سے بھی سٹون
کلب میں ہی پہلی بار ملاقات ہوئی تھی۔“ ویم نے باقاعدہ
اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اوہ اس کا مطلب ہے آپ کو کنگ آف سٹونز کا ہمسایہ ہونے
کا مشرف حاصل ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کنگ آف سٹونز۔“ اوہ آپ شاید ڈاکٹر کروسو کی بات کر رہے
ہیں، وہی اکثر اپنے آپ کو کنگ آف سٹونز کہتے ہیں۔ ان کی کوٹھی بھی
شان کالونی میں ہے، اس کا نمبر چودہ ہے، اے بلاک میں، ویسے وہی
سٹون کلب کے مالک ہیں، انتہائی شاندار اور باوقار کلب ہے، ویسے
ڈاکٹر کروسو بہت عالم فاضل آدمی ہیں، انتہائی باوقار بارعب شخصیت
کے مالک ہیں، جواہرات کی کانوں کے ٹھیکیدار بھی ہیں اور جواہرات

کے بہت بڑے ایکسپورٹر بھی ہیں، اس لحاظ سے تو واقعی وہ کنگ آف
سٹونز کہلانے کے حق دار ہیں، ویسے ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے
ان کے گیٹ پر موجود نیم پلیٹ کے نیچے ڈاکٹروں کی اتنی لمبی قطار ہے
کہ میں اکثر ان سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کو تو کنگ آف ڈاکٹریز ہونا چاہیے،
ویم نے ہنستے ہوئے کہا، وہ خاصا بات تو فیروز جوان تھا، اس لئے جو کچھ
بھی بتانا تفصیل سے بتاتا تھا۔

”ڈاکٹر کروسو۔“ خیر ہوگا۔ لیکن آپ کی انگلیوں میں کوئی برقعہ
سٹون نظر نہیں آ رہا، اس کا مطلب ہے کہ ابھی تک آپ اس کنگ
کی رعایا بننے پر تیار نہیں ہوئے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

”برقعہ تو کب کی ہو چکی۔ اب اس کی یادگار پہننے کا کیا فائدہ؟“
ویم نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اب ویم میرج اسٹون پہننے کا کیوں ویم۔“ جویا نے جو
ب خاموش بیٹھی ہوئی تھی مسکراتے ہوئے کہا تو ویم اور عمران دونوں
ب ہنس پڑے۔

”میرج کی بات تو بلند میں آئے گی فی الحال تو تو سٹون کی ضرورت
ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس بار جویا کھلکھلا
ب ہنس پڑی۔

”اوہ واقعی ویم ہمیں اس ڈاکٹر کروسو سے ملنا چاہیے، وہ ہمیں
سٹون تجویز کرے گا، دیری گڈ چلو اٹھو۔ بس مل لیا تم نے اس
سے۔“ نہ ہی اس نے چائے کا پلو چھا ہے اور نہ کھانے کی دعوت

رہے گی۔ — وسم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی جولیاء کے پیچھے چل پڑا۔

”ان حالات میں تو واقعی خدا ہی حفاظت کر سکتا ہے۔“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جب وہ دونوں فلیٹ سے باہر نکل گئے تو عمران نے دروازہ بند کیا اور مسکراتا ہوا واپس ڈرائنگ روم کی طرف آیا۔

”ہونہہ جذباتی لڑکی۔“ عمران نے بڑبڑا کر کہا اور پھر ریسور اٹھا کر اس نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ایکسٹو۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مخصوص بلجے میں کہا۔

”تم واقعی اب نمبر لو ہو چکے ہو۔ پیارے بھائی نمبرون والی سیٹ وسم فیروز الدین احمد نے سنبھال لی ہے۔“ عمران نے چپکتے ہوئے کہا۔

”نمبرون کی سیٹ — وسم فیروز الدین احمد نے سنبھال لی ہے۔

کیا مطلب — میں سمجھا نہیں۔“ بلیک زیرو نے واقعی یہ سمجھنے ہوئے بلجے میں کہا۔

”کس لفظ کا مطلب سمجھاؤں — نمبرون کا — سیٹ کا —

وسم فیروز الدین احمد — یا سنبھالنے کا — بولو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ پورے فقرے کا ہی مطلب سمجھا دیجئے گا — کہاں

ہے۔ اس کے پاس تو سوائے باتوں کے اور کچھ ہے بھی نہیں۔“ جولیاء نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”او۔ کے ٹھیک ہے۔“ وسم بھی اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے وہ ریموٹ کنٹرولڈ ہو اور ریموٹ کنٹرولر جولیاء کے پاس ہو۔ عمران بھی اخلاقیات اٹھ کھڑا ہوا۔

”مسٹر وسم — ڈاکٹر کدوسو سے ملاقات ہو تو اس سے ہجرو فراز سٹون بھی پوچھ لینا — چلو میں وہی پن لوں گا۔“ عمران نے وسم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور اس بار جولیاء کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

”ہجرو فراق کے لئے پتھر پہنا نہیں جاتا۔ پتھر سے سڑک کرایا جاتا ہے عمران صاحب۔“ جولیاء نے بڑے طنز یہ بلجے میں کہا۔

”پھر تو مجھے پتھر دل کی خدمات حاصل کرنی پڑیں گی۔ میں ابھی فون کرتا ہوں اسے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیاء یکنگت سنجیدہ ہو گئی۔ وہ عمران کا مطلب سمجھ گئی تھی کہ پتھر دل سے مطلب ایکسٹو ہے اور عمران اسے دراصل دھمکی دے رہا ہے۔

”اسے میری طرف سے بتا دینا کہ میں اپنی ذاتی زندگی میں فیصلے کے لئے خود مختار ہوں اور اس فیصلے کے لئے مجھے کسی سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے اور فیصلہ میں نے کر لیا ہے۔“ وسم نے جولیاء کے پاس اٹھ کھڑے ہو کر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گئی۔

”خدا حافظ عمران صاحب — مجھے امید ہے اب ملاقات ہوتی

کا ہجر اسی طرح سنجیدہ تھا۔

”ارے واہ — اسے کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔
یعنی کہ تمہیں اپنے رقیب روسیہ سفید مطلب سے بلیک اینڈ وائٹ
فین کی رہائش گاہ کا بھی علم ہے۔ واہ بہت خوب —“ عمران
کے ہجے میں واقعی حیرت کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

”یہ بات نہیں ہے عمران صاحب — میں کل شاپنگ پلازہ
گیا تھا، کچھ سٹریٹس خریدنی تھیں تو واپس آتے ہوئے شارٹ کٹ
کی وجہ سے میں شان کالونی سے ہو کر گزرا تو میں نے جولیا کو ایک روز رالس
کار میں بیٹھے دیکھا جسے ایک مقامی نوجوان چلا رہا تھا۔ کار اس وقت
شان کالونی کی ایک عظیم الشان کوئٹھی کے پھاٹک پر اندر جانے کے
لئے رکی ہوئی تھی۔ میں نے یہاں پہنچ کر پہلے تو سوچا کہ جولیا سے اس
بارے میں پوچھ گچھ کر دوں لیکن پھر میں نے ارادہ بدل دیا کہ جولیا سمجھ دار
ہے۔ ظاہر ہے وہ کوئی ایسی حرکت تو نہ کرے گی جس سے سیکرٹ
سروس پر کوئی حرف آتا ہو اور ویسے بھی آج کل کوئی کیس نہیں ہے۔
اس لئے ہو سکتا ہے جولیا نے وقت گزارنے کے لئے کسی سے دوستی
وغیرہ کر لی ہو۔ یہ اس کا ذاتی معاملہ ہو۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا لیکن
اب آپ کی بات سن کر مجھے اچانک خیال آیا کہ اس کوئٹھی کے پھاٹک
پر فیروز مینشن کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔“ بلیک زیرو نے
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”جولیا نے بھی مجھے تمہارے لئے یہی پیغام دیا ہے کہ وہ ذاتی
زندگی میں فیصلے کے لئے خود مختار ہے اور اس فیصلے کے لئے اسے

ایک ایک لفظ سمجھانے کی تکلیف کرتے رہیں گے۔“
طرف سے بلیک زیرو نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اس کے
خوبصورت جواب پر عمران بھی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”ابھی سے عقیل سلیم میں ترقی ہونے لگ گئی ہے۔ ابھی تو میں
مطلب بھی نہیں بتایا — مطلب یہ ہے پیارے بھائی کہ جولیا
شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ عمران نے جواب دیا
”جولیا نے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے — اس کی بات
وہ بیچاری تو بچانے کب سے یہ فیصلہ کئے بیٹھی ہے۔ آپ اپنا
بتائیں۔“ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اب وسیم فیروز الدین احمد
شہ بال بنوں گا۔“ عمران نے جواب دیا اور اس بار دوسری
چند لمحے خاموشی سی طاری رہی۔

”کیا ہوا — ارے ابھی تو صرف فیصلہ ہی ہوا ہے اور تمہیں
سانپ چھوڑا دھا سونگھ گیا ہے۔ شادی کے بعد کون سونگھے
پیارے بھائی۔“ عمران نے چپکتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب — یہ کوئی نیا مذاق ہے۔“ بلیک
کی سنجیدہ سی آواز سنائی دی۔

”نیا مذاق ہی سمجھ لو۔ اگر تمہاری لغت میں عشق کی جگہ مذ
لفظ لکھا ہوا ہے تو —“ عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب — یہ وسیم فیروز الدین احمد وہی لڑکا
نہیں ہے جس کی کوئٹھی شان کالونی میں ہے۔“ بلیک

اب جذبات کی آخری حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس لئے آپ بھی ذرا اپنے اصولوں پر نظر ثانی کر لیجئے۔ ورنہ اس کے بعد اس کی خودکشی کی ہی خبر ملے گی ہیں۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے سنتے ہوئے کہا۔

”اگر جولیہ اپنے ذاتی فیصلوں میں خود مختار ہے تو میں بھی اپنے ذاتی فیصلوں میں خود مختار ہوں اور اگر جولیہ نے فیصلہ کر لیا ہے تو میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے کہ اب میں دسیم فیروز الدین احمد کا سہ بالا بنوں گا۔ اور اس کے بعد مس جولیہ نا تو بن جائے گی۔ مسز جولیہ نا دسیم فیروز الدین احمد اور اتنے بے نام کی گنجائش سیکرٹ سروس میں تو نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کے بعد مسز جولیہ نا دسیم فیروز الدین احمد کا تبادلہ سیکرٹ سروس کی بجائے ہوم بلکہ بنگلہ۔۔۔ ارے نہیں مینشن سروس میں کر دیا جائے گا اور پھر ہم اس کے بچوں کی سالگرہ کا کیک کٹتے وقت تالیاں بجانے جایا کریں گے۔“ عمران نے کہا تو بلیک زیرو ہنس پڑا۔

”آپ کی بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی جولیہ کا یہ حربہ کامیاب رہا ہے۔ آپ واقعی جل گئے ہیں۔“ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران بھی ہنسن پڑا۔

”تمہارا اندازہ یکسر غلط ہے۔ دسیم فیروز الدین احمد بظاہر اچھا اور کھاتا پیتا لڑکا ہے۔ خوش رو بھی ہے اور خوش اخلاق بھی۔ وہ مجھے بتا رہا تھا کہ اس کا رشتہ ثریا کے لئے کیا تھا لیکن تمہیں تو معلوم ہے کہ کچھ عرصہ قبل اماں بی نے ثریا کا رشتہ اپنے میکے کے ایک عزیز کے لڑکے سے طے کر دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو واقعی ثریا کے لئے یہ اچھا رشتہ ثابت ہوتا اور اگر میں ثریا کے لئے اس

کسی سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے اور فیصلہ بھی وہ کر چکا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ تو معاملات اس حد تک پہنچ چکے ہیں اور اتنی جلد اس حد تک معاملات کا پہنچ جانا جولیہ جیسی لڑکی کے لحاظ سے غیر فطری محسوس ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ دسیم فیروز الدین احمد کسی خاص چکر میں تیزی سے ورک کر رہا ہو۔ مجھے اب چیک کرنا پڑے گا۔“ بلیک زیرو کا لہجہ بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔

”ارے ارے اتنا سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ قربت میں یہ تیزی دراصل کسی اور وجہ سے ہے۔ یہ بھی ایک طریقہ ہوتا ہے کسی کو جھنجھوڑنے کا کہ دیکھو اگر تم پتھر دل ہو تو ہم کسی اور سنگ آستان سے بھی سر ٹکرا سکتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس بار بلیک زیرو کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”میں سمجھ گیا ہوں۔ تو جولیہ آپ کو جلانے کے لئے یہ حرکتیں کر رہی ہے۔“ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مجھے۔۔۔ واہ۔۔۔ یہ خوب ہے کہ اپنی بات مجھ پر ڈال دی۔ پیار بھائی میں تو صرف پیغام رساں ہوں۔ وہ کیا کہتے ہیں اردو شاعری کا قاصد۔ لیکن مجھے مرزا غالب کا وہ قاصد نہ سمجھ لینا کہ جو گیا تھا مرزا غالب کا پیغام پہنچانے اور خود ہی ترقی کر کے مرزا غالب بن گیا۔“ عمران نے کہا تو بلیک زیرو ایک بار پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”ویسے عمران صاحب۔ جولیہ کی یہ حرکت بتا رہی ہے کہ وہ

کا انتخاب کر سکتا تھا تو پھر جولیا کے لئے بھی یہ مناسب رشتہ ہے۔ تم البتہ حقور سی مزید تحقیق کرو، الو اس کی۔ کیونکہ اب جولیا کا خاندان تو یہاں موجود نہیں ہے جو تحقیق کرتا پھرے گا اور اگر انکو انری میں لڑکا پاس ہو جائے تو پھر یہ بیٹہ باجے بچا ہی دو۔۔۔ عمران نے سنجیدہ بلجے میں کہا۔

”اود آپ واقعی سنجیدگی سے یہ سب کچھ کہہ رہے ہیں۔۔۔“
 بلیک زیرو نے اس بار انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا کیونکہ شریا کے حوالے کے بعد عمران سے مذاق کی توقع نہ کی جاسکتی تھی۔
 ”ہاں میں سنجیدگی سے بات کر رہا ہوں، سیکرٹ سروس کو اور لڑکیاں مل جائیں گی لیکن جولیا کو شاید دسیم سے اچھا رشتہ نہ ملے۔۔۔“
 عمران نے جواب دیا۔

”آپ کا مطلب ہے جولیا کا سیکرٹ سروس سے تعلق جی ختم کر دیا جائے۔۔۔“ بلیک زیرو نے پریشان ہو کر کہا۔
 ”ظاہر ہے۔۔۔ شادی تو سیکرٹ سروس میں کام کرنے کی سب سے بڑی نا اہلیت ہے۔ شادی کے بعد جو ذمہ داریاں نبھانی پڑتی ہیں اور جو حالات پیدا ہو جاتے ہیں وہ سب کچھ سیکرٹ سروس کے ساتھ نہیں چل سکتا اور ضروری بھی تو نہیں کہ جولیا نے مرتے دم تک سیکرٹ سروس میں ہی رہنا ہے۔ تبادلہ بھی تو ہونا چاہیے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اگر آپ واقعی سنجیدہ ہیں تو ظاہر ہے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں صفر کے ذمہ لگا دیتا ہوں، وہ اس دسیم

کی انکو انری کرے گا۔“ بلیک زیرو نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور عمران اس کے اس بلجے سانس پر مسکرا دیا۔ اسے معلوم تھا کہ سیکرٹ سروس کے کارکنوں کی ایک ہی ٹیم کی شکل میں اتنے عرصے سے کام کرنے سے ایک دوسرے سے جذباتی وابستگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے بلیک زیرو کو لاشعوری طور پر اس اقدام سے انسو ہوا رہا ہے۔

شکر ہے۔۔۔ تم نے صفر کا نام لیا ہے۔ ورنہ میرا خیال تھا کہ تم تو میرا نام لوگے تاکہ انکو انری رپورٹ ہی وہ ایسی دے کہ بیٹہ باجہ کی بجائے کوئی امید ساز بچنا شروع ہو جائے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو سنسن پڑا۔ اور ہاں ایک کام اور کرنا ہے۔۔۔ شان کا لونی کی ایک کوشش ہے جس کا نام چودہ ہے ہلاک اے۔۔۔ اس میں ایک صاحب رہتے ہیں، ڈاکٹر کروسو۔ وہ جو اہرات کی کالوں کے ٹھیکیدار ہیں اور جو اہرات بھی ایکسپورٹ کرتے ہیں۔ انہوں نے کوئی سٹون کلب بھی بنایا ہوا ہے اور اپنے آپ کو کنگ آف سٹونز بھی کہتے ہیں۔ چوہان کے ذمہ لگا دو کہ وہ اس ڈاکٹر کروسو کے متعلق مکمل تحقیقات کر کے رپورٹ کرے۔“ عمران نے کہا۔

”ڈاکٹر کروسو کنگ آف سٹونز۔ تو کیا کوئی کیس شروع ہو گیا ہے۔“ بلیک نے انتہائی سنجیدہ بلجے میں کہا۔

”ارے نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارا حال بھی پولیس والوں جیسا ہو۔ کہ ہر شخص انہیں مجرم نظر آنے لگتا ہے۔

اس نے اپنے یار سو پر فیاض کو کوئی برتھ سٹون کیٹ آئیز والی انگوٹھی
 فروخت کی ہے اور پھر ایک ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا ہے کہ ایسی
 ہی کسی انگوٹھی کے چکر میں ایک غیر ملکی پر حملہ ہوا ہے اور اس نے
 بھی کسی بادشاہ کا نام لیا تھا۔ اس سے میری چھٹی جس میں بھی ملکی سی
 سرسراہٹ ہونے لگی ہے۔ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب
 دیا۔

”ٹھیک ہے — میں معلوم کرتا ہوں۔“ بلیک زبرد
 نے کہا اور عمران نے او۔ کے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

دروازے پر دستک سنتے ہی صوفے پر بیٹھے ہوئے کنگ نے
 سر اٹھایا۔

”ایس کم ان۔“ کنگ نے تیز لہجے میں کہا تو دروازہ کھلا
 اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

”اؤ جیک — میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔“ کنگ نے
 نرم لہجے میں کہا۔

”باس انتہائی حیرت انگیز خبریں لایا ہوں۔“ جیک نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”بیٹھو اور تفصیل سے مجھے بتاؤ۔“ کنگ نے سر ہلاتے
 ہوئے کہا اور جیک سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”باس آپ نے جب عمران کے بارے میں چیکنگ کے لیے مجھے
 کہا تو میں نے اس سلسلے میں معلومات کرنے کے لئے سنٹرل انٹیلیجنس

”جی ہاں۔۔۔ وسم کے متعلق یہی بات کر رہا تھا۔ جانی پاشا بھی وسم کو جانتا تھا کیونکہ وسم کا رشتہ عمران کی بہن کے لئے گیا تھا۔ اور عمران کے والد سر رحمن نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ذمہ اس کی انکوائری لگائی تھی اور فیاض نے انسپکٹر جانی پاشا کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی تھی لیکن ابھی مختصر سی انکوائری ہی جانی پاشا نے کی تھی کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض

” میرے ذہن میں ایک پلان آیا ہے۔ آپ پہلے یہ پلان سن لیں۔ اس پلان کے تحت میں نے اسے حیرت انگیز خبر کہا تھا۔“ جیک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

” اوه کیسا پلان! — کنگ نے چونک کر پوچھا۔
 ” آپ یہی چاہتے ہیں کہ عمران یا تو بُری طرح کسی چکر میں پھنس جائے یا ہلاک ہو جائے لیکن اس طرح کہ ہمارے متعلق ذرا برابر بھی شک نہ ہو۔“ — جیک نے کہا۔

” ہاں اور اس لئے میں نے تم سے بات کی تھی کیونکہ میں تمہاری صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔“ — کنگ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

” دیکھئے عمران بھی جولیامیں دلچسپی لیتا ہے اور جولیامجلانے کے لئے دسیم میں دلچسپی لے رہی ہے اور دسیم فوج کو انتہائی حساس دفاعی آلات سپلائی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے خود ہی بتایا ہے اور میں بھی جانتا ہوں کہ سنٹرل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل سررحمن جو کہ عمران کا باپ ہے انتہائی با اصول اور انتہائی سخت گیر آدمی ہے۔ اگر عمران کے خلاف کوئی ایسا ثبوت اس کے سامنے آتا ہے جس سے عمران کا ملک کے مفادات کے خلاف کام کرنا ثابت ہو جائے تو سررحمن باوجود باپ ہونے کے عمران کی ذرا برابر بھی رعایت نہیں کرے گا۔ اس لئے کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم دسیم کی فوج کو حساس آلات کی سپلائی میں کوئی ایسا چکر چلا دیں جس سے کوئی تحریب کاری عمران پر ثابت ہو جائے تو اس طرح عمران لازماً پھنس جائے گا۔“ —

عمران کی محبت میں جنون کی حد تک دیوانی ہے۔ لیکن عمران بنظاہر اسے گھاس نہیں ڈالتا۔ صرف دلچسپی اور چھیڑ خانی والی گفتگو تک ہی محدود رہتا ہے۔ چنانچہ جولیامنے عمران کو حسد دلانے کے چکر میں ایک نوجوان سے محبت شروع کر دی لیکن وہ نوجوان کوئی مجرم نکلا۔ اس نے کسی خاص چکر میں خود ہی جولیامکو اپنے قریب کر لیا تھا۔ اس نوجوان کے متعلق سپرنٹنڈنٹ فیاض کو کسی طرح علم ہو گیا تھا اور اس نے اس نوجوان کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس طرح یہ چکر ختم ہو گیا۔ جانی پاشا نے کہا کہ جولیامدسیم کے ساتھ یہ محبت کا ڈرامہ صرف عمران کو جلانے کے لئے کھیل رہی ہے۔ ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ جانی پاشا کو ہیڈ کوارٹر سے کال آگئی اور وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اب میں نے ان دونوں کی گفتگو سننی شروع کر دی اور پھر میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ ان دونوں کے درمیان گفتگو کا موضوع بھی عمران ہی تھا اور جولیامجس انداز میں عمران کی باتیں کر رہی تھی اس سے میں سمجھ گیا کہ جانی پاشا کی بات درست ہے۔ جولیاماصل دسیم سے دلچسپی صرف عمران کو جلانے کے لئے کر رہی تھی اور وہ احمق دسیم یہ سمجھ رہا تھا کہ جولیامواقعی اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔ پھر ان کے درمیان عمران کے فلیٹ میں جانے کی بات ہوئی اور وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے ان کا تعاقب کیا۔ وہ واقعی عمران کے فلیٹ میں ہی گئے تھے۔ چنانچہ میں واپس آگیا۔ — جیک نے کہا۔

” لیکن اس میں حیرت انگیز خبر کیا ہوئی۔“ — کنگ نے اس بار انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

وجہ قتل موجود ہے کہ عمران جو لیا سے محبت کرتا ہے اور جو لیا وسم سے محبت کرتی ہے اس لئے عمران نے رقابت میں اگر وسم کو قتل کر دیا، ویری گڈ۔ وہی عام سی کہانی جو ننانوے فیصد قتل کا اصل پس منظر ہوتا ہے اور اس پر فوراً ہی سب کو یقین بھی آجائے گا۔ کنگ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا،

”تو پھر میں اس پلان پر عمل کروالوں۔“ — جبک نے مسکراتے ہوئے کہا،

”ارے فوراً نہیں — یہ عام قتل کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس میں انتہائی چھان بین کی جائے گی۔ عمران سررحمن کا لڑکا ہے اور جب بیٹا قتل کے چکر میں ملوث ہوگا تو پھر لازماً باپ نے بھی اصل حقیقت کے لئے انکوائری کروانی ہے۔ پھر سیکرٹ مردس نے بھی عمران کو اس قتل کے چکر سے نکالنے کے لئے اپنے طور پر پوری طرح تحقیقات کرنی ہے اور اگر عمران بچ نکلا تو پھر ہمارا سارا پلان قطعی طور پر ناکام ہو جائے گا اور وہ بیچارہ وسم بھی خواہ مخواہ مارا جائے گا۔ اس لئے اس کے لئے ایسی پلاننگ کی جائے کہ چاہے کوئی لاکھ سرٹیکے لیکن عمران کو قتل کے الزام سے نہ بچا سکے اور عمران روز روشن کی طرح قتل کا مجرم ثابت ہو جائے۔“ — کنگ نے کہا،

”آپ بتائیں — کیا پلاننگ آپ کے ذہن میں ہے؟“ — جبک نے سر ہلاتے ہوئے کہا،

”میرا خیال ہے کہ وسم اور جو لیا کے عشق کو مزید ابھارا جائے تاکہ وجہ قتل مزید کنفرم ہو جائے۔ اس کے بعد وسم کو قتل ایسی جگہ کیا

جبک نے کہا،

”تمہاری بات سمجھ میں تو آتی ہے لیکن میں نے عمران کی وہ ناک دیکھی ہے جو بیڈ کوارٹر سے ہیں بھیجی گئی ہے اس میں درج ہے کہ عمران پاکیشیا کی سیکرٹ مردس کے لئے بھی کام کرتا ہے اور مقامی سیکرٹ مردس انتہائی فعال اور تیز ہیں سے اور اس کا خفیہ سربراد جسے ایکسٹوہتے ہیں سررحمن سے کہیں زیادہ با اختیار ہے اس لئے اگر وہ عمران کی حمایت میں آگے تو سررحمن باوجود انتہائی با اصول ہونے کے بے بس ہو کر رہ جائیں گے اور سیکرٹ مردس لازماً اس سارے کھیل کی پڑتال میں نکل پڑے گی اور نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ ہم تک آج نہیں گئے۔“ — کنگ نے کہا،

”اوہ سیکرٹ مردس وانی بات کا مجھے علم نہ تھا، اگر ایسی بات ہے تو پھر ایک اور چکر بنایا جاسکتا ہے۔ وسم کو قتل کیا جاسکتا ہے اور وہاں کوئی ایسا ثبوت رکھ دیا جائے کہ قتل کا الزام عمران پر ہی پڑے وسم انتہائی معزز آدمی ہے اور پھر اس نجو باب بھی بہت بڑا جاگیردار اور با اثر آدمی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس کے تعلقات نہ ملکت اور وزیر اعظم تک سے انتہائی دوستانہ ہیں۔ وسم کے قتل کے الزام میں اگر عمران کو پھنسا دیا جائے تو پھر یقیناً سیکرٹ مردس کا چیف بھی اسے نہ بچا سکے گا۔“ — جبک نے کہا اور کنگ اچھل پڑا،

”اوہ ویری گڈ — یہ واقعی انتہائی خوبصورت پلان ہے۔ ویری گڈ، جبک تمہارا دس دقتی بے حد ذرخیز ہے۔ قتل کے چکر میں سب سے بڑی بات مقصد قتل ہوتا ہے اور جو لیا کی وجہ سے یہ

جانی پاشا آدمی بڑا صاف ستھرا ہے۔ وہ رشوت بھی نہیں لیتا۔ اسے کس طرح قابو کیا جائے؟ — جیک نے کہا۔

”یہ کام میں کر لوں گا۔ اس طرح کہ جانی پاشا کو خود بھی اس کھیل کا شعور نہ ہو گا اور اسے اس وقت عمران کے فلیٹ میں بھیجیں گے جب عمران فلیٹ میں موجود نہ ہو تا کہ عمران اس کی مخصوص کیفیت نہ دیکھ سکے۔“ — کنگ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا آپ کی بات — جانی پاشا عام آدمی ہے۔ آسانی سے ٹرانس میں آجائے گا۔ اب یہ بات بھی طے ہو گئی۔ لیکن پہلی بات کہ وہیم اور جولیا کی باہمی محبت اور عمران کے حسد کو کس طرح اچھالا جائے؟ — جیک نے کہا۔

”اس کے لئے بھی جانی پاشا کو ہی استعمال کیا جائے۔ وہ فیاض اور دوسرے انسپکٹروں کے سامنے اس کا پردہ پکینڈہ کرے اور جہاں جہاں عمران جاتا ہو وہاں بھی مختلف ذرائع سے یہ بات پہنچا دی جائے تو ہمارا مقصد حل ہو جائے گا۔“ — کنگ نے جواب دیا۔

”بالکل ٹھیک — تو پھر یہ پلان طے ہو گیا۔“ — جیک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں تو اس پر کام شروع کر دو۔ انگلیوں کے نشانات کے علاوہ کوئی اور ثبوت کے بارے میں بھی سوچتے رہنا۔ جس قدر زیادہ ثبوت مل سکیں بہتر رہے گا اور جانی پاشا کو تم اپنے ساتھ

جائے جہاں وہ عمران آتا جاتا رہتا ہو۔ جس ریلو الور سے وہیم کو گولی ماری جائے اس ریلو الور کے دستے پر عمران کی انگلیوں کے نشانات ہونے چاہئیں اور وہ ریلو الور عمران کے فلیٹ سے برآمد ہونا چاہیے۔“ — کنگ نے کہا۔

”یہ تو ہو جائے گا۔ انتہائی آسانی سے۔“ — جیک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”انتہائی آسانی سے — وہ کیسے — انگلیوں کے نشانات کیسے حاصل ہوں گے؟ جو اصل بات ہے۔“ — کنگ نے کہا۔

”عمران کسی ہوٹل اور کیفے میں تو جائے گا۔ وہاں کسی بھی گلاس یا بوتل کو جس سے عمران نے کچھ پیا ہو، آسانی سے غائب کیا جاسکتا ہے اور پھر اس گلاس یا بوتل سے مائیکرو فنشنگ کا پیپر سے عمران کی انگلیوں کے نشانات آسانی سے ریلو الور کے دستے پر منتقل کئے جاسکتے ہیں۔“ — جیک نے جواب دیا۔

”دیرری گڈ — واقعی یہ تو بہت آسان کام ہے۔“ — کنگ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اس کے علاوہ اس کی کار کے ہینڈل پر بھی نشانات موجود ہوں گے۔ وہاں سے بھی نشانات حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ نشانات حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں۔ البتہ ریلو الور کا عمران کے فلیٹ سے برآمد ہونا ایک مسئلہ ہے کیونکہ عمران بے حد چونکا آدمی ہے۔ اس کے لئے تو صورت ہو سکتی ہے کہ جانی کو استعمال کیا جائے۔ وہ عمران کے فلیٹ میں لیکر اور وہ ریلو الور وہاں چھوڑ آئے لیکن

ایک دو روز میں مجھ سے ملوانے لے آنا۔ میں اُسے کور کروں گا۔
کنگ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آج ہی کام شروع کر دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی ہمارے مطلب کا نتیجہ نکل آئے گا۔“

جیک نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
”او۔ کے۔ اب تم جا سکتے ہو۔“ کنگ نے کہا اور
جیک سلام کر کے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

عمران نے کار فلیٹ کے سامنے روکی تو وہ وہاں پہلے سے
موجود سوپرفیاض کی جیب دیکھ کر چونک پڑا۔ جیب خالی تھی۔
اس کا مطلب تھا کہ فیاض اور فلیٹ میں گیا ہے لیکن فلیٹ تو
بند تھا کیونکہ سیماں گاؤں گیا ہوا تھا۔ عمران نے کار گراج میں لے
جانے کی بجائے وہیں باہر ہی روکی اور پھر کار سے اتر کر فلیٹ کی
سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ اوپر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ فلیٹ
کا بند دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ تالا بھی غائب تھا۔ عمران نے
پہلے تو دروازہ کھول کر اندر جانے کا ارادہ کیا لیکن پھر وہ رُک گیا۔
کس نے ہاتھ اٹھا کر کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ دوسرے
لمحے اندر سے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھلنے پر فیاض
کا چہرہ نظر آیا۔

”کیا یہ فلیٹ پاکیشیا کی سب سے معزز شخصیت علی عمران صاحب

” آپ نے بتایا نہیں جناب منشی صاحب کو آپ کے وکیل فیس نقد لیتے ہیں یا چیک کی صورت میں؟ — فیاض نے ہونٹ بھیختے ہوئے کہا۔

” فوجدار کی مقدمات کی نقد اور دیوانی نوعیت کے مقدمات کی چیک کی صورت میں اور چونکہ آپ کے خلاف دونوں قسم کے مقدمات دائر ہوں گے اس لئے آپ کو دونوں صورتوں میں فیس دینا پڑے گی۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” ٹھیک ہے۔ — آئیے اندر تشریف لائیے کیونکہ چیک تو بیٹھ کر لکھنا پڑے گا۔“ — فیاض نے واپس مڑتے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔ اسے فیاض کی موجودہ کیفیت واقعی سمجھ نہ آرہی تھی۔ فیاض کی توجہ ہی مکمل طور پر بدل گئی تھی لیکن تناد فیاض ہی۔

عمران جب فیاض کے پیچھے ڈرائنگ روم میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ میز پر چائے کی پیالی رکھی ہوئی تھی جس میں سے گرم گرم بھاپ بھی نکل رہی تھی اور پیالی اُدھی بھری ہوئی تھی۔ فیاض نے اندر آتے ہی خاموشی سے چائے کی پیالی اٹھائی اور خاموشی سے چسکیاں لینی شروع کر دیں۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی طاری تھی۔ ظاہر ہے چائے فیاض نے خود ہی بنائی ہوگی۔

” وہ چیک اور نقد رقم؟ — عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے منمناتے ہوئے بچے میں کہا۔

” ابھی دیتا ہوں — چائے پی لوں۔“ — فیاض نے

دام انبالہ کا ہے اور آپ اُن کے ملازم ہیں۔ ماشا اللہ علی عمر! صاحب جیسی اعلیٰ شخصیت کے ملازم کو ایسی ہی یونیفارم پہننا چاہیئے۔“ — عمران کی زبان چل پڑی۔

” ہاں پہلے یہ فلیٹ اسی احمق کے قبضے میں تھا۔ آپ کون صاحب ہیں؟ — فیاض نے عمران کی توقع کے بالکل برخلاف بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

” پہلے سے کیا مطلب؟ — عمران نے چونک کر پوچھا۔“ — پہلے سے مطلب یہ ہے کہ پہلے اس فلیٹ کا قبضہ اس انگریز علی عمران کے پاس تھا لیکن اب میں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ کیونکہ پہلے اس فلیٹ کا مالک میں تھا اب علی عمران ہے۔“ — فیاض کا لہجہ ویسے ہی سنجیدہ تھا۔

” اوہ تو ملازم نے ناجائز قبضہ کر لیا۔ خوب زمانہ اُگیا ہے اب ملازم بھی فلیٹ پر قبضہ کرنے لگ گئے ہیں۔ آپ نے تا کر قبضہ کیا ہے۔ اس لئے آپ کے خلاف ناجائز قبضے کے عا قفل شکنی کا بھی مقدمہ درج ہوگا۔ لائیے وکیل کی فیس۔“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

” چیک دوں یا نقد؟ — فیاض نے بڑے فرمانبردارانہ میں جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور عمران کی آنکھیں چم سے پھٹنے لگیں۔ وہ اس طرح فیاض کو دیکھنے لگا جیسے اسے پڑ گیا ہو کہ اس کے سامنے واقعی اصل فیاض ہے یا اس میک اپ میں کوئی اور ہے۔

پہنچ گیا ہے۔ اب میں واپس دفتر جاؤں گا۔ استعفیٰ لکھ کر سررحمن کے حوالے کروں گا اور گھر جا کر یونیفارم اتار دوں گا اور پھر خواب آور گولیوں کی پوری شنشی صبح میں اتار کر بستر پر لیٹ جاؤں گا۔ سلمیٰ بچوں کے ساتھ اپنے میکے گئی ہوئی ہے۔ صبح دودھ والا آئے گا تو وہ معمول کے مطابق اندر آکر کچن میں دودھ رکھے گا۔ بیڈ روم کچن کے ساتھ بنے ہیں اس کا دروازہ کھلا رکھوں گا تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں مرجھا ہوں اور پھر سب کو اطلاع بھی ہو جائے گی۔ —

نیا ن نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے واقعی انتہائی تیز اثر والی خواب آور گولیوں کی بڑی شنشی بھی نکال کر عمران کو دکھائی۔ شنشی واقعی نئی تھی اور ابھی تک اس کی سیل بھی نہ کھلی تھی۔ شنشی عمران کو دکھا کر اس نے واپس جیب میں رکھی اور صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”اچھا الوداع — اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو دوست سمجھ کر معاف کر دینا۔ خدا حافظ۔“ — فیاض نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ڈرائنگ روم سے نکل کر فلیٹ کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔ اس کا ذہن واقعی بُری طرح قلا بازیاں کھا رہا تھا۔

”ارے ارے ایک منٹ بات تو سُنو۔“ — عمران نے اچانک چونک کر تیز لہجے میں کہا۔

”اب سننے اور سنانے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا۔ خدا حافظ۔“ — بیردنی دروازے سے فیاض کی سنجیدہ آواز سنائی دی اور پھر دروازہ

سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے چائے کی آخری چسکی لی اور پیالی واپس میز پر رکھ کر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور اسے بڑے سنجیدہ انداز میں عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ میری وصیت ہے۔ اس میں تمہارے لئے بھی میں نے بہت کچھ لکھ دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بعد تم سلمیٰ اور میرے بچوں کا خیال رکھو گے۔“ — فیاض نے کاغذ عمران کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے اسے دیکھا اور پھر کاغذ کھول کر پڑھنے لگا۔ وہ واقعی فیاض کی وصیت نامہ تھا لیکن اس میں بھی اس نے بینکوں میں موجود نقد رقم کی تفصیلات نہ لکھی تھیں۔ صرف اتنا لکھا تھا کہ کاغذ فنانشل باکسر میری بیوی کو دے دیا جائے۔ وہ اس میں موجود ہر چیز کی مالک ہوگی۔ فلیٹ اس نے عمران کے نام لکھ دیا تھا۔ کوٹھی کی ملکیت بچوں کے نام لکھی تھی۔

”ہونہ تو تم مر رہے ہو — کب کا ارادہ ہے؟ —“ عمران نے کاغذ کو دوبارہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔ اس بار اس کا لہجہ بھی سنجیدہ تھا۔

”شاید کل کا سورج نہ دیکھ سکوں۔ میں یہ وصیت نامہ تمہارے حوالے کرنے آیا تھا۔ تم موجود نہ تھے اور مجھے معلوم تھا کہ چابی کد بڑی ہوئی ہے اس لئے تالا کھول کر اندر آگیا پھر تمہیں آنے پر دیر ہوئی تو میں نے چائے بنالی۔ اب یہ وصیت نامہ تمہارے پاس

”تیسری صورت بھی ہے۔ اُو میرے ساتھ“۔ عمران نے بھی انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر فیاض کو بازو سے پکڑ کر زبردستی جیب سے اتارا اور اسے فلیٹ میں واپس لے آیا۔

”یہ ہے تمہارا وصیت نامہ“۔ عمران نے میز پر پڑا ہوا وصیت نامہ اٹھایا اور اسے پُرزے پُرزے کر کے ایک طرف پڑی رو کی ٹوکری میں بھینک دیا۔ فیاض ہونٹ بھینچے خاموش کھڑا رہا۔ شاید کچھ بولنے کی وجہ سے اس کا ذہنی دباؤ کافی کم ہو گیا تھا۔

”اب بیٹھ جاؤ اور مجھے ساری تفصیل بتاؤ“۔ عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا بتاؤں۔ ہررحمن کے متعلق میں نے تمہیں بتایا ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ زلفی مجھ سے پہلے سے فارکھاتا ہے کیونکہ ہوٹل ہٹری شاکر کا مالک اس کا گہرا دوست ہے اور میں نے اس کے گودام پر چھاپہ مار کر غیر ملکی مشراب کا ایک کافی بڑا ذخیرہ پکڑ لیا تھا۔ ہررحمن کی تو وہ عادت جانتا ہے اس نے اس سے ان سے تو کچھ نہیں کہا مجھے دفتر بلا کر کہا کہ میں اس واقعہ کو گول کر جاؤں اور مشراب کا ذخیرہ بہن اس کے دوست کو واپس کر دوں۔ یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے۔ میں نے صاف انکار کر دیا اور نہ صرف انکار کر دیا بلکہ ہررحمن کو بھی رپورٹ کر دی جس پر ہررحمن نے زلفی کی شکایت سیکرٹری داخلہ سرراشد سے کر دی اور سرراشد نے زلفی کو اچھی فاضی

کھلنے اور بند ہونے کی آواز سننے کے ساتھ ہی فیاض کی سیڑھیاں اترنے کی آوازیں اُنے لگیں۔ عمران کو اچانک صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا تو وہ اُٹھ کر فیاض کے پیچھے بھاگا۔ فیاض جیب کی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

”وہ چیک اور نقد رقم تو دے دو۔ ابھی تو تم زندہ ہو اس لئے وصیت نامہ تو بیکار ہے“۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر انگنیش سے چابی نکالتے ہوئے کہا۔

”سنو عمران۔ میں بے حد سنجیدہ ہوں۔ دروازے پر بھی میں نے تم سے چند باتیں اس لئے کر لی تھیں کہ میرا ذہن بوجھ کی وجہ سے پھٹنے کے قریب تھا اور جب تک میں اپنا استعفیٰ زلفی کے منہ پر نہیں مار دیتا۔ میں مرنا نہیں چاہتا“۔ فیاض نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”زلفی۔ وہ کون ہے۔ کیا ڈیڈی ریٹائر ہو گئے ہیں“۔ عمران نے انتہائی حیرت سے چونک کر پوچھا۔

”وہ اسسٹنٹ سیکرٹری وزارت داخلہ ہے۔ انتہائی نا اہل، بدتمیز، احمق اور گھامڑ آدمی ہے۔ وہ اپنے آپ کو تیس مار خال سمجھتا ہے۔ ہررحمن انٹیلی جنس سکول کے معائنے کے سلسلے میں بلیکرام کئے ہوئے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو میں اس زلفی کو گولی مار کر خود پھانسی کے پھندے سے ٹک جاؤں یا استعفیٰ دے کر خود کشی کر لوں۔ تیسری کوئی صورت نہیں ہے۔ فیاض نے جیب میں بیٹھے بیٹھے انتہائی تیز و تند لہجے میں کہا۔

والے بچے میں کہا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے مسخ سا ہو رہا تھا اور
”انکھوں سے شعلے نکلنے لگے تھے۔“

”وہ فائل کس معاملے کی تھی؟“ — عمران نے پوچھا۔
”ایک افسر کو بلیک میل کیا جا رہا تھا۔ اس کی تحقیقی رپورٹ تھی۔
بلیک میل کو پکڑ لیا گیا تھا لیکن فائل مکمل نہ ہوئی تھی۔ وہ میری میز پر
پڑی تھی۔ میرا خیال تھا کہ آج وقت نکال کر اسے مکمل کروں گا۔“
فیاض نے جواب دیا۔

”وہ افسر کس محکمے سے متعلق ہے؟“ — عمران نے پوچھا۔
”وزارت صنعت کا سیکشن افسر برجیس ہے۔ خاصا عیاش
آدمی ہے لیکن دفتری کام میں انتہائی اصول پسند ہے۔ اس کے
عریاں نوٹو اتار کر اسے بلیک میل کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ کاغذ
بنانے کے کارخانے کے ٹینڈروں میں رد بدل کر کے ایک مخصوص
پارٹی کو ٹینڈر دے دے لیکن برجیس نے نہ صرف ایسا کرنے سے
انکار کر دیا بلکہ اس نے بلیک میلنگ کی رپورٹ بھی انٹیلیجنس کو کر دی
سرسری سی تفتیش کے بعد ہی بلیک میل پکڑا گیا۔ وہ ٹوٹی بار کا مینجر
رچرڈ تھا۔ اس نے اقبال جرم بھی کر لیا تھا۔ اب صرف دفتری فائل کی
رسمی کیپدیشن رہ گئی تھی۔ ان پارٹیوں وغیرہ کے چکر میں اسے مکمل نہیں
کر سکا تھا۔“ — فیاض نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر
میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع
کر دیئے۔

جھاڑ پلا دی۔ تب سے زلفی مجھ سے خار کھانے لگا لیکن سر رحمن
کی وجہ سے وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔ آج اسے موقع مل گیا۔ سر رحمن
کی عدم موجودگی میں اس نے انٹیلی جنس افسر کا ہنگامی دورہ کیا اور
پھر سب عملے کو اکٹھا کر کے اس نے ایک نامکمل فائل کو بہانہ بنا کر
مجھے سب کے سامنے بے حد ذلیل کیا۔ واقعی میری یہ غلطی تھی کہ وہ
فائل میں نے بروقت مکمل نہ کی تھی لیکن زلفی نے جس طرح مجھے سب
کے سامنے ذلیل کیا ہے وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اس
نے نہ صرف مجھے ذلیل کیا بلکہ میرے خلاف باقاعدہ رپورٹ بھی لکھی
کہ میں انتہائی نااہل کام چور اور ہتھکڑی کلاس افسر ہوں اس لئے میرا
سلیکشن گریڈ بھی واپس لے لیا جائے۔ رپورٹ کے ساتھ اس نے
وہ نامکمل فائل بھی ایچ کی اور فائل سرراشد کو بھجوا دی۔ میں جانتا ہوں
کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ سرراشد نے فوری طور پر مجھے سزا دی
ہے اور میرا سلیکشن گریڈ واپس لے لینا ہے اور چونکہ فائل واقعی
نامکمل تھی اس لئے سر رحمن نے بھی میری فیور نہیں کرنی۔ اس
لئے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس بے عزتی کے بعد میں کسی صورت
بھی لوگری نہیں کروں گا اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ سر رحمن نے
میرا استعفیٰ منظور نہیں کرنا۔ اس لئے میں نے خواب اور گولیاں
کھا کر مرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے سلیکشن گریڈ کی تو اتنی
پر واہ نہیں ہے لیکن میں سارے عملے کے سامنے اپنی اس قدر
بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ اس نے
مجھے کس کس طرح ذلیل کیا ہے۔“ — فیاض نے چھٹ پڑنے

کی وجہ سے فائل مکمل نہیں کی۔" — عمران نے سمجھتے بلجے میں کہا:

"ہاں فائل تو میرے پاس کافی دیر سے پہنچی ہوئی ہے لیکن میں ایک ضروری میٹنگ میں مصروف رہنے کی وجہ سے اسے دیکھ نہ سکا ہوں۔" — سرراشد نے جواب دیا:

"زلفی صاحب کی وہ رپورٹ پھاڑ کر پھینک دیں اور فائل واپس انٹیلی جنس کے ہیڈ آفس بھجوا دیں۔ اس لئے کہ ابھی کیس مکمل نہیں ہوا، بلیک میلر تو پکڑا گیا لیکن وہ ایک پورا کینگ ہے۔ اس کے سرغنے کی تلاش جاری ہے۔ اس لئے فائل بھلا کیسے مکمل کی جاسکتی تھی۔" — عمران نے کہا:

"اوپر یہ بات۔ پھر تو واقعی فائل مکمل نہ ہو سکتی تھی۔ زلفی کو غلط نہیں ہونی ہوگی، ٹھیک ہے میں فائل ابھی بھجوا دیتا ہوں اور زلفی کی رپورٹ پر نو آرڈرز کے لفظ لکھ کر اسے داخل دفتر کر دیتا ہوں؛ سرراشد نے جواب دیا:

"بہنیں اس طرح تو وہ ریکارڈ میں رہے گی اور یہ بات فیاض جیسے فرض شناس آفیسر کے لئے بہتر نہیں ہے کہ ریکارڈ میں ایسی غلط رپورٹ موجود رہے۔ آپ اسے پھاڑ کر پھینک دیں۔" — عمران نے اس بار قدرے سمجھتے بلجے میں کہا:

"او۔ کے تمہاری یہ بات بھی درست ہے۔ ٹھیک ہے میں اسے پھاڑ دیتا ہوں۔ اور کچھ۔" — سرراشد نے کہا:

"شکریہ۔" — عمران نے کہا اور ریسیور رک دیا اور فیاض

"ایس پی۔ اے۔ ٹی سیکرٹری داخلہ۔" رابطہ قائم ہوتا ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"سرراشد سے بات کراؤ۔" میں علی عمران بولی رہا ہوں؛ عمران نے سمجھتے بلجے میں کہا:

"ایس سر۔" ہولڈ آن کیجئے۔" — دوسری طرف سے پی۔ اے نے مؤدبانہ بلجے میں جواب دیا کیونکہ وہ عمران کو جانتا تھا عمران کئی بار سرسلطان کے ساتھ سرراشد سے مل چکا تھا اور سرراشد کے ساتھ بھی اس کے تعلقات خاصے دیرینہ تھے۔

"سیلو راشد۔" — چند لمحوں بعد سرراشد کی بھاری اور بات فائل آواز ریسیور پر سنائی دی۔

"سرراشد میں علی عمران بول رہا ہوں۔" — عمران نے اپنی طبیعت کے خلاف سنجیدہ بلجے میں کہا:

"عمران تم! خیریت۔" سرراشد کے بلجے میں حیرت تھی۔ "سرراشد آپ کو تو معلوم ہے میں انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ اکثر کام کرتا ہوں۔" — عمران نے کہا:

"ہاں ہاں مجھے معلوم ہے۔" سررحمن نے کئی بار مجھے بتایا

ہے کہ اکثر معاملات فیاض نے تمہاری مدد سے سرا انجام دیئے ہیں۔

لیکن یہ بات کرنے کی وجہ۔" — سرراشد نے حیرت بھرے بلجے میں کہا:

"سرراشد ابھی فیاض نے مجھے بتایا ہے کہ اسسٹنٹ سیکرٹری

زلفی صاحب نے آپ کو رپورٹ کی ہے اور ساتھ ہی ایک نامکمل فائل

بھی بھیجی ہے اور رپورٹ یہ کہ ہے کہ فیاض نے نااہلی اور کام چوری

کے بچھے ہوئے چہرے پر چمک سی اُگئی۔
 ”کمال ہے — سرراشد جیسا انتہائی سخت مزاج آدمی تمہاری بات اس طرح مان گیا جیسے تم اس کے افسر ہو۔“ — فیاض نے اس بار قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے ابھی تو میں تمہاری وجہ سے لحاظ کر گیا ہوں، اگر تمہارا چکر درمیان میں نہ ہوتا تو پھر دیکھتے میں سرراشد کی سخت مزاجی کا کیا حشر کرتا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ کام تو ہو گیا لیکن اس زلفی نے جو مجھے بے عزت کیا ہے اس کا کیا ہو گا؟“ — فیاض نے کہا۔

”تم کیا چاہتے ہو؟“ — عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ”میں اسے کوئی اچھا سابقہ دینا چاہتا ہوں۔“ — فیاض نے ہونٹ بیچھتے ہوئے کہا۔

”تو تمہارا خود کشی سے بہتر اسے اور اچھا سبق کیا مل سکتا تھا۔ ظاہر ہے تمہاری موت کی خبر سنتے ہی وہ گریبان پھاڑ کر جنگل میں نکل جاتا اور پھر ساری عمر متیں یاد کر کے آہیں بھرتا رہتا۔“ — عمران نے طنز یہ لہجے میں کہا۔

”وہ تو میں نے انتہائی غصے کی وجہ سے ایسا فیصلہ کیا تھا۔“ — فیاض نے شرمندہ سے لہجے میں جواب دیا اور عمران نے مسکراتے ہوئے ریسور اٹھایا اور ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔
 ”یس پی۔ اے ٹو سیکرٹری خارجہ۔“ — دوسری طرف سے سرسلطان کے پی۔ اے کے آواز سنائی دی۔

”یار کیا انگریزی کے حروف تہجی اُلٹے ہو گئے ہیں، میں نے تو جو سکول میں اے۔ پی۔ سی پڑھی تھی اس میں اے پہلے آتا ہے اور پی بعد میں۔“ — عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”ادہ عمران صاحب آپ — ویسے شکر کریں کہ آپ نے نوکری نہیں کی — نوکری میں تو صرف حروف تہجی ہی نہیں، آدمی بھی الٹا ہو جاتا ہے۔“ — دوسری طرف سے پی۔ اے نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ارے باپ رے — اگر تم اُلٹے ہو گئے ہو تو تم سے بڑے نوکر سرسلطان کا کیا حال ہو گا۔ وہ تو شاید مسلسل تدا بازیاں کھا رہے ہوں گے۔“ — عمران نے کہا اور اس بار پی۔ اے کا زور دار قبضہ ریسور میں گونج اٹھا۔

”میں بات کرتا ہوں آپ کی ان سے۔“ — پی۔ اے نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ریسور پر خاموشی چھا گئی۔

”یس سلطان بول رہا ہوں۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”کمال ہے — بغیر سر کے آپ بول لیتے ہیں، کیا زبان آپ نے گردن سے نیچے فٹ کرائی ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہاری طرح میری دس بارہ زبانیں نہیں ہیں کہ انہیں جگہ جگہ فٹ کرتا رہوں۔“ — سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا اور ان کے لطیف طنز پر عمران بھی ہنس پڑا۔

”دس بارہ یعنی وہ آپ کے پی۔ اے صاحب نے حروف تہجی

”نہیں اگر وہ کام کے معاملے میں ٹھیک ہے تو اسے معطل کرنا ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ آپ کے پاس اسٹیٹمنٹ چارج بھی ہے۔ آپ اسے کچھ عرصے کے لئے کسی ایسی پوسٹ پر بھیجا دیں جہاں نہ بندہ ہو نہ بندے کی ذات، بس وہ اکیلا ہو اور فائلیں ہوں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سرسلطان اس کی بات سن کر بے اختیار ہنس پڑے۔

”ٹھیک ہے — میں تمہارا مطلب سمجھ گیا کہ اسے ایسی پوسٹ پر لگا دیا جائے جہاں بینک ڈیلیٹنگ تو ایک طرف ماتحت ڈیلیٹنگ بھی نہ ہو۔“ — سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”واہ اسے کہتے ہیں افہام و تفہیم — اسی لئے تو آپ کو حکومت ریٹائر نہیں کر رہی۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سرسلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

”ٹھیک ہے — میں اسے ایسی پوسٹ پر تعیناتی کے احکامات دے دیتا ہوں جہاں واقعی فائلوں سے سرکھپانے کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔“ — سرسلطان نے کہا۔

”لیکن اسے بتا دینا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض نہ صرف رحم دل آدمی ہے بلکہ اسے ملک سے بھی محبت ہے۔ اس لئے وہ معطلی سے بچ گیا ہے۔ اور سوپر فیاض کی جگہ کوئی اور ہوتا تو زلفی صاحب لوکری سے فارغ ہو کر مڑکوں پر ہیرا بچھا گاتے پھرتے۔“ — عمران نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ جس کا چہرہ فرط مسرت سے بڑی طرح کپکپا رہا تھا۔

الٹی کردی اور آپ نے گنتی ہی غائب کر دی۔ گنتی میں تو دس کے بعد گیارہ آتا ہے اور پھر بارہ۔“ — عمران نے کہا اور سرسلطان قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

”اچھا اب ذرا سنجیدگی سے بتاؤ کہ فون کیوں کیا ہے۔ میں ایک ضروری میٹنگ میں شرکت کے لئے اٹھنے ہی والا تھا کہ تمہارا فون آگیا سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”وزارت داخلہ میں ایک اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں، زلفی صاحب، عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہے۔ میں جانتا ہوں اسے۔ کیوں؟“ — سرسلطان نے چونک کر پوچھا۔

”کیسا آدمی ہے وہ — میرا مطلب ہے بحیثیت ملازم۔“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”بحیثیت ملازم — ٹھیک ہے۔ بس ذرا کینہ پرور قسم کا آدمی ہے لیکن کام میں درست ہے۔ سرراشد اس کے کام کی تعریف کرتے ہیں، مگر چکر کیا ہے۔“ سرسلطان کے لہجہ میں حیرت تھی اور جواب میں عمران نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ اس کے سلوک کی تفصیلات بتا دیں۔

”اوہ ویس دیری بیڈ شو۔ سوپر فیاض ہو یا کوئی اور افسر، اس طرح ماتحتوں کے سامنے کسی کو ذلیل کرنا قطعاً غیر اخلاقی حرکت ہے۔“

”ٹھیک ہے — میں اسے معص کرادیتا ہوں۔“ — سرسلطان کو بھی اس کی اس بے ضابطہ حرکت پر غصہ آگیا۔

پکڑتے ہوئے بڑے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔
 "بس اس غیر عظمت کے چکر میں اپنا نقصان کر بیٹھا ہوں۔ اب
 دیکھو اگر تم واقعی خواب اور گولیاں کھا لیتے تو کم از کم یہ فلیٹ تو مسیت نہ
 کی رو سے میرا ہو گیا تھا۔" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور
 فیاض ایک پار پھر ہنس پڑا۔

"ارے تم ایک فلیٹ کی بات کر رہے ہو میرا دل چاہ رہا ہے میں
 پورا پلازہ خرید کر تمہارے نام کر دوں۔" — فیاض نے ہنستے
 ہوئے کہا۔

"پلازہ — واہ تو کب خرید رہے ہو؟" — عمران نے
 کہا۔

"ابھی تمہارا گزارہ فلیٹ میں ہو رہا ہے تو کیا ضرورت ہے پلازہ
 خریدنے کی۔ جب تمہاری شادی ہوگی، کس بارہ بجے ہوں گے تو
 پلازہ بھی خرید لیا جائے گا۔" — فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یعنی نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ بیچاری ناچنے کے
 انتظار میں ہی بورڈھی ہو جائے گی۔" — عمران نے رد دینے والے
 انداز میں کہا اور فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

"ارے ہاں سنا ہے وہ تمہاری جو لیا نے نیا دست ڈھونڈ
 لیا ہے اور وہ شادی کر رہے ہیں۔ ارے وہ تو تم پر جان چھڑکتی
 کھتی؟" — فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اگ جو بچھ گئی — اب میں کیا کروں؟" — عمران نے منہ
 بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے — میں سمجھ گیا ہوں تمہاری بات — ایسا ہی
 ہوگا۔ ویسے میری طرف سے سو پر فیاض کو معذرت کر دینا۔ واقعی اگر
 کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ خدا حافظ۔" — سر سلطان نے
 جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا اور عمران نے مسکراتے
 ہوئے ریسور رکھ دیا۔

"جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب — سیکرٹری وزارت خارجہ
 سر سلطان آپ سے معذرت خواہ ہیں۔" — عمران نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔

"وہ واقعی عظیم انسان ہیں عمران — عظیم انسان۔ ان کی اس
 بات نے میرے دل میں ان کا احترام کی گنا بڑھا دیا ہے۔ اتنے بڑے
 انسر ہونے کے باوجود انہوں نے یہ فقرہ کہہ کر اپنی اعلیٰ ظرفی اور بے
 عظمت کا ثبوت دیا ہے۔" — سو پر فیاض نے آنکھیں پھاٹتے
 ہوئے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہاں ٹھیک ہے — گائے گائے کی بہن ہوتی ہے۔ تم بھی
 انسر وہ بھی انسر ایک دوسرے کی تعریف نہ کرو گے تو کیا مجھ جیسے غیر
 انسر کی تعریف کرو گے۔" — عمران نے روٹھنے کے سے انداز
 میں منہ بناتے ہوئے کہا اور سو پر فیاض بے اختیار تہقید مار کر
 ہنس پڑا۔

"عمران — سر سلطان کو میں نے صرف عظیم کہا ہے لیکن تم
 تو عظیم ترین ہو۔ مجھے فخر ہے کہ میں تم جیسے عظیم ترین انسان کا دوست
 ہوں۔" — سو پر فیاض نے جلدی سے عمران کے دونوں

تم جیسا آدمی میں نے پہلے نہیں دیکھا کہ رقیب کا بھلا چاہتا ہو۔
فیاض نے بڑے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔
"غیر قانونی کام اور بے اصولی تو عشق میں بھی روا نہیں رکھی جاتی
بہر حال تمہیں کس نے بتائی ہے یہ بات؟" — عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے سارے دفتر میں یہ بات گھوم رہی ہے کسی نہ کسی نے
بتائی ہوگی بلکہ وہاں تو یہ بات بھی کی جا رہی تھی کہ عمران رقابت میں
اگ بگولا ہو رہا ہے اور اب ان دونوں کی یا کم از کم جولیا کے نئے دوست
کی خیر نہیں؟" — فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تمہارے ماتحتوں کے پاس جب کوئی کام ہی نہ ہوگا تو ظاہر ہے
انہوں نے یہی باتیں کرنی ہیں۔ سارے کام تو خود نمٹا دیتے ہو؟" —
عمران نے کہا اور فیاض اس کے اس گہرے طنز پر بڑی طرح شرمندہ
ہو گیا۔

"یہ بات نہیں — اچھا اب اجازت دو — بہت بہت شکریہ"
فیاض نے شرمندگی سے بچنے کے لئے اٹھتے ہوئے کہا۔
"مگر وہ چیک اور نقد رقم — وہ مقدمے؟" — عمران نے
چونک کر کہا اور فیاض ہنس پڑا۔

"وہ مقدمے تو دائر ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئے۔ اب کیسی
فیس؟" — فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔
"اچھا چلو مشورہ فیس تو دیتے جاؤ اور وکیل کی فیس چلو نہ دو۔
مجھ عزیز منشی کی فیس تو دیتے جاؤ؟" — عمران نے

"اگ کچھ گنی — کونسی اگ — کیا مطلب؟" — فیاض نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"بھئی وہ جولیا اب ایک پرائیویٹ فائر بریگیڈ میں ملازم ہو گئی
ہے۔ جان فائر بریگیڈ اور جہاں اگ لگی ہو وہاں کبھی پھرتی ہے۔
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"پرائیویٹ فائر بریگیڈ — جان فائر بریگیڈ — کیا پاگلوں کی سی
باتیں کر رہے ہو۔ پرائیویٹ فائر بریگیڈ کا تو پاکیشیا میں تصور ہی نہیں
ہے۔" — فیاض واقعی بے نہ حیران ہو گیا تھا۔

"ارے تم نہیں سمجھ سکو گے اس فائر بریگیڈ کو۔ تمہارے لئے
تو اللہ میاں نے سلسی بھائی کی صورت میں ایک ایسا فائر بریگیڈ تعینات
کر دیا ہے کہ عشق کی اگ کی چنگاریاں تک بجھا دی ہیں اس نے۔ تم
خود تو کہہ رہے تھے کہ جان چڑکتی تھی؟" — عمران نے منہ بناتے
ہوئے کہا اور اب فیاض کو سمجھ آئی کہ عمران کیا کہنا چاہتا تھا۔ وہ
واقعی دل کھول کر ہنسا۔

"تم کہو تو اس کے اس نئے دوست کو ڈال دوں جیل میں کسی بھی
الزام میں؟" — فیاض نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"سوچ لو ایک ہی پوسٹ ہوگی سر سلطان کے ذہن میں اور وہ برفی
کے حصے میں آگئی تو تمہارے حصے میں برطرفی کے ساتھ ساتھ جیل کی
کوئی کوٹھڑی بھی آسکتی ہے۔ کسی بے گناہ کو خواہ مخواہ دھریلنے کے
چکر میں؟" — عمران نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔
"ارے ارے تم تو ناراض ہو گئے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ ویسے

نہیں۔ سجانے کو نسی سپنس کی گھڑی میں پیدا ہونے تھے تم۔
فیاض اب واقعی بری طرح جھلا گیا تھا۔

”اچھا ایک تو مفت میں اتنا اچھا نسخہ بتا دیا کسی حادثہ حکیم کے پاس جاتے تو پہلے ایک سو روپے وصول کرتا پھر کاغذ پر عربی میں لکھ کر دیتا۔ تب نہیں قدر پڑتی اس نسخے کی۔ تم نے خود ہی بتایا تھا کہ تم نے ایک بلی کی آنکھ انگوٹھی میں لگوا لی ہے اور یہ آنکھ جاگتی رہتی ہے اور تمہیں بد قسمتی سے بچا پی رہتی ہے لیکن زلفی والا چکر بتا رہا ہے کہ تمہاری بلی نے خواب اور گولی کھالی ہے۔ اس لئے اس کی آنکھ کلوز اور زلفی کی زبان ادین۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے تفصیل بتائی تو فیاض نے ایک طویل سانس لیا۔

”ارے ہاں — اچھا ہوا تم نے یاد دلادیا۔ اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ واقعی اس کنگ آف سٹونز نے تو کہا تھا کہ اب بد قسمتی میرے قریب بھی نہ بٹھک سکے گی۔ میں آج ہی اس سے بات کرتا ہوں۔“ فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور لا شعوری طور پر انگلی میں موجود انگوٹھی کو دوسرے ہاتھ سے کھانے لگا۔

”ارے یہ کیا — ادہ کیا مطلب؟ — یکھت فیاض اس بری طرح اچھلا کہ جیسے اسے ہزاروں دلیٹج کا کرنٹ لگ گیا ہو۔ اور اب وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی کو دیکھ رہا تھا۔

”کیا ہوا — کیا بلی کی آنکھ نے کرنٹ مار دیا ہے۔ کہیں الیکٹرک کیٹ تو نہیں تھی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کہا اور فیاض ایک بار پھر ہتھ مار کر ہنس پڑا۔ وہ پہلے جس قدر دل گرفتہ تھا اب اتنا ہی خوش نظر آ رہا تھا۔

”تمہیں منشیانے میں دعوت کھلاؤں گا لیکن ابھی نہیں۔ ذرا رنڈ کا تبادلہ ہو لینے دو پھر اسے بھی دعوت دوں گا — بڑا آیا تھا تیس خان۔“ فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”ارے ارے ایک منٹ — تم کہیں پہلے تو خواب اور گولیاں نہیں کھاتے رہے ہو۔“ عمران نے چونک کر کہا۔

”پہلے نہیں تو — یہ تو میں نے پہلی بار شیشی خریدی ہے کیوں۔“ فیاض نے مڑتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

”تو پھر تمہاری اس بلی نے کہاں سے خواب اور گولی کھالی ہے۔ ذرا انکو انری تو کراؤ۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بلی نے خواب اور گولی کھالی ہے۔ آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو سیدھی طرح بات کر دیکسی بلی — کونسی بلی۔ میرے پاس تو کوئی بلی نہیں ہے۔“ فیاض اور زیادہ حیران ہو گیا۔

”یار ایک تو تمہاری یادداشت بھی اب جواب دیتی جا رہی ہے۔ تم ایسا کرو خمیرہ گاؤ زبان غبنری جوابدار کھانا شروع کر دو۔ بڑی اچھی دوا ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیا بکواس ہے — کھل کر بات کرنا تو تم نے سیکھا ہی

نے جلدی سے انگوٹھی اتار کر عمران کے ہاتھ پر رکھ دی اور عمران اسے غور سے دیکھنے لگا۔

”اوہ میرا خیال ہے اصل خوش قسمتی اسی دائرے میں تھی اور دائرہ غائب ہو گیا اور بد قسمتی آگئی۔“ فیاض نے انتہائی توہم پرستانہ لہجے میں کہا۔

”چلو ایک بات تو تم نے تسلیم کر لی کہ خوش قسمتی اس پتھر میں مقید نہیں تھی۔ بہر حال یہ واقعی بڑا عجیب سا چکر ہے کہ انگوٹھی وہی ہے لیکن دائرہ موجود نہیں ہے۔ تم ایسا کر دے۔ انگوٹھی میرے پاس چھوڑ جاؤ۔ تمہارے لئے تو اب یہ بیکار ہے۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تم اسے کیا کر دو گے۔ ویسے اگر تم یہ سب جت رہے ہو کہ یہ پتھر اتنا قیمتی ہے جتنا میں نے بتایا تھا تو وہ میں نے بس رعب ڈالنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ پتھر کی قیمت تو صرف چھ سو روپے ادا کی ہے میں نے۔ البتہ انگوٹھی کی قیمت دو ہزار روپے ہے۔“ خنر سونے کی ہے؛ فیاض نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

”ذرا بلیٹھو یہاں اور مجھے سنجیدگی سے بتاؤ کہ اس کنگ آف سٹونز نے اور کس کنس کو ایسی پتھروں والی انگوٹھیاں دی ہیں۔ مجھے یاد ہے تم کسی فوجی افسر کی بات کر رہے تھے۔“ عمران نے بے حد سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں جب میں نے اس سے انگوٹھی لی تھی تو ایک فوجی افسر بھی اس کے پاس موجود تھا۔ اسے اس نے ٹوپاز کے ٹیکے والی انگوٹھی

”عمران — عمران۔ ارے دیکھو اس پر دائرہ نہیں ہے۔ ارے وہی دائرہ جو اس ٹیکسی ڈرائیور نے دکھایا تھا۔“ فیاض نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور اس بار عمران بھی چونک پڑا۔

”کیا مطلب — دائرہ نہیں ہے — دکھاؤ ذرا۔“ عمران نے جھپٹ کر اس کی انگوٹھی والی انگلی پکڑی اور انگوٹھی کو دونوں طرف سے غور سے دیکھنے لگا۔ واقعی وہ دائرہ جس کی نشاندہی اس بڑھیا کے مکان میں ٹیکسی ڈرائیور بشپیر نے کی تھی اس انگوٹھی پر موجود ہی تھا۔ حالانکہ وہاں عمران نے خود اس دائرہ کو دیکھا تھا۔ البتہ انگوٹھی وہی تھی، وہی ٹیکسہ، وہی ڈیزائن۔

”تم نے ان درمیانی دنوں میں انگوٹھی اتار کر کہیں رکھی ہو گی یا کسی کو دکھائی ہو گی۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ”ہرگز نہیں — جب سے میں نے یہ انگوٹھی پہنی ہے آج تک اسے سوتے میں بھی نہیں اتارا اور عمران یہ انگوٹھی تو قدرے ڈھیلی ہے۔“

”اوہ واقعی — یہ وہ انگوٹھی نہیں ہے۔ یہ تو خاصی ڈھیلی ہے۔“ فیاض نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ تو خیر کوئی بات نہیں — جس قدر تم نے غصہ کھایا ہے انگوٹھی چھوڑ تمہارے دماغ کے سارے پیچ ڈھیلے ہو گئے ہوں گے۔ لیکن وہ دائرہ — وہ تو سونے کی ڈھلائی میں بنا ہوا تھا۔ وہ کہاں گیا۔ ذرا یہ انگوٹھی اتارنا۔“ عمران نے کہا اور فیاض

دی تھی۔ اس کا برقعہ سٹون تھا۔۔۔ فیاض نے دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”کون تھا وہ فوجی افسر؟“ — عمران نے پوچھا۔

”میں اُسے جانتا تو نہیں۔۔۔ البتہ اس نے باقاعدہ یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ کرنل رینک کا افسر تھا۔ باہر اس کی سرکاری جیب بھی موجود تھی جس پر شاید آرٹلری کا نشان بھی موجود تھا۔“ — فیاض نے سوچتے ہوئے کہا۔

”آرٹلری کا کرنل۔۔۔ اس کا حلیہ اور ہاں کیا انگوٹھی بھی اس جیسی تھی جو اس کرنل کو دی گئی تھی؟“ — عمران نے پوچھا۔
 ”ہاں بالکل — ڈیزائن بالکل یہی تھا۔ اب دائرے کا تو مجھے معلوم نہیں اور ماپ بھی بالکل یہی تھا کیونکہ پہلے کنگ نے وہی انگوٹھی مجھے ماپ کے لئے دی تھی اور میں نے پین کر دیکھی تھی اور جہاں تک اس کے حلیے کا تعلق ہے اس کی کالی اور سفید ماس بڑی لیکن نوکدار مونچھیں تھیں۔ ارے ہاں اس کی پیشانی پر دائیں جانب ایک زخم کا لمبا سا نشان تھا۔ اس نے ایک بار کیپ ڈراسی بٹائی تو مجھے یہ نشانی نظر آگئی تھی لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“ — فیاض نے کہا۔

”کچھ نہیں۔۔۔ ویسے معلومات کے لئے۔ اور سنو اب تم اس کنگ آف سٹونز سے ہرگز کوئی رابطہ قائم نہیں کرو گے جب تک میں نہ کہوں سمجھو۔ اگر تم نے میری اس بات کے خلاف کیا تو پھر قبر بھی نہ ملے گی تمہاری جس پر کم از کم میں فاتحہ خوانی ہی کر سکوں۔ یہ

انگوٹھی یہیں چھوڑ جاؤ اور کوئی پوچھے تو صرف یہی کہنا کہ انگوٹھی رات کو تم نے اتاری تھی گھر رہ گئی ہے سمجھو اور اب تم جاسکتے ہو۔“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے تم تو اس قدر سنجیدہ ہو — چکر کیا ہے۔ مجھے تو بتاؤ۔“ — فیاض نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ابھی چکر صرف میری اس چھٹی پاس ساتویں فیل جس کا ہے لیکن ہو سکتا ہے تمہارے کارناموں میں کسی شاندار کارنامہ کا اضافہ ہو جائے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران کی یہ بات سن کر فیاض کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا اور وہ سر ہلاتا ہوا اٹھا اور پھر یزیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

” پہلے ہمیں چیف کی کسی بات کی سمجھ آئی ہے جواب اُسے گی۔
بس ہم نے تو حکم کی تکمیل کرنی ہے۔“ کیپٹن شکیل نے
سپاٹ بلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر جیب سے ایک انگوٹھی
نکال لی اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ نعمانی بھی جیب چلاتے ہوئے
اُسے گردن موڑ کر دیکھنے لگا۔

” بڑا خوبصورت پکھراج فٹ ہے اس میں۔“ کیپٹن شکیل
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” تمہیں معلوم ہے ان پتھروں کے متعلق۔ مجھے تو کچھ معلوم نہیں
بس سننا رہتا ہوں کہ لوگ اس میں تاثیر سمجھتے ہیں اور اسے پہنتے
ہیں۔“ نعمانی نے کہا۔

” کچھ زیادہ تو معلوم نہیں ہے۔ البتہ ایک کتاب میں ان
کے متعلق میں نے پڑھا تھا کہ ان نلگینوں میں سحری خواص ہوتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عام پتھروں کے اندر انہیں اس قدر خوبصورت
رنگ عنایت کئے ہیں کہ آدمی انہیں دیکھ کر ہی بے اختیار اُس کی
قدرت پر ایمان لے آتا ہے۔ ویسے صدیوں سے یہ مشہور ہے کہ ان
نلگینوں کی مختلف تاثیریں ہوتی ہیں۔ ویسے موجودہ سائنسدانوں نے
بھی کسی حد تک اس کی توثیق کی ہے۔ ان کی ریسرچ کے مطابق
دنیا کی ہر چیز ایٹم سے بنی ہوئی ہے۔ ایٹم سے مراد ان کی انتہائی باریک
اور ناقابل تقسیم ذرے سے ہوتی ہے اور ہر چیز کا رنگ اس کی بناؤ
اس مخصوص ایٹم کی وجہ سے ہوتی ہے جس کے ایک خاص ترکیب
سے بن جانے والے مجموعے سے اس چیز کی شکل و صورت بظاہر

کیپٹن شکیل کے جسم پر کرنل کی یونیفارم موجود تھی اور وہ اس
یونیفارم میں بے حد بارعب اور وجیہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس
وقت ایک فوجی جیب میں بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی موجود
تھا۔ اس کے جسم پر کیپٹن کی یونیفارم تھی جبکہ پھلی سیٹ پر صدیقی
اردلی کی یونیفارم پہنے واقعی اس طرح موڈ بانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا
جیسے وہ اردلی ہو اور اس کے سامنے اس کے بڑے افسر بیٹھے ہوئے
ہوں۔ جیب ایک فوجی چھاؤنی کی طرف جانے والی سڑک پر خاصی تیز
رفتاری سے بڑھی جا رہی تھی۔

” یہ آخر چکر کیا ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔ کرنل سجاد کی
انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی اس طرح تبدیل کرنی ہے کہ اسے بھی علم
نہ ہو سکے۔ یہ کیا بات ہوتی۔“ نعمانی نے سر ہلاتے ہوئے
کہا۔

پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔
 "اگر اتنی معلومات سے آدمی نجومی بن سکتا ہے تو پھر میں آج
 ہی سیکرٹ سروس چھوڑ کر نجوم کی دکان کھول لیتا ہوں۔"
 صدیقی نے کہا اور جیب قبضوں سے گونج اٹھی۔
 "لیکن صدیقی بات تو ان پتھروں کے متعلق تھی تم برجوں کے
 چکر میں پڑ گئے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"وہی بتا رہا ہوں۔ انسان جس تاریخ کو پیدا ہوتا ہے وہ
 تاریخ کسی نہ کسی برج کے تحت ہوتی ہے۔ مثلاً میری تاریخ پیدائش
 پچیس جون ہے۔ اس طرح میرا برج سرطان ہے اور اگلٹ سائنڈ ازل
 کے مطابق پھر وہ ساری عمر اس برج کے تحت بسر کرتا ہے اور اس
 برج کی خصوصیات اس کی جبلت میں ہوتی ہیں۔ یہ لوگ تو شکل دیکھ
 کر برج پہچان لیتے ہیں یا دو چار باتیں کر کے ہی صحیح اندازہ کر لیتے
 ہیں۔ بہر حال یہ تو گہری باتیں ہیں۔ باقی ان اگلٹ سائنس دانوں نے
 ہر برج کا سعد پتھر بھی دریافت کر رکھا ہے اور اسے وہ برتھ سٹون
 کہتے ہیں۔ یعنی اس مخصوص برج کا آدمی اگر اس برج سے متعلقہ
 نگینہ انگلی میں پہنے تو اس نگینہ سے نکلنے والی شعاعیں اس پر مثبت
 اثرات چھوڑیں گی اور اگر اس میں بہمت کی کمی ہے تو بہمت پیدا کریں
 گی۔ قوت استدلال بڑھائیں گی۔ خیالات کو مثبت رکھیں گی اور نتیجہ یہ کہ
 اس آدمی کے مسائل حل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اس طرح وہ ان
 مسائل کے حل کو اس پتھر کی تاثیر سمجھ گا اور اگر ان اگلٹ سائنڈ ازل
 کا نظریہ درست ہے تو بنیادی طور پر واقعی یہ سب کچھ اس نگینے کی

نظر آتی ہے اور اس پر ایٹم سے مخصوص ریز نکلے ہیں جو نظر نہیں
 آتیں لیکن یہ ایٹم انہی ریز سے ہی بنتے ہیں اور ان ریز کے بہر حال
 اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں ماحول پر انسانی جسم پر انسانی
 جذبات پر انسانی ذہن کی کارکردگی پر۔۔۔ کیپٹن شکیل نے
 بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوه اگر اس تھنوری کو تسلیم کر لیا جائے پھر تو واقعی ان نگینوں
 کے اثرات ہوتے ہوں گے لیکن یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس نگینے
 کے کس پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟" نعمانی نے کہا۔
 "میں بتاتا ہوں اس کے لئے سائنس کا تو کوئی کلیہ موجود نہیں
 ہے البتہ اگلٹ سائنس کے ماہرین نے اس سلسلے میں بے حد کام
 کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ نظام شمسی بارہ برجوں میں تقسیم ہے اور
 سورج ان برجوں میں یکے بعد دیگرے سفر کرتا ہوا گزرتا ہے۔ جب
 وہ بارہ برج عبور کرتا ہے تو اسے ایک شمسی سال کہا جاتا ہے۔ اب
 دیکھو دنیا کے ہر قسم کے کیلنڈر میں بارہ ہی مہینے ہوتے ہیں۔ گیارہ
 یا چودہ نہیں ہوتے۔ ایک مہینے کو ایک برج سمجھ لو۔ انہوں نے ہر
 برج کے باقاعده نام رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی مخصوص شکلیں قائم
 کی ہوئی ہیں۔ پہلا برج حمل کہلاتا ہے اور آخری برج حوت کہلاتا ہے
 پھر ہر برج کے اپنے اپنے سیارے ہیں مثلاً حمل کا سیارہ مریخ اور
 حوت کا سیارہ پنچون ہے۔۔۔ صدیقی نے اس موضوع پر
 باقاعده تقریر کر ڈالی۔
 "ارے کمال ہے۔ تم تو پورے نجومی ہو۔" سٹیوننگ

”چھائونی کا پہلا گیٹ اُنے والا ہے۔“ — نعمانی نے کہا اور کیپٹن شکیل اور صدیقی دونوں چونک کر سیدھے ہو گئے۔ کیپٹن شکیل نے انگوٹھی جیب میں ڈالی اور اکڑ کر بیٹھ گیا۔

جیب جیسے ہی پہلے گیٹ پر پہنچی وہاں موجود مسلح فوجیوں کے دستے نے باقاعدہ سیلوٹ کیا اور اس کے ساتھ ہی گیٹ کھول دیا گیا۔ کیپٹن شکیل نے فوجی انداز میں سلام کا جواب دیا اور نعمانی جیب اُگے بڑھائے لئے گیا۔ ایک طرف دنا تر بنے ہوئے تھے۔ چونکہ کرنل سجاد کو پہلے سے سپلائی کے کرنل اسلم کی آمد کی اطلاع باقاعدہ ٹیلیفون پر دے دی گئی تھی، اس لئے کرنل سجاد اپنے دفتر میں اس کا منتظر تھا۔ دفتر میں شکیل نعمانی کے ساتھ داخل ہوا تھا اور کرنل سجاد نے اُٹھ کر بڑے گرجو شانہ انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔ البتہ نعمانی چونکہ کم رینک کا افسر تھا اس لئے اس نے اندر داخل ہوتے ہی کرنل سجاد کو باقاعدہ فوجی سیلوٹ کیا تھا۔

”اُپ سپلائی میں کب سے ہیں — پہلے تو اُپ سے ملاقات نہیں ہوئی؟“ — کرنل سجاد نے مصافحہ کر کے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس نے نعمانی کو بھی ایک طرف رکھے ہوئے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”میں پہلے انیمک مرکزی سپلائی سے متعلق تھا — ابھی چند دن پہلے جنرل سپلائی سیکشن میں ٹرانسفر ہوا ہے۔“ — کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن سجاد نے سر ہلا دیا۔

”اُپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی ہے، اُپ واقعی شاندار

تاثیر ہی ہوگی۔“ — صدیقی نے کہا۔

”یہ تم بار بار اکلٹ سائنس دانوں کا ذکر کر رہے ہو۔ یہ کسر قسم کے سائنسدان ہوتے ہیں۔ میں نے تو یہ نام ہی پہلی بار سنا ہے نعمانی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اکلٹ سائنسدان انہیں کہتے ہیں جو غیر مادی چیزوں پر ریسرچ کرتے ہیں۔ یہ برج وغیرہ غیر مادی چیزیں ہیں اس لئے ان پر ریسرچ کرنے والوں کو آج کل کی اصطلاح میں اکلٹ سائنس دان کہتے ہیں پہلے انہیں نجومی وغیرہ کہتے تھے۔“ — صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ مثلاً بینا ٹرم وغیرہ کے عالمیں کو بھی اکلٹ سائنسدان ہی کہا جاتا ہوگا؟“ — نعمانی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”ہاں بے شمار علوم ہیں جن کا تعلق مادے سے نہیں ہوتا مثلاً علم نجوم، روحانیت، علم رمل، قیافہ شناسی وغیرہ؟“ — صدیقی نے جواب دیا۔

”لیکن اکلٹ کا معنی تو غیر مادی نہیں ہے۔ میرے خیال میں تو اکلٹ کا معنی مخفی ہے یا جو چیز آنکھ سے نظر نہ آئے۔“ — کیپٹن شکیل نے کہا۔

”مادہ آنکھ سے نظر آتا ہے اور غیر مادی کہتے ہی اُسے میں جوفہ نہ آئے۔ اس لئے اکلٹ اصطلاحاً غیر مادی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔“ — صدیقی نے جواب دیا۔

انگوٹھی اتاری اور میز کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دی۔ کیپٹن شکیل جیب سے دوسری انگوٹھی پہلے ہی نکال کر منٹھی میں رکھے ہوئے تھا۔ اس نے کرنل سجاد سے اٹھ کر انگوٹھی لی اور پھر بیٹھے ہوئے اس نے ہاتھ بڑے فطری انداز میں نیچے کیا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے بڑے فطری انداز میں وہ ہاتھ اٹھایا جس میں اس کے پاس موجود انگوٹھی تھی جبکہ اصل انگوٹھی بڑے اطمینان سے اس کی جیب میں پہنچ گئی۔ کیپٹن شکیل بڑے غور اور تعریف بھری نظروں سے انگوٹھی کے ڈیزائن کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔

”بہت خوب — واقعی بہت خوبصورت ڈیزائن ہے۔ اب تو میرا دل بھی چاہ رہا ہے کہ میں بھی ایسی ہی انگوٹھی بناؤں۔ تکلیف دہی کے لئے معذرت خواہ ہوں۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور انگوٹھی واپس کرنل سجاد کی طرف بڑھا دی۔

”شکریہ۔“ کرنل سجاد نے مسکراتے ہوئے اس سے انگوٹھی لی اور پھر اسے ایک بار الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر اسے انگلی میں پہن لیا۔ اسی لمحے اردلی ٹرے اٹھانے اندر داخل ہوا جس میں کوک کی تین بوتلیں لٹشو پیپرز میں لپیٹی ہوئی موجود تھیں۔ اس نے بڑے مودبانہ انداز میں ایک ایک بوتل کرنل سجاد کیپٹن شکیل کے سامنے رکھی اور تیسری بوتل اس نے ایک طرف صوفے پر بیٹھے ہوئے نعمانی کے سامنے موجود چھوٹی سی میز پر رکھی اور پھر واپس چلا گیا۔

”ویسے کرنل اسلم آپ کی آمد کا مقصد ہمیں سمجھ سکا۔ کوئی خاص بات۔“ کرنل سجاد نے بوتل اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

اور وجیہ شخصیت کے مالک ہیں؟ — کرنل سجاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر رکھی ہوئی ہاتھ سے بجائے والی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

”آپ بھی کم نہیں ہیں — ویسے بھی آپ کی کارکردگی کی دھوم بڑی دور دراز تک ہے۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل سجاد مسکرا کر خاموش رہا۔

اسی لمحے دروازے میں سے باوردی اردلی اندر داخل ہوا اور اس نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔

”تین کوک لے آؤ۔“ کرنل سجاد نے کہا اور اردلی ویسے ہی سیلوٹ کر کے باہر چلا گیا۔

”آپ نے یہ سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی ہے حالانکہ میں نے بہت کم آئیٹیرز کو انگوٹھیاں اور خاص طور پر سونے کی انگوٹھیاں پہن دیکھا ہے۔ شاید شادی کی انگوٹھی ہوگی۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں جناب — میرج رنگ نہیں ہے۔ بس شوق کی بات ہے۔ یہ میں نے برتھ اسٹون پہنا ہوا ہے۔ میرا اس پر بے حد اعتدال ہے۔“ کرنل سجاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اودہ برتھ اسٹون — دیرمی گڈ۔ لیکن انگوٹھی کا ڈیزائن تو بہت خوبصورت ہے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو ذرا مجھے دکھائیے مجھے یہ ڈیزائن بے حد پسند آیا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں کہا اور کرنل سجاد نے سر ہلاتے ہوئے انگلی

سجاد کو معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ ہم نے کیا کیا ہے اور ہمارا کام بھی مکمل ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا اور صدیقی بھی ہنس پڑا۔

” کرنل سجاد بے حد ہوشیار اور مشاطہ آدمی لگتا ہے۔ اگر قیافہ شناسی واقعی اکلٹ سائنس میں آتی ہے تو پھر میں بھی کچھ سائنسدان ہوں۔ اس کے چہرے کی بناوٹ بتا رہی ہے کہ وہ بے حد چالاک اور مشاطہ آدمی ہے اور ویسے بھی میں نے اس کی آنکھوں میں شک کی بلکی سی پڑ چھائیال نمودار ہوتے دیکھی ہیں کیونکہ فوجی زندگی میں ایسی ہیسلو ہیسلو کے لئے خاص طور پر کسی کے افسانہ جانا غیر معمولی بات ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ہمارے جاتے ہی وہ فون پر سپلائی سیشن میں ہمارے متعلق ضرور کسی نہ کسی کو فون کرے گا۔ اس لئے ہمیں جلد از جلد جیب اور یونیفارمز سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔“ کیپٹن شکیل نے بے حد سنجیدہ لہجے میں کہا۔

” اودہ واقعی — ٹھیک ہے۔ میرے ذہن میں ایک پلان آگیا ہے۔“ نعمانی نے کہا اور پھر اس نے ذرا اُگے جا کر جیب بائیں جانب کو نکلتی ہوئی ایک کچی سڑک پر موڑ دی۔ کیپٹن شکیل نے جیب سے انگوٹھی نکالی اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے انگوٹھی اپنی انگلی میں پہننے کی کوشش کی تو ایک انگلی میں وہ فنٹ لگی۔

” میرے خیال میں جیب کی بجائے یہ انگلی میں زیادہ محفوظ ہے گی۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور نعمانی بھی مسکرا

” ارے نہیں کرنل سجاد — ہیڈ کوارٹر میں آپ کی اتنی تعریفیں سننے میں آئی تھیں کہ آپ سے ملنے کو دل چاہتا تھا اس لئے میں نے سوچا جب آئندہ اکٹھے ہی کام کرنا ہے تو ہیسلو ہیسلو کروں۔“ کیپٹن شکیل نے بھی بوتل اٹھاتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

” اودہ بہت شکریہ کرنل اسلم — ویسے آپ کی شخصیت بھی کسی سے کم نہیں۔ آپ کے بچے یہاں ٹرانسفر ہو گئے ہیں یا۔۔۔۔۔“ کرنل اسلم نے کوک سب کرتے ہوئے کہا۔

” جی نہیں — ابھی تو میں ہی شفقٹ ہوا ہوں۔ بچوں کو امتحان کے بعد ہی لے آؤں گا۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور کرنل اسلم سر ہلا کر رہ گیا۔

” اودہ پھر تو آپ سے اب سرد سڑک میں ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔“ کرنل سجاد نے کہا۔

” ہاں بالکل —“ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر تھوڑی دیر تک ایسی عام باتیں کر کے کیپٹن شکیل اٹھ کھڑا ہوا۔

” اودہ کے کرنل سجاد — اب اجازت دیجئے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا اور کرنل اسلم نے بھی اٹھ کر باقاعدہ مصافحہ کیا اور پھر وہ باہر جیب تک اُسے چھوڑنے آیا وہاں موجود صدیقی نے بھی اسے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا اور پھر وہ جیب پر بیٹھ کر واپس چل پڑے۔ گیٹ سے باہر نکلنے کے کچھ دیر بعد تک وہ خاموش بیٹھ رہے اور پھر اچانک نعمانی ہنس پڑا۔

” بڑی خوبصورت پلاننگ کرتا ہے چیف — اب دیکھو کرنل

دیا۔ جیب بچکولے کھائی ہوئی آگے بڑھتی گئی اور پھر ایک درختوں
گھنے جھنڈ کی طرف نعمانی نے جیب موڑ دی۔

”بس ہم یہاں اسے چھوڑ کر اور یونیفارمز اتار کر پیدل آگے
سکتے ہیں۔ کچھ دور ایک سڑک ہے وہاں سے ٹیکسی ہمیں مل سکتی ہے
نعمانی نے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلادیا۔

نعمانی نے جیب درختوں کے جھنڈ میں جا کر روک دی اور وہ
اسی جیب سے نیچے اتر آئے۔ صدیقی نے جیب کی پھلی سیٹ اٹھائی
اس کے نیچے موجود ایک سیاہ رنگ کے بڑے سے شاپنگ بیگ
باہر کھینچ لیا۔ انہیں اس مشن کی تفصیلات تو ایکسٹو نے بتائی تھیں
لیکن اس کی مکمل پلاننگ کیپٹن شکیل نے کی تھی اور اس نے ایک
ملٹری ورکشاپ کے باہر کھڑی ہوئی یہ جیب چوری کی اور یونیفارمز
وغیرہ وہ پہلے ہی ایک دکان سے خرید چکے تھے۔ ایسی دکان جو ملٹری
کی یونیفارمز، اسلحہ اور بیجز فروخت کرتی تھی۔ جیب چونکہ سپلائی سیکشن
کی تھی کیونکہ اس پر سپلائی کا مخصوص نشان موجود تھا اس لئے ان
تینوں ہی نے سپلائی سیکشن کے مخصوص بیجز خریدے تھے۔ جیب چونکہ
وہ سیدھے اس دکان تک لے گئے تھے اس لئے دکاندار نے بھی باب
موجود جیب کو دیکھ کر بغیر کسی شک و شبہ کے انہیں سارا سامان فروخت
کیا تھا جس میں سپلائی سیکشن کے مخصوص بیجز بھی شامل تھے پھر ایک
دیران جگہ جا کر انہوں نے اپنے لباس اتار کر بڑے شاپنگ بیگ میں
رکھ دیئے جس میں اس دکاندار نے انہیں یہ سامان رکھ کر دیا تھا اور
یونیفارمز پہن لی تھیں۔ اب انہوں نے یونیفارمز اتاریں اور شاپنگ

بیگ میں سے اپنے اپنے لباس نکال کر پہن لئے اور یونیفارمز مرد
کر انہوں نے دوبارہ اس بیگ میں ڈالیں اور بیگ واپس سیٹ اٹھا
کر نیچے بنے ہوئے پارٹس کے خانے میں ڈال دیا۔ انگوٹھی چونکہ اب
کیپٹن شکیل کی انگوٹھی میں تھی اس لئے انگوٹھی کی طرف سے وہ
بے فکر تھے۔ لباس تبدیل کر کے انہوں نے ریڈی میڈ میک اپ بھی
صاف کیا اور پھر وہ تینوں اطمینان سے چلتے ہوئے اس جھنڈ سے نکلے
اور پیدل ہی آگے بڑھنے لگے۔ کچی سڑک کافی دور جا کر ایک موڑ پر
ایک اور ہائی وے پر جا کر مل گئی لیکن ہائی وے سسٹم پڑی ہوئی تھی۔
جیسے ہی وہ تینوں وہاں پہنچے انہیں دور سے ایک ٹیکسی آتی ہوئی دکھائی
دی۔ ٹیکسی کے اوپر لگا ہوا سبز بلب روشن تھا جو اس بات کا کاشن
تھا کہ ٹیکسی خالی ہے۔

”اوہ اسے کہتے ہیں خوش قسمتی کہ یہاں پہنچتے ہی خالی ٹیکسی بھی
مل گئی ورنہ یہاں تو کسی بس کا انتظار کرنا پڑتا۔“ کیپٹن شکیل
نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر
ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی کی رفتار کم ہوئی اور وہ ان کے قریب
اگر رک گئی۔ کیپٹن شکیل ڈرائیور کی سائیڈ سیٹ پر اور نعمانی اور صدیقی
عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے میٹر آن کر دیا اور پھر سوالیہ نظروں
سے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھنے لگا۔

”مین مارکیٹ۔“ کیپٹن شکیل نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور
نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ ٹیکسی لمبا چکر کاٹ کر
شہر میں داخل ہوئی اور پھر وہ مین مارکیٹ کی طرف جانے والی سڑک

”باہر آ جاؤ فوراً“۔ اس بار کمرخت پہچے میں کہا گیا اور کیپٹن شکیل اور اس کے ساتھیوں نے کندھے اچکاتے ہوئے باہر آنے کے لئے سر باہر نکالے ہی تھے کہ ان کے سروں پر بیک وقت تیامت سی ٹوٹ پڑی۔ شاید ان مسلح افراد کے ساتھ اور بھی لوگ تھے جن کے پاس کوئی مخصوص قسم کے راڈ تھے۔ اس لئے پہلی ہی ضرب اس قدر بھرپور انداز میں ماری گئی کہ وہ تیزی سے اوندھے منہ ٹیکسی سے باہر جا گرے اور ان کے ذہنوں پر تاریکی نے قبضہ کر لیا۔

پر مڑ گئی لیکن اس سڑک پر ذرا اُسکے جاتے ہی ٹیکسی نے لیکھنت جھٹکے کھانے شروع کر دیئے اور ڈرائیور کے ساتھ ساتھ کیپٹن شکیل اور اس کے ساتھی بھی چونک پڑے۔

”اوہ میرے خیال میں بیٹری کے کلبپ گڑ بڑ کر رہے ہیں۔ ایک منٹ جناب۔“۔ ڈرائیور نے قدرے مشرمدہ سے پہچے میں کہا، اور ٹیکسی سائیڈ پر کر کے اس نے ایک عمارت کے سامنے روک دی۔ عمارت کے اُسکے لمبا سا برآمدہ تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بونٹ کھولنے والا بٹن پریس کیا اور بونٹ کھٹاک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ذرا سا اوپر کو اٹھ گیا۔ ڈرائیور دروازہ کھول کر نیچے اُترا اور سامنے جا کر اس نے بونٹ اٹھا کر اُسے راڈ کے ساتھ ٹکا کر وہ بیٹری پر جھک گیا۔ اس کا انداز بڑا پیشہ ورانہ تھا۔ اس لئے وہ تینوں ہی مطمئن انداز میں بیٹھے رہے لیکن ابھی ڈرائیور بیٹری پر جھکا ہوا تھا کہ لیکھنت تین مشین گنیں ٹیکسی کی کھلی کھڑکیوں سے اندر داخل ہوئیں اور ان کے جسموں کے ساتھ لگ گئیں اور وہ تینوں ہی بُری طرح چونک پڑے۔

”خاموشی سے نیچے اُتر آؤ“ دستور نہ...۔“۔ ایک مشین گن بردار نے بظاہر مطمئن لیکن دراصل انتہائی سرومہرانہ پہچے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی پیچھے عقبی دروازے اور کیپٹن شکیل کی سائیڈ والا دروازہ بھی انہوں نے پیچھے بٹ کر ایک جھٹکے سے کھول دیا۔

”کیا بات ہے۔“۔ کیپٹن شکیل نے قدرے احتجاج بھرے پہچے میں کہا۔

”گھپلا — کیسا گھپلا — میں سمجھا نہیں۔“ — کنگ کے
 بچے میں حیرت کا عنصر اور بھی بڑھ گیا۔
 ”یہ انگوٹھی دیکھئے — یہ بگ رنگ نمبر بارہ ہے جو آپ نے
 اٹکری کے کرنل سجاد کو دی تھی۔“ — اسلم نے جیب سے ایک
 انگوٹھی نکال کر کنگ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
 ”بگ رنگ نمبر بارہ — کرنل سجاد والی مگر یہ تمہارے پاس
 کیسے پہنچ گئی۔“ — کنگ نے انگوٹھی لیتے ہوئے ابلجھے ہوئے
 بچے میں کہا۔

”یہی تو گھپلا ہوا ہے — اس کی تفصیل بتانے تو مجھے خود اُنا
 پڑا ہے۔“ — اسلم نے کہا۔
 ”تفصیل سے بتاؤ — یہ کیا چکر ہے۔“ — کنگ نے بڑی
 عرج ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”جناب بگ رنگ نمبر بارہ اُن تھا کہ اس کے آپریٹر نے اچانک
 اس کے ڈاؤن ہونے کی کال دی جس پر میں گھبرا کر اس کی آپریٹنگ
 مشین کے پاس گیا تو واقعی آپریٹنگ مشین کی سکرین پر اندھیرا سا تھا۔
 جبکہ مشین بتا رہی تھی کہ رنگ اُن ہے۔ میرے پوچھنے پر آپریٹر نے
 بتایا کہ کرنل سجاد حسب معمول اپنے دفتر میں موجود تھا کہ سپلائی کا ایک
 کرنل جس کا نام اسلم تھا ایک کیپٹن کے ساتھ اس کے پاس آیا۔ اس
 کرنل اسلم نے اس انگوٹھی میں دلچسپی لی اور پھر کرنل سجاد کی انگلی سے
 انگوٹھی اتروا کر ماتحت میں پکڑی اور اس کے ساتھ ہی بگ رنگ کی
 سکرین پر اندھیرا اچھا گیا۔ میں نے کافی دیر مشین کو چیک کیا لیکن مشین

دروازے پر دستک کی آواز سننے ہی کر سی پر بیٹھے ہوئے کنگ
 نے حیرت سے سراٹھایا۔ وہ اس وقت اپنی کوٹھی کے کمرے میں تھا۔
 اور اس کے ملازم تو دستک کی آواز دینے کے عادی نہ تھے۔ اس لئے
 دستک کی آواز سننے ہی اس کے چہرے پر حیرت کے آثار ابھرائے۔
 ”یس کم ان۔“ — کنگ نے تیز بچے میں کہا۔ دوسرے لمحے
 دروازہ کھلا اور ایک پتلا دبلا سا ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا اس
 کی آنکھوں پر عینک تھی اور بال قدر رے پریشان سے تھے۔
 ”تم اسلم اور یہاں — کیوں۔“ — کنگ اس آدمی کو
 دیکھتے ہی نہ صرف بڑی طرح چونک پڑا بلکہ بے اختیار اچھل کر کھڑا
 ہو گیا۔

”باس ایک بڑا گھپلا ہو گیا تھا اس لئے مجھے خود اُنا پڑا۔“
 اسلم نے ممنماتی ہوئی آواز میں کہا۔

پر پہنچے۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے مین مارکیٹ چلنے کے لئے کہا۔ پزو گرام کے مطابق ٹوٹی کے آدمی نے ٹیکسی کی خرابی کا بہانہ کر کے کینال روڈ کی ایک عمارت کے پاس ٹیکسی روک دی۔ وہاں ٹوٹی کے آدمی پہلے سے تیار تھے۔ انہوں نے ان تینوں کو باہر نکالا اور پھر ان کے سرور پر لوہے کے راڈ مارکر انہیں بیہوش کیا اور عمارت کی سائیڈ میں موجود کار میں ڈال کر وہ انہیں ٹوٹی کے ہیڈ کوارٹر لے کر رہے تھے۔ انگوٹھی ٹوٹی کی ہدایت پر پہلے ہی اس کرنل اسلم کی انگلی سے نکال لی گئی تھی اس لئے یہاں سے مشین دوبارہ آف ہو گئی۔ اس کے بعد ٹوٹی کا فون آیا کہ وہ لوگ بے حد ہوشیار ثابت ہوئے انہیں راستے میں ہی ہوش آگیا۔ شاید کار کے دھچکوں کی وجہ سے یا پھر وہ لوگ انتہائی قوت مدافعت کے مالک تھے یا پھر انہیں اچھی طرح بیہوش نہ کیا گیا تھا۔ بہر حال راستے میں ہی جھگڑا ہو گیا۔ چونکہ کار اس وقت بارسان روڈ سے گزر رہی تھی اس لئے وہاں ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ عام پبلک اور پولیس بھی وہاں پہنچ گئی۔ اس لئے ٹوٹی کے آدمیوں کو کار اور ان آدمیوں کو چھوڑ کر وہاں سے فرار ہونا پڑ گیا۔ اس طرح وہ آدمی تو ہاتھ سے نکل گئے لیکن انگوٹھی بہر حال ٹوٹی تک پہنچ گئی اور ٹوٹی نے یہ انگوٹھی بھجوائی ہے۔ میں اس لئے اسے ساتھ لے کر آیا ہوں کہ ٹوٹی مزید ہدایات طلب کر رہا ہے۔ — اسلم نے تیز تیز بچے میں پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”دیری بیڈ — ہمیں کام کرتے ہوئے طویل عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن آج تک ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ پھر یہ کیا ہو گیا اور یہ کون لوگ

بالکل درست طور پر کام کر رہی تھی لیکن مشین نہ ہی کوئی آواز نشر کر رہی تھی اور نہ ہی اس کا ویو سیکشن کام کر رہا تھا۔ میں کافی پریشان ہو گیا کہ یہ کچھ کیا ہے لیکن پھر کچھ دیر بعد صورت حال واضح ہو گئی اور مشین نے کام شروع کر دیا لیکن منظر بدل چکا تھا۔ آپریٹر نے بتایا کہ جس کی انگلی میں بگ رنگ نمبر بارہ ہے وہ کرنل اسلم ہے جو کرنل سجاد سے ملنے آیا تھا۔ وہ ایک جیب کی سائیڈ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر وہ کیپٹن تھا اور پچھلی سیٹ پر ایک اردلی بیٹھا ہوا تھا۔ اسی لئے کرنل اسلم نے کہا کہ میرے خیال میں جیب کی بجائے یہ انگلی میں زیادہ محفوظ رہے گی۔ شب میں ساری بات سمجھ گیا کہ بگ رنگ اس کرنل اسلم نے کرنل سجاد سے لے کر اپنی جیب میں ڈال لی تھی اور انگلی کی لمب ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کے ویو اور ٹیلی وژن سیکشن آف ہو گئے تھے پھر جیب کرنل اسلم نے اسے انگلی میں پھنسی تو وہ اُن ہو گئی۔ اس کو مطلب تھا کہ اس بگ رنگ کے لئے کوئی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ بہر حال ان کا پروگرام میں نے سن لیا۔ انہوں نے جیب درختوں کے جھنڈ میں روکی اور پھر انہوں نے فوجی یونیفارمز اتار کر جیب کے اندر سے سادہ کپڑے نکال کر پہنے مجھے ان کے پروگرام کا علم ہو گیا چنانچہ میں نے فوراً ٹوٹی سے رابطہ قائم کیا اور اُسے انہیں پکڑنے اور ان سے بگ رنگ حاصل کرنے کے بارے میں ہدایات دیں۔ ٹوٹی فوراً حرکت میں آگئی اس نے اس سڑک پر ایک آدمی ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں بھیج دیا۔ اور ساری ہدایات دے دیں چنانچہ ٹیکسی عین اس وقت پہنچ گئی۔ جب وہ درختوں کے اس جھنڈ سے پیدل چلتے ہوئے سیکنڈ ہائی لے

تھے۔" — کنگ نے پریشان ہجے میں کہا۔

"ٹوٹی نے ان کی تلاش کے احکامات جاری کر دیئے ہیں لیکن ظاہر ہے اتنے بڑے شہر میں سے ان کا ڈھونڈنا کتنا خاصا مشکل کام ہے۔" — اسلم نے کہا۔

"وہ کار جس پر یہ لوگ آرہے تھے ٹوٹی کی تھی۔ اگر وہ سرکاری آدمی ہوئے تو اس کار سے وہ ٹوٹی تک پہنچ جائیں گے۔" — کنگ نے کہا۔

"میرے ذہن میں بھی یہی بات آئی تھی اور میں نے ٹوٹی سے اس بارے میں استفسار بھی کیا تو اس نے بتایا کہ اس نے ٹیکسی اور کار دونوں فوری طور پر چوری کرائی تھیں۔ وہ ایسے معاملے میں بے حد محتاط رہتا ہے۔" — اسلم نے کہا۔

"ہو نہ ٹھیک ہے۔ اب انہیں تلاش کرنا ہی پڑے گا۔ تاکہ اصل بات سامنے آجائے۔ لیکن تم فوری طور پر اس کرنل سجاد کو فائل آف کر دو۔ اس سے انگوٹھی لی گئی ہے تو وہ لازماً ساتھ شامل ہے۔" — کنگ نے تیز ہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" — اسلم نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
 "اور سنو۔ اب جب تک میں نہ کہوں ساری بگ رننگ آف کر دو جب تک اس ساری گیم کا پتہ نہ چلا لیا جائے میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔" — کنگ نے تیز ہجے میں کہا اور اسلم سر ہلاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد کنگ جلدی سے اٹھا اور اس نے جلدی سے ایک طرف میز پر

پڑا ہوا ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا اور نمبر ملانے لگا۔

"یس جیک سپیکنگ۔" — رابطہ قائم ہوتے ہی اس کے دوسرے سیکشن کے انچارج جیک کی آواز سنائی دی۔

"کنگ سپیکنگ۔ جیک تم فوراً میرے پاس پہنچو۔ میں نے تم سے ایک اہم بات کرنی ہے۔ ہری اپ۔" — کنگ نے تیز ہجے میں کہا اور پھر جیک کی بات سننے بغیر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی پڑے ہوئے انٹر کام کا ریسیور اٹھایا اور اس پر ایک نمبر پر لیس کر دیا۔

"یس باس۔" — ایک آواز سنائی دی۔

"جیک کو میں نے بلایا ہے۔ جیسے ہی وہ یہاں پہنچے اسے میرے پاس بھیج دینا اور سنو جب تک جیک واپس نہ چلا جائے میں آف رہوں گا۔" — کنگ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انٹر کام کا ریسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اسلم چونکہ اس کے بے حد قریب تھا۔ اس لئے وہ یہاں کھڑی میں بغیر پوچھ بچھ کے آتا جاتا رہتا تھا۔ اس لئے وہ یہاں کمرے تک بھی پہنچ گیا تھا اور کنگ کو اطلاع نہ ہوئی تھی جبکہ جیک کو لازماً روک لیا جانا تھا۔ اس لئے اس نے اس کی اطلاع کو ٹھکی کے باز پرس کیئر نکسن کو دی اور آف سے اس کا مطلب تھا کہ کوئی ملاقاتی یا کوئی بھی ٹیلیفون اُٹے تو اسے یہی جواب دیا جائے کہ کنگ کو کھٹی میں مجھ سے نہیں ہے۔ اور اب وہ بے چینی سے جیک کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی چھٹی جس بار بار اسے المارم دے رہی تھی کہ بگ رننگ بارہ

کے اس چکر کے پیچھے لازماً وہ عمران ہی ہوگا اور وہ جبیک سے مل کر اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ اگر واقعی یہ چکر عمران کا چلایا ہوا ہے تو پھر برتھ اسٹون کا یہ پیچیدہ اور گہرا نظام لازماً شدید ترین خطرے میں تھا اور ظاہر ہے وہ اس قدر پھیلے ہوئے نظام کو اس طرح تباہ ہو جانے کی کسی صورت بھی اجازت نہ دے سکتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے طور پر عمران کے فوری قتل کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس لئے اس نے جبیک کو بلایا تھا۔ اسے چیف باس کی عمران کے متعلق ہدایات کا پوری طرح علم تھا لیکن اب صورت حال ایسی بن گئی تھی کہ یا تو وہ ان ہدایات کو نظر انداز کر کے عمران کو ختم کر دیتا یا پھر دوسری صورت یہ کہ اس انتہائی فائدہ مند نظام کو ختم کر کے پاکیشیا ہی چھوڑ دیتا اور اس نے اس نظام کو پھیلانے اور چلانے پر جس قدر محنت کی تھی وہ اسے اس طرح ختم نہ کرنا چاہتا تھا اس نے عمران کے فوری خاتمے کا ہی فیصلہ کیا تھا اور اسے یقین تھا کہ جبیک کے ساتھ مل کر وہ عمران کے خاتمہ کا کوئی ایسا منصوبہ بنائے گا جس سے عمران کا زندہ پنج لکھنا قطعی ناممکن ہوگا۔ اسے بھی اب جبیک کا انتظار تھا۔

”تو آپ کے خیال میں یہ انگوٹھی وغیرہ کا کوئی گہرا چکر ہے اور یہ چکر اس کنگ آف سٹونز ڈاکٹر کرو سو کا چلایا ہوا ہے۔ — بلکہ یہ نے سامنے بیٹھے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔“

”بظاہر تو ان انگوٹھیوں میں کوئی چکر سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ سیدھی سادھی سی انگوٹھیاں ہیں اور برتھ اسٹون پہننے کا شوق بھی دنیا میں بے شمار لوگوں کو ہوتا ہے۔ اس میں فوجی افسر بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ فیاض کی انگوٹھی سے اس دائرے کے پراسرار طور پر غائب ہو جانے نے مجھے چونکا دیا ہے۔ بہر حال دیکھو جب کرنل سجاد والی انگوٹھی اُٹے گی تب اصل بات کا پتہ چلے گا۔“

عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے الجھے ہوئے بچے میں کہا۔

”ارے ہاں عمران صاحب — وہ دسیم والی بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ صفدر نے دسیم کے بارے میں تفصیلی انکوائری کر لی

بلے حد سرد ہو گیا۔

”یس باس :۔“ کیپٹن شکیل کا لہجہ اور زیادہ مودبانہ ہو گیا اور پھر اس نے انگوٹھی حاصل کرنے کے بعد ٹیکسی میں سوار ہونے، حملہ ہونے اور پھر ٹیکسی میں ہوش اُجانے کے بعد کی تفصیل بتائی کہ انہوں نے ہوش میں اُتے ہی ہنگامہ کیا تو وہ لوگ نکل گئے اور ان کا لٹا قب اس لئے نہ ہو سکا کہ وہاں پولیس اور لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اب بڑی مشکل سے پولیس سے جان چھڑا کر وہ فون کر رہا ہے۔

”ٹیکسی اور اس کار سے متعلق پڑتال کی ہے تم نے :۔“
عمران نے انتہائی سرد لہجے میں پوچھا۔

”سر میں نے فون کرنے سے پہلے اس ٹیکسی کے اور کار کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں تاکہ اگر ہم ان کی مدد سے ان لوگوں کا کوئی کیلو نکال سکیں تو نکال کر آپ کو رپورٹ دیں۔ ٹیکسی اور کار دونوں چوری کی تھیں۔ چوری کی رپورٹ مختلف تھاٹوں میں صرف اُدھا گھنٹہ پہلے درج کرائی گئی تھی۔ ٹیکسی دلاور چوک کے ٹیکسی سٹینڈ سے چوری کی گئی تھی اور کار کینال روڈ سے اور کینال روڈ دی روڈ ہے جہاں سے ہمیں یہ ہوش کر کے اغوا کیا گیا تھا :۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”افراد کا خلیہ خاص طور پر اس ٹیکسی ڈرائیور کا بتاؤ کیونکہ تم نے اسے دیر تک دیکھا ہو گا :۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اور جواب میں کیپٹن شکیل نے جو حلیے بتائے وہ عام سے مقامی

ہے۔ وہ خاصا باکردار آدمی ہے۔ صاف ستھرا بزنس کرتا ہے اور اس کے متعلق اب تک کوئی شکایت سامنے نہیں آئی :۔“ بلیک زبرا نے چونک کر کہا۔

”اچھا دیکھ لیں گے۔ ابھی جولیہ کونسی بوڑھی ہو گئی ہے۔ پہلے اس انگوٹھی کا مسئلہ تو سیدھا ہو :۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور بلیک زبرا دسر ہل کر خاموش ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس وقت عمران کا ذہن اس انگوٹھی میں الجھا ہوا ہے اور جب تک یہ الجھن کسی نتیجے تک نہ پہنچ جائے وہ کسی اور بات پر سوچنا بھی نہیں چاہتا۔
”اب تک کیپٹن شکیل کی طرف سے کوئی اطلاع اُجانی چاہیے :۔“ عمران نے کہا۔

”ہو سکتا ہے کرنل سجاد دفتر میں نہ ہو اس لئے انہیں دیر ہو گئی ہو ورنہ آپ نے جو پلاننگ بنائی ہے اس میں ناکامی کی تو گنجائش ہی نہیں اور پھر کیپٹن شکیل، نعمانی اور صدیقی تینوں ہی خاصے ہوشیار لوگ ہیں :۔“ بلیک زبرا نے کہا۔ اس سے پہلے کہ عمران اس کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

”ایکسٹو :۔“ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔
”شکیل بول رہا ہوں جناب۔“ ہم نے وہ انگوٹھی تو حاصل کر لی تھی لیکن وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے :۔“ دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

”تفصیلی رپورٹ دیا کرو کیپٹن شکیل :۔“ عمران کا لہجہ

چلیے تھے۔ ان میں کوئی ایسی خاص بات موجود نہ تھی جس سے کسی کو تلاش کیا جاسکے۔

”تم نے کرنل سجاد سے انگوٹھی لے کر اسے غور سے دیکھا تھا؟“

عمران نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔
 ”یس باس — وہ ہو ہو ویسی ہی انگوٹھی تھی جیسی آپ نے ہمیں بھجوائی تھی۔ دونوں انگوٹھیوں میں بس ایک فرق تھا کہ کرنل سجاد والی انگوٹھی کے دائیں سائیڈ پر پھول کے گرد ایک دائرہ سا ابھرا ہوا تھا جبکہ آپ نے جو انگوٹھی بھیجی تھی اس میں وہ دائرہ موجود نہ تھا۔“

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
 ”گڈ نشو — تمہاری اس باریک بینی نے تمہاری اس کوتاہی کا مداوا کر دیا ہے جو تم سے انگوٹھی کھودینے سے ہوئی۔ اس لئے تم یقینوں سزا سے بچ گئے ہو ورنہ ایسی کوتاہی کی میں عبرتناک سزا دیا کرتا ہوں، سمجھے۔ اور اب تم تینوں ہر طرف خود انہیں تلاش کرو بلکہ جولییا کو فون کر کے اسے بھی چلے بتا دو تاکہ وہ بھی باقی عمر زسیت انہیں تلاش کرنا شروع کر دے۔“

عمران نے تیز اور تلخ لہجے میں کہا۔
 ”یس سر۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور عمران نے ریسور رکھ دیا۔

”تم نے اس کنگ آف سٹونز کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں دی۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ چوہان کے ذمہ لگا دو کہ وہ اس کی چیکنگ کرے۔“

قد رے تلخ لہجے میں کہا۔

”ابھی تک اس نے کوئی رپورٹ نہیں دی۔ میں معلوم کرتا ہوں۔“

بلیک زیرو نے موڈ بانہ لہجے میں کہا اور ٹیلیفون کا ریسور اٹھالیا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا جبکہ عمران نے کرسی کی پشت سے سر لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی پیشانی پر سوتح کی لکیریں نمایاں تھیں لیکن چند لمحوں تک ریسور کانوں سے لگائے رکھنے کے بعد جب دوسری طرف سے کسی نے ریسور نہ اٹھایا تو بلیک زیرو نے ریسور رکھ دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ چوہان فلیٹ میں موجود نہیں ہے اور اس نے ساتھ ہی پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر پر چوہان کی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔ یہ فریکوئنسی چوہان کے واقع ٹرانسمیٹر کی تھی اور تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

”ایکسٹو اور۔“ بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”یس باس — میں چوہان بول رہا ہوں اور۔“ چوہان کی موڈ بانہ آواز سنائی دی۔

”تم نے ڈاکٹر کرسو کے بارے میں رپورٹ نہیں دی اور۔“ بلیک زیرو کا لہجہ اور بھی زیادہ سرد ہو گیا۔

”میں ابھی تحقیقات کر رہا ہوں جناب — اس کا کاروبار بے حد وسیع ہے۔ ویسے وہ سر زیادہ تر کوٹھی میں ہی رہتا ہے۔ کبھی کبھار دفتر میں آ بیٹھتا ہے۔ اس کا دفتر شان کرشل بلڈنگ کی تیسری منزل پر ہے۔ پوری منزل ہی اس کے آفسز پر مشتمل ہے اور شان کرشل پلازہ کا مالک بھی وہ خود ہے۔ سٹون کلب وہ

اور چند لمحوں بعد ہی وہ اس کو بھٹی کے عظیم الشان گیٹ پر پہنچ کر رُک گیا۔ گیٹ کے بائیں طرف والے ستون پر واقعی پیتل کے ابھرے ہوئے حروف میں ایک جہازی سائیز کی نیم پلیٹ نکس بنتی جس پر ڈاکٹر مارٹن کروسو کے نیچے ڈگریوں کی تین قطاریں تھیں۔ عمران چند لمحے غور سے ان ڈگریوں کو دیکھتا رہا اور پھر اس کے لبوں سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ ڈگریوں پر غور کرنے سے پہلے اتنی لمبی چوڑی ڈگریاں دیکھ کر اسے خیال آیا تھا کہ اس قدر عالم فاضل آدمی دار الحکومت میں موجود ہے لیکن وہ اس سے کیسے بے خبر رہا۔ لیکن اب ڈگریوں کو غور سے دیکھنے کے بعد اسے سمجھ آگئی کہ یہ ڈگریاں دراصل ایک رییمیا اور گریٹ لینڈ کی اکھٹ ساٹنس کی ریسرچ کے لئے قائم کئے گئے اداروں سے ملتی تھیں اور ان ڈگوں کے مطابق ڈاکٹر کروسو، علم نجوم، علم مسمریزم، ہیناٹزم اور ایسے ہی کئی اور علوم کا ماہر تھا۔

عمران نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں بعد چھوٹا چھانک کھٹا اور ایک باوردی ملازم باہر آ گیا۔

”یس سر!“ ملازم نے عمران اور اس کی کار کو دیکھتے ہوئے مودبانہ ہلچے میں کہا۔

”ڈاکٹر کروسو کو اطلاع دو کہ پرنس آف ڈھپپ اس سے شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے بنفس نفیس تشریف لائے ہوئے ہیں۔“ عمران نے بڑے باوقار ہلچے میں کہا۔

”اودہ جناب — ڈاکٹر صاحب تو گریٹ لینڈ گئے ہونے میں آج صبح ہی تشریف لے گئے ہیں۔ ایک ہفتے کا کاروباری دورہ ہے۔ ان

کبھی کبھار ہی آتا ہے اور!“ — چوہان نے مودبانہ ہلچے میں جواب دے۔

”تم اس کے کاروبار کو چھوڑو اور اب اس کی ذاتی نگرانی کرو کہ اس سے کون کون ملنے آتا ہے اور!“ — بلیک زیرو نے تیز ہلچے میں ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”یس باس اور!“ — چوہان نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے اور اینڈ آف کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”میرا خیال ہے مجھے خود اس ڈاکٹر کروسو سے ملنا چاہیے۔ تب ہی کوئی واضح صورت حال سامنے آئے گی۔“ — عمران نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

”کیٹین تشکیل کی رپورٹ نے تو عجیب سی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ ان لوگوں کو آخر اتنی جلدی کیسے علم ہو گیا اور پھر وہ کیوں نہیں چاہتے کہ یہ انگو بھٹی ہمارے پاس پہنچے!“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آرہی۔ یقیناً اس دائرے میں کوئی چکر ہے جو سوپر فیاض کی انگو بھٹی سے پُر اسرار طور پر غائب ہو گیا۔ بڑا پتہ چل جائے گا۔“ — عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھ کر آپریشن روم کے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار دانش منزل سے نکل کر شان کالونی کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ وہ پہلے اس کی کو بھٹی پر جانا چاہتا تھا اور پھر شان کالونی پہنچ کر اس نے کو بھٹی نمبر چوڑے تلاش کرنا شروع کر دی

”کتنی تنخواہ دیتے ہیں ڈاکٹر کروسو — میں نے تو سنا ہے بڑے کنبوس آدمی میں“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی اس ملازم کا انٹرویو کرنے پر تیار کیا تھا۔

”جج جج جناب — بارہ سو روپے دیتے ہیں — کھانا اور کپڑے بھی — ویسے انعام و اکرام بھی دیتے ہیں جناب“ — ملازم نے جواب دیا۔

”کیا بات ہے آرہے — تم نے اتنی دیر باہر کیوں لگا دی؟“ اسی لمحے اس ملازم کے عقب سے ایک بھاری آواز گونجی۔

اور عمران نے دیکھا کہ ایک سخت چہرے والا نو جوان چھوٹے پٹائی کے کھلے ہوئے حصے پر موجود تھا۔

”پپ پپ پرنس صاحب سے ملاقات کر رہا تھا نکسن صاحب!“ ملازم نے انتہائی بوکھلاہٹ سے بولے۔

”پرنس سے — جناب کیا بات ہے؟“ نکسن نے حیرت بھرے انداز میں اگے بڑھتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہمارا نام پرنس آف ڈھپ ہے اور ہم بنفس نفیس ڈاکٹر کروسو سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے مگر...“ — عمران نے جان بوجھ کر منگو کے بعد فقرہ ادھر چھوڑ دیا۔

”تو آرہے آپ کو بتایا نہیں کہ صاحب تو آج صبح گریٹ لینڈ کاروباری ورے پر گئے ہیں — کیوں آرہے؟“ نکسن نے اس بار ملازم سے مخاطب ہو کر انتہائی سخت بیچے میں کہا۔

”کا۔۔۔ ملازم نے فوراً ہی موڈ بانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا ان کی بیگم سے ہم ملاقات کر لیں گے۔ اب جبکہ پرنس ابھی گئے ہیں تو بغیر ملاقات تو واپس نہیں جاسکتے۔“ عمران نے کہا۔

”جناب انہوں نے تو شادی ہی نہیں کی۔ یہاں ہم صرف ملازم ہی رہتے ہیں ان کے؟“ — ملازم نے جواب دیا۔

”او۔۔۔ کے پھر آپ سے ہی ملاقات کر لیتے ہیں۔ ہم نے اپنا تعارف تو کرا دیا ہے آپ بھی تفصیلی تعارف کرا دیجئے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ — وہ جناب میں تو ملازم ہوں۔ میرا نام آرہے ہے جناب!“ ملازم واقعی بڑی طرح بوکھلا گیا تھا۔

”کب سے ڈاکٹر صاحب کے پاس ہو؟“ عمران نے باقاعدہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”جج جناب — دو سالوں سے — پہلے میں ریگاکا کلب میں ملازم تھا۔ پھر میری نوکری ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب وہاں آتے تھے۔ انہوں نے ہربانی کی اور مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔“ — ملازم نے بڑے بوکھلاہٹ سے ہونے انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی ایک عام سا ملازم تھا اور ظاہر ہے شاندار سپورٹس کار اور عمران جیسے وجیہ آدمی کا اس سے مصافحہ کرنا اس کی زندگی کا بوکھلا دینے والا واقعہ ہی تھا۔

"مہم میں نے بتایا ہے۔ پوچھ لیجئے۔" — آرہتر نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔
 "اس نے تو بتایا ہے لیکن ہم نے سوچا کہ اب جبکہ ہم بنفس نفیس ملاقات کے لئے اُسی گئے ہیں تو خالی کیسے جائیں۔ چنانچہ ہم آرہتر سے ملاقات کر رہے تھے اور آرہتر نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی ملازمت میں آنے سے پہلے ریگا کلب میں ملازم تھا۔ آپ فرمائیے آپ کو نسے کلب میں ملازم تھے۔" — عمران نے بڑے مشابہ انداز میں کہا۔

"میں کسی کلب میں ملازم نہ تھا۔" — آرہتر: — نکسن نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا اور پھر آرہتر کا بازو پکڑے وہ اس طرح واپس پلٹ گیا جیسے وہ اب عمران سے مزید کوئی بات نہ کرنا چاہتا ہو اور عمران مسکراتا ہوا پلٹا اور کار کا دروازہ کھول کر اس میں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے چوک کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔
 جہاں پہلے فون بوقت موجود تھا۔ اس نے کار فون بوقت کے پاس جا کر روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ فون کی طرف بڑھ گیا۔ ایک آدمی اسی وقت فون بوقت سے نکلا اور ایک نظر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا۔ عمران فون بوقت میں داخل ہوا لیکن اس کی نظریں اس آدمی پر جمی ہوئی تھیں لیکن وہ اطمینان سے چلتا ہوا جب آگے بڑھ گیا تو عمران نے جیب سے سکے نکالے اور انہیں مشین میں ڈال کر اس نے ٹانیکر کے رہنشی کمرے والے نمبر گھما دیئے۔ گو اس وقت ٹانیکر رہنشی کمرے سے نکل کر کس بھی کلب یا کیفے میں ہو سکتا تھا لیکن پھر بھی عمران

اسے چیک کر لینا چاہتا تھا کیونکہ ٹانیکر کا کچھ طے نہ تھا۔ وہ جب فارغ ہوتا تو کبھی کبھار وہ سارا سارا دن کمرے میں ہی گزار دیتا تھا اور وہی ہوا، گھنٹی بجتے ہی دوسری طرف سے ریسپور اٹھالیا گیا۔
 "یس:۔" — ٹانیکر کی محتاط سی آواز سنائی دی۔
 "عمران بول رہا ہوں۔" — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 وہ ٹانیکر سے ہمیشہ سنجیدہ لہجے میں ہی بات کرتا تھا۔
 "یس سر:۔" — ٹانیکر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
 "ایک حلیہ نوٹ کرو:۔" — عمران نے کہا اور پھر اس نے اس ملازم آرہتر کے بعد آنے والے ملازم نکسن کا قد و قامت اور حلیہ تفصیل سے بتا دیا۔ خاص طور پر اس کی ٹھوڑی پر موجود زخم کے ترچھے سے نشان کے متعلق بھی بتا دیا۔
 "یس باس:۔" — ٹانیکر نے جواب دیا۔
 "یہ آدمی مجھے لگتا ہے کہ لازماً زیر زمین دنیا سے متعلق رہا ہے کیونکہ اس کا انداز مخصوص تھا لیکن آج کل یہ نشان کالونی میں رہنے والے ڈاکٹر کمرے کی کوٹھی پر موجود ہے۔ ہو سکتا ہے دو تین سال پہلے یہ زیر زمین دنیا سے متعلق رہا ہو۔ ویسے اب اس کا نام نکسن ہے:۔" عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 "جناب اس جیلے اور نام سے ایک آدمی میرے ذہن میں آ رہا ہے لیکن اس کی ایک اور خاص نشانی بھی ہے جو کہ آپ کے بتائے ہوئے جیلے میں موجود نہیں ہے۔ اس نکسن کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے ساتھ ایک اور چھوٹی انگلی بھی موجود ہے:۔" — ٹانیکر

اس لئے اس نے فلیٹ پر جانے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ وہاں جا کر وہ اطمینان سے اس ساری صورت حال پر غور کرے کیونکہ اس سارے معاملے میں اب خاصی پیچیدگیاں موجود تھیں۔

فلیٹ کے نیچے بنے ہوئے گیراج میں اس نے کاربند کی ادھر پر سر ڈھیوں کی طرف وہ بڑھا ہی تھا کہ اچانک دائیں طرف سے ٹرڈرٹا ہٹ کی آواز ابھری اور عمران بے اختیار چیخا ہوا اچھل کر بائیں طرف کواٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور چیخ بھی سنائی دی یہ چیخ بالکل عمران کے قریب سے سنائی دی تھی اور عمران کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے دو تین انگارے اس کے دائیں پہلو اور دائیں ران میں گھس گئے ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن تاریک ہو گیا۔

نے کہا۔
"بایاں ہاتھ ہو سکتا ہے وہی ہو کیونکہ اس کا بایاں ہاتھ مستقل اس کی جیب میں رہا تھا۔" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"اگر یہ وہی نمکس ہے جناب تو یہ زیر زمین دنیا میں خاصا معروف آدمی تھا۔ ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا تھا۔ ویسے زیادہ تر یہ ایک پیشہ ور قاتل جیک کے ساتھ رہتا تھا۔ پھر جیک تو کبھی کبھار نظر اتار رہا لیکن یہ نمکس کافی عرصے سے نظر نہیں آیا۔ ویسے اس جیک کے متعلق بھی کافی عرصے سے کوئی خاص رپورٹ سامنے نہیں آئی۔ شاید اس نے یہ پیشہ چھوڑ دیا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں ڈاکٹر کر دوسو کی کوشش پر جا کر اسے مزید چیک کر لوں گا۔" — ٹامیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ تم اس جیک کے بارے میں معلوم کر دو کہ وہ کہاں ہے۔ اگر وہ مل جائے تو اس سے شاید کوئی بہتر کلیو مل جائے گا۔" — عمران نے جواب دیا۔

"کس قسم کا کلیو جناب؟" — ٹامیگر نے چونک کر پوچھا۔
"ابھی یہ بات تمہیں سمجھ میں نہ آ سکے گی، تم بہر حال اس جیک کا معلوم کر کے مجھے فلیٹ پر فون کر دو۔ میں فلیٹ پر موجود رہوں گا۔" عمران نے کہا اور ریسورر رکھ کر وہ فون لوتھ سے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ کر فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ پیشہ ور قاتل کا ساتھ تھی اور اس ڈاکٹر کر دوسو کا ملازم۔ اسے اب یہ معاملہ واقعی کچھ زیادہ ہی مشکوک معلوم ہونے لگا تھا لیکن فی الحال چونکہ کوئی واضح پلوانٹ سامنے نہ آیا تھا۔

ن شکل ابھرائی تھی جس کی ٹیکسی میں سوار ہو کر وہ مین مارکیٹ جا رہے تھے کہ راستے میں ان پر حملہ ہوا تھا۔ گو اس آدمی کی بنا پر شکل اس ٹیکسی ڈرائیور سے نہ ملتی تھی لیکن اس کے مخصوص نقوش وہی تھے جو اس ٹیکسی ڈرائیور کے تھے۔ کیپٹن شکیل چونکہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا رہا تھا اس لئے اس کے ذہن میں ٹیکسی ڈرائیور کے مخصوص نقوش موجود تھے۔ عمران کو رپورٹ دینے کے بعد کیپٹن شکیل نے جلیا کو رپورٹ دی اور پھر وہ سیدھا اپنے فلیٹ پر گیا۔ وہاں اس نے زعفران لباس بدلا بلکہ ہلکا سا میک اپ بھی کر لیا اور پھر گیراج سے کار لے کر وہ ان حملہ آوروں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا اور اس تلاش کے سلسلے میں اس نے سب سے پہلے ہوٹل شیراز کا ہی رخ کیا تھا۔ کیونکہ اس کے ذہن میں ایک ہلکا سا متبہ موجود تھا کہ ان حملہ آوروں کا تعلق کسی نہ کسی طرح ہوٹل شیراز سے ضرور ہے۔ کیونکہ ہوش میں آنے کے بعد جب ان سے جھگڑا ہوا تو اس نے ایک حملہ آور کی میض کے کالر کی سائینڈ پر ایک مدھم سا مولو گرام کا خاکہ دیکھا تھا۔ یہ خاکہ ایسا تھا جیسے کالر پر پیسلے دھاگے سے مولو گرام بنایا گیا تھا لیکن بعد میں اس دھاگے کو توڑ کر نکال لیا گیا ہو لیکن دھاگہ کھینچنے کی وجہ سے بٹانکے ذرا ذرا ابھرائے تھے اور ان کی وجہ سے ایک مدھم سا خاکہ ابھرایا تھا اور یہ مولو گرام ہوٹل شیراز کا تھا جو کہ ہر ویر کے کالر پر بنا ہوا تھا۔ اس وقت جی ہوٹل میں جتنے ویٹرز گھوم رہے تھے ان میں سے ہر ایک کے کالر پر دھاگے سے بنا ہوا وہ مولو گرام نمایاں نظر آ رہا تھا اس لئے کیپٹن شکیل کار لے کر سیدھا ہوٹل شیراز آیا تھا اور یہاں آتے ہی اسے اس ٹیکسی

کیپٹن شکیل نے کار جیسے ہی ہوٹل شیراز کے کپاؤنڈ گیٹ میں موڑی اس کی نظریں ہوٹل کے مین گیٹ کے باہر برآمدے میں کھڑے ہوئے ایک آدمی پر پڑیں تو وہ بُری طرح چونک پڑا لیکن کار وہ کپاؤنڈ گیٹ سے موڑ کر سائینڈ پر بنی ہوئی پارکنگ کی طرف لے گیا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ جس آدمی کو دیکھ کر وہ چونکا تھا وہ اب برآمدے میں موجود ایک اور آدمی سے باتیں کر رہا تھا اور پھر جب تک کیپٹن شکیل برآمدے کے قریب پہنچا وہ آدمی مین ہال کے گیٹ کی طرف مڑ گیا جبکہ دوسرے آدمی نے باہر کا رخ کیا۔ کیپٹن شکیل جب مین ہال میں داخل ہوا تو اس نے اس آدمی کو ایک خالی میز پر بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ کیپٹن شکیل تیز تیز قدم اٹھاتا سیدھا اس آدمی کی طرف بڑھ گیا۔ اس آدمی کو دیکھتے ہی اس کے ذہن میں فوراً اس ٹیکسی ڈرائیور

”مسٹر شکیل — لیکن میرا بھائی وکٹر تو مجھ سے لڑا ہوا ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے گذشتہ ایک سال سے ہم دونوں کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہے۔ پھر آپ کو یہاں بیٹھنے کی ہدایت دینے کا کیا مطلب ہوا؟ — اس آدمی نے تیز بچے میں کہا۔

”جب آپ میرے لئے االس کریم کا کپ منگوائیں گے تو پھر میں مطلب بھی بتا دوں گا اور یہ مطلب آپ کے فائدے میں ہی نکلے گا مسٹر۔۔۔۔۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام مارٹن ہے۔“ — مارٹن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے قریب کھڑے ویٹر کو االس کریم لانے کا آرڈر بھی دے دیا۔

”شکریہ مسٹر مارٹن — اگر ہمارا سودا ہو گیا تو اس االس کریم کپ کے بدلے میں آپ کو دس لاکھ ڈالر کا فائدہ ہو سکتا ہے۔“ — کیپٹن شکیل نے بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔

”دس لاکھ ڈالر کا فائدہ — سودا — آپ وضاحت سے بات کریں۔ مجھے پہیلیوں میں بات کرنا کبھی پسند نہیں رہا۔۔۔۔۔“ مارٹن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”مجھے وکٹر نے بتایا ہے کہ آپ جواہرات کی نکاسی کے کام میں رہیں۔“ — کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے

جواہرات کا لفظ جان بوجھ کر کہا تھا کیونکہ اس کے ذہن میں وہی انگوٹھی تھی جس پر ایک قیمتی پکھراج لگا ہوا تھا اور اب تک جو کچھ کیپٹن شکیل کے سامنے آیا تھا اس میں اس کی نظر کے مطابق اہمیت اس

ڈرائیور کے نقوش والا آدمی نظر آگیا تھا۔ اب وہی صورتیں تھیں یا تو یہ اس ٹیکسی ڈرائیور کا بھائی تھا یا پھر وہ میک اپ میں تھا اور میک اپ چیک کرنے کے لئے ہی کیپٹن شکیل اس کی میز کی طرف بڑھ گیا تھا۔ ”کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟“ — کیپٹن شکیل نے میز پر قریب پہنچ کر بڑے بااخلاق لہجے میں کہا۔

”کیا اور میزیں خالی نہیں ہیں؟“ — اس آدمی نے بڑے کمرخت لہجے میں کہا لیکن کیپٹن شکیل کرسی گھسیٹ کر اس طرح اطمینان سے بیٹھ گیا جیسے اس آدمی نے اسے باقاعدہ اجازت دی ہو۔ البتہ کیپٹن شکیل نے قریب آکر یہ دیکھ لیا تھا کہ وہ آدمی میک اپ میں نہ تھا۔

”اور میزیں تو خالی ہیں لیکن آپ کے بھائی نے مجھے یہیں بیٹھنے کی ہدایت کی تھی۔“ — کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور ”آدمی بڑی طرح چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات آئے تھے۔

”میرے بھائی نے کیا — مطلب میں سمجھا نہیں۔“ — اس آدمی کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

”کس کا مطلب بتاؤں — بھائی کا یا ہدایت کا؟“ — کیپٹن شکیل نے بڑے دوستانہ انداز میں کہا۔

”ان دونوں کا مطلب تو مجھے اچھی طرح آتا ہے مسٹر۔۔۔۔۔“ — اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ”شکیل —“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مال بہت زیادہ بنے — لمبا سودا ہے۔“ — کیپٹن شکیل

نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”تو اُنس کریم کھا کر اٹھو اور میرے ساتھ چلو — میں تم سے
 تفصیلی بات کرنا چاہتا ہوں۔“ — مارٹن نے کہا اور کیپٹن شکیل
 نے سر ہلادیا۔ اُنس کریم ختم ہوتے ہی مارٹن اٹھ کھڑا ہوا کیپٹن شکیل
 نے بھی اس کی پیروی کی۔

”میں اوپر اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ کوئی کال اُتے تو اسے
 ڈائریکٹ کر دینا۔“ — مارٹن نے کاؤنٹر کے قریب جا کر کاؤنٹر
 مین سے کہا اور پھر کیپٹن شکیل کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا
 لفٹ کی طرف بڑھ گیا لیکن شکیل خاموش تھا اور تھوڑی دیر بعد وہ
 دونوں ہوٹل کی چھٹی منزل کے ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ رہائشی

کمرہ تھا۔
 ”بیٹھو۔“ — مارٹن نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے
 ہوئے کہا اور خود اس نے مگر دروازے کی چٹخنی لگائی اور پھر
 اگر کیپٹن شکیل کے سامنے بیٹھ گیا۔

”اگر میں تمہیں بتاؤں کہ تمہاری جان اور تمہارا مال دونوں شدید
 خطرے میں ہیں تو تمہارا کیا رد عمل ہوگا؟“ — مارٹن نے سنجیدہ
 لہجے میں کہا۔

”میں مسکرا دوں گا۔ کیونکہ تم مجھے نہیں جانتے اس لئے ایسی
 بات کر رہے ہو۔“ — کیپٹن شکیل نے واقعی اطمینان بھرے انداز
 میں جواب دیا۔

پکھراج کی ہی تھی۔

”جواہرات — کس قسم کے جواہرات؟“ — مارٹن نے
 جواہرات کا سن کر بُری طرح چونک پڑا۔
 ”میں — پکھراج وغیرہ؟“ — کیپٹن شکیل نے دانستہ
 طور پر صرف پکھراج کا نام لیا۔

”اُدھ میں آپ کا مطلب سمجھ گیا — آپ کے پاس قیمتی جواہرات
 سمگل شدہ موجود ہیں اور آپ انہیں یہاں لٹکانا چاہتے ہیں اور
 کے لئے دکر نے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے۔ میرا خیال ہے دکر کا
 دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ — مارٹن نے منہ بناتے ہوئے کہا
 لمحے ویڑنے اُنس کریم کے ودکپ لا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔
 پھر واپس مڑ گیا۔

”میں آپ کی بات کا مطلب سمجھا نہیں۔“ — کیپٹن شکیل
 نے اُنس کریم کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”آپ اس بزنس میں شاید نئے آئے ہیں؟“ — مارٹن نے
 بھی اپنا کپ اٹھاتے ہوئے کہا لیکن اس کے لہجے میں بے پناہ
 طنز تھا۔

”آپ کا آئیڈیا بالکل درست ہے۔ میری یہ لائن نہیں ہے
 بس ایک اتفاق سمجھئے کہ مجھے وقتی طور پر اس لائن میں آنا پڑا۔
 کیپٹن شکیل نے اس سے کچھ اگھوانے کے لئے کہا۔
 ”کتنا مال ہے آپ کے پاس؟“ — مارٹن نے اُنس کریم
 چمچے سے کھاتے ہوئے پوچھا۔

وہ بے حد اصول پسند ہے۔ سنو یہاں پاکیشیا میں جواہرات کا تمام تر کاروبار اب صرف ایک پارٹی کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں کی تمام پارٹیاں اس کے ساتھ ایچ بی اس لئے مجھے بھی یہ دھندہ چھوڑنا پڑا۔ وکٹر بھی اس پارٹی میں شامل ہے اور اس پارٹی کا سربراہ ٹونی ہے۔ اگر ٹونی کو ذرا برابر بھی شک پڑ گیا کہ تمہارے پاس ایسا مال ہے تو تمہاری روح دوسرے لمحے تمہارے جسم سے پرواز کر جائے گی۔ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے اور یہ ہوٹل میٹراز ٹونی کا گڑھ ہے۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ اگر تمہاری بات یہاں کے کسی آدمی کے کان میں پڑ جاتی تو پھر تمہارا پنج نکلنا محال ہو جاتا۔ یہ تو ہوئی خطرے والی بات، اب میں ہمیں ایک ٹپ دے دیتا ہوں۔ فیروز والا کے مین بازار میں ایک جوہری ہے۔ وکٹری جیولرز اس کے مالک کا نام سیٹھ ہاشم ہے۔ تم اس سے میرا نام لینا وہ تم سے سودا کر لے گا بشرطیکہ تمہارا مال اسے پسند آیا۔ اب نکالو دس ہزار ڈالر اور یہاں سے چلے جاؤ۔ مارٹن نے کہا۔

”ٹونی کا حلیہ بتاؤ اور یہ بھی بتاؤ کہ وہ کہاں ملے گا کیونکہ مجھے کیا ضرورت ہے کسی اور کے پاس دھکے کھانے کی، میں ٹونی سے ہی براہ راست سودا کیوں نہ کر لوں؟“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”تمہارا دماغ خراب ہے مسٹر شکیل — ٹونی تم سے مال خریدے گا۔ وہ تمہیں گولیوں سے اڑوا دے گا۔ وہ اس خیلڈ میں کسی کی مداخلت ذرا برابر بھی پسند نہیں کرتا۔“ مارٹن نے چونک کر کہا۔

”یہ میرا کام ہے۔ تم اس کے متعلق تفصیل بتاؤ اور اپنے

سنو — تم واقعی اس لائن میں سنے ہو۔ ورنہ اس طرح کی بات کم از کم کوئی آدمی ہوٹل میٹراز میں بیٹھ کر کرنے کی جرأت نہ کرتا اور وکٹر نے تمہیں درست ٹپ دی ہے کیونکہ وہ براہ راست اس دھندے پر ملوث نہیں ہو سکتا اور ایک سال پہلے واقعی میں اس قسم کے دھندے میں ملوث تھا لیکن وکٹر کو معلوم نہیں ہے کہ میں بھی ایک خاص وجہ سے اس دھندے کو چھوڑ چکا ہوں۔“ مارٹن نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا میں وہی تمہارے والا فقرہ دوہراؤں کر مجھے بھی پہیلیوں پر بات کرنا پسند نہیں آتا؟“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”سنو — اگر میں تمہیں حقیقی خطرے سے بھی آگاہ کروں اور چونکہ بھی دے دوں تو تم مجھے کیا دو گے۔ سوچ کر بتانا کیونکہ خطرے سے آگاہی ایک بہت گہرا راز ہے اور اگر اس کا کسی کو پتہ چل گیا تو پھر میری جان بھی جا سکتی ہے۔“ مارٹن نے کہا۔

”تم کیا چاہتے ہو؟“ کیپٹن شکیل نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

”صرف دس ہزار ڈالر؟“ مارٹن نے کہا۔

”ٹھیک ہے — وعدہ رہا۔ ابھی مل جائیں گے بشرطیکہ تم نے واقعی میرے لئے کوئی فائدہ مند بات بتائی۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”میں تم پر اعتبار کر سکتا ہوں کیونکہ تمہیں وکٹر نے بھیجا ہے اور وکٹر کم از کم کسی غلط آدمی کو کوئی ٹپ نہیں دے سکتا۔ اس معاملے میں

جملے میں لازماً ٹوٹی ملوث ہے۔ ہوٹل سٹیراز میں اس کا گڑھ بتائے جانے کے بعد اور حملہ آور کے کالر پر ہوٹل سٹیراز کے مولو گرام کا خاکہ پھر وکٹر کا ٹوٹی کا خاصا آدمی ہونا۔ ان ساری باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا تھا، ہوٹل سٹیراز سے نکلتے ہوئے اس کا ارادہ تھا کہ ٹوٹی کو پکڑے اور اسے لے جا کر ایکسٹو کے حوالے کر دے کیونکہ اس کے سامنے تو صرف ایک ہی مشن تھا کہ حملہ آوروں کو ٹریس کرے لیکن ہوٹل سٹیراز سے نکلنے کے بعد اچانک اسے خیال آیا کہ وہ پہلے یہ ساری تفصیلات ایکسٹو کو بتا دے شاید وہ کوئی اور ہدایت دے۔ اس لئے اس نے کار ایک فون بوقت کے سامنے جا کر روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ فون بوقت میں داخل ہو گیا۔

دس ہزار ڈالر لے لو:۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ایک شرط ہے — میرا نام درمیان میں نہ آئے۔“ — مارٹن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
”بے فکر رہو — شکیل اس معاملے میں اصول پسند سمجھا جاتا ہے۔“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

اور مارٹن نے ٹوٹی کا حلیہ تفصیل سے بتا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بتایا کہ ٹوٹی اسے اور یگا بار کے ذریعے مل سکتا ہے وہاں کا ڈنٹر پر موجود آدمی کے ذریعے اس سے بات ہو سکتی ہے۔

”او۔ کے مارٹن — تم نے واقعی میری مدد کی ہے۔“ — کیپٹن شکیل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”وہ رقم؟۔“ — مارٹن نے اٹھتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے کیپٹن شکیل کا ہاتھ گھوما اور مارٹن بڑی طرح چیختا ہوا اچھل کر دو قدم دور فرس پر جا کر ا۔ کیپٹن شکیل نے پھر اسے اٹھنے کی جہلت ہی نہ دی اور کپٹی پر پڑنے والی دو ٹھوکروں نے اسے ہوش سے بیگانہ کر دیا۔

”میں تو جواب میں تمہاری یہی مدد کر سکتا ہوں کہ تمہیں زندہ چھوڑ دوں۔“ — کیپٹن شکیل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار ہوٹل سٹیراز سے نکل کر تیزی سے اور یگا بار کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ اب اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ اس

چونک کمر پوچھا۔

” اسے ختم کر دیا گیا ہے — اور پاس ایک اور حیرت انگیز بات سامنے آئی ہے کہ اس کی انگلی میں آف رنگ موجود تھی۔“
اسلم نے کہا۔

” کیا کہہ رہے ہو آف رنگ — لیکن کیسے — وہ اس کے پاس کہاں سے آگئی — کس نے دی ہے اسے۔“ — کنگ کا چہرہ یکلخت پریشانی سے بگڑ سا گیا۔
” میں کیا بتا سکتا ہوں۔ ٹوٹی نے مجھے بتایا تھا، آپ تفصیل اس سے پوچھ لیں۔“ — اسلم نے کہا۔

” ٹھیک ہے تم تمام بگ رنگز آن کرو میں خود ٹوٹی سے بات کر لیتا ہوں۔“ — کنگ نے کہا اور ایک بار پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
” یس ٹوٹی سپیکنگ۔“ — دوسری طرف سے ٹوٹی کی آواز سنائی دی۔

” ٹوٹی — اسلم نے مجھے بتایا ہے کہ کرنل سجاد کے پاس آف رنگ موجود تھی جب اسے ختم کیا گیا۔“ — کنگ نے کہا۔
” یس پاس — میں نے اسے اتار لیا تھا۔ لیکن پاس اسے تو ایک ہی بگ رنگ دی گئی تھی جو اس سے دوسرے فوجیوں نے اڑا لی تھی، جن سے ہم نے اسے حاصل کیا پھر کرنل سجاد کے پاس وہ آف رنگ کیسے پہنچ گئی۔“ — ٹوٹی نے کہا۔
” یہی تو حیرت انگیز بات ہے۔ تم وہ رنگ میرے پاس بھجوا دو۔“

کنگ نے بڑے مطمئن انداز اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔
” یس اسلم سپیکنگ۔“ — دوسری طرف سے اسلم کی نمٹائی ہوئی آواز سنائی دی۔

” کنگ سپیکنگ۔“ — کنگ نے تیز بلجے میں کہا۔
” یس بائس — حکم۔“ — اسلم نے موڈ بانہ بلجے میں کہا۔

اسلم تمام بگ رنگز آن کر دو — اب خطرہ مکمل طور پر ختم ہو گیا ہے۔“ — کنگ نے مسرت بھرے بلجے میں کہا۔
” اوہ یس پاس — کیا وہ گیم سامنے آگئی ہے کرنل سجاد والی۔“ — اسلم نے حیرت بھرے بلجے میں کہا۔
” ارے ہاں — کرنل سجاد کا کیا ہوا۔“ — کنگ نے

کہ عمران فلیٹ پر آیا۔ اس کے فلیٹ کے نیچے ہی اس کا گیاراج ہے جبکہ جیک نے مشین گن درست کی وہ کار کو گیاراج میں لے گیا۔ اس کے بعد وہ فلیٹ پر جانے کے لئے سیڑھیوں کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ جیک نے اس پر مشین گن کا فائر کھول دیا اور عمران ہٹ ہو گیا۔ ساتھ ہی ایک اور راہ گیر بھی ہٹ ہو گیا اور جیک کار لے کر فوراً ہی وہاں سے نکل گیا۔ کنگ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ نے چیک کرا لیا ہے کہ وہ واقعی ہٹ ہو گیا ہے؟“
 ٹونی نے پوچھا۔

”چیک کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ جیک نے خود اسے گولیاں ماری ہیں اور مشین گن کے برسٹ سے کول پتہ کر سکتا ہے۔“
 کنگ نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے باس۔ میں رنگ بھجوا دیتا ہوں اور اس عمران کے بارے میں بھی معلوم کراتا ہوں کیونکہ یہ آدمی یہاں شیطان کی طرح مشہور ہے۔ ہو سکتا ہے یہ پتہ بھی ہو۔“ ٹونی نے کہا۔
 ”اول تو اس کے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے اور اگر پتہ گیا ہو اور کسی ہسپتال میں پڑا ہو تو پھر یہ تمہاری ذمہ داری کہ اس کا مکمل خاتمہ کر دو۔“ کنگ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یس باس ایسا ہی ہوگا۔“ ٹونی نے کہا اور کنگ نے ریسپور رکھ دیا۔ پھر اس نے انٹر کام کار ریسپور اٹھا کر باؤس کی نمکس کو اطلاع دی کہ ٹونی کی طرف سے آنے والی رنگ جیسے ہی

ویسے اب خطرے والی بات کوئی نہیں کیونکہ ان لوگوں کے سرغز علی عمران کو میں نے ختم کر دیا ہے اس لئے میں نے اسلم کو بھی کہہ دیا ہے کہ وہ بگ رنگز آن کر دے ورنہ پہلے میں نے انہیں نہ کر دیا تھا۔“ کنگ نے کہا۔

”علی عمران — وہ سو پر فیاض کا دوست — وہ ختم ہو گیا کیسے ٹونی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ چیک اس فیاض کی وجہ سے ہی چلا تھا۔ اسے کسی طرح اس رنگ سرکل پر شبہ پڑ گیا۔ اس نے فیاض سے کرنل سجاد کا پتہ معلوم کیا ہوگا۔ کیونکہ مجھے یاد آ گیا تھا کہ جب فیاض کو بگ رنگ دی گئی تھی تو اس وقت کرنل سجاد کو بھی بگ رنگ دی گئی تھی۔ شاید وہ فیاض کرز سجاد کو جانتا ہوگا۔ اس پر عمران نے وہ رنگ حاصل کرنے کے لئے کوشش کی جو تمہاری وجہ سے ناکام ہو گئی۔ اس پر میں نے فوراً جیک کو کال کیا۔ جیک میرے پاس آیا۔ ابھی ہم بات ہی کر رہے تھے کہ باؤس کیپر نمکسن نے اطلاع دی کہ باسکار پر کوئی پرنس آف ڈھمپ آیا تھا۔ اسے ٹال دیا گیا ہے۔ جیک نے بتایا کہ یہ عمران ہے کیونکہ وہی اپنے آپ کو پرنس آف ڈھمپ کہلاتا ہے۔ اس پر مجھے یقین پڑا کہ یہ ساری کارروائی واقعی اس کی ہے چنانچہ میں نے جیک کو اس کے فوری خاتمہ کا حکم دے دیا۔ ڈائریکٹ ایکشن اور جیک یہاں سے نکل کر سیدھا اس کے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے کار اس کے فلیٹ کے سامنے روک دی اور ابھی تھوڑی دیر پہلے جیک نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ابھی اسے وہاں پہنچے چند ہی منٹ ہوئے تھے

پہنچے اسے فوراً اس کے پاس بھیج دیا جائے۔

اور پھر تقریباً بیس منٹ بعد واقعی ٹوٹی کی طرف سے بھیجی گئی انگوٹھ اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے انگوٹھی اٹھائی اور ٹیبل لیپ کا تیز بلبر جلا کر اس انگوٹھی کو اس تیز روشنی میں غور سے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ چند لمحے وہ غور سے انگوٹھی اور اس پر لگے ہوئے پکھراج کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اسے میز پر رکھا اور ایک بار پھر ٹیلیفون کا ریسور اٹھالیا۔ نمبر ڈائل ہوتے ہی دوسری طرف سے اسلم کی آواز سنائی دی۔

”یس اسلم سپیکنگ“۔ اسلم نے منمناتے ہوئے ہلچے میں کہا۔

”ٹوٹی کی بھیجی ہوئی انگوٹھی میرے پاس پہنچ چکی ہے حالانکہ یہ مخصوص انگوٹھیاں تمہارے سیکشن کے خاص آدمی بناتے ہیں لیکن یہ رنگ جو میرے پاس پہنچی ہے۔ اس کی بناوٹ بالکل اور ہو ہو ہماری اپنی تیار کردہ رنگز جیسی ہے۔ ذرا برابر بھی فرق نہیں ہے۔ اس پر جو پکھراج لگا ہوا ہے وہ البتہ اچھی قسم کا نہ ہے۔ اگر یہ پکھراج اس پر موجود نہ ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ آف رنگ دی ہے جو سوپر فیاض کو دی گئی ہے کیونکہ اس سے بگ رنگ واپس لے کر اسے آف رنگ دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی کے پاس آف رنگ نہیں ہے لیکن اس رنگ میں کیٹ آئیز جڑا ہوا ہے اور کیٹ آئیز کی بناوٹ پکھراج سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہے لیکن اب یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ انگوٹھی یہاں کس نے بنائی ہوگی“

کننگ نے تیز ہلچے میں کہا۔

”میں آپ کا مقصد سمجھ گیا اور اگر واقعی ایسا ہے تو پھر یہ رنگ یہاں دارالحکومت میں صرف ایک ہی آدمی بنا سکتا ہے اور وہ ہے ڈان جیولرز کا مالک استاد کریم۔ وہ واقعی اتنا کاریگر ہے کہ اس قدر پیچیدہ ڈیزائن کی ہو ہو نقل بنا سکے۔“ اسلم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں جیک کے ذمے لگاتا ہوں کہ وہ اس استاد کریم کو ٹھولے تاکہ صحیح صورت حال کا علم ہو سکے۔“ کننگ نے کہا۔ اور ریسور کرڈل پر رکھ دیا لیکن اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور کننگ نے چونک کر ایک بار پھر ریسور اٹھالیا۔

”یس کننگ سپیکنگ“۔ کننگ نے تیز ہلچے میں کہا۔

”باس میں ٹوٹی بول رہا ہوں۔ انگوٹھی آپ کے پاس پہنچ چکی ہوگی۔ میں نے علی عمران کے بارے میں معلوم کرایا ہے۔ وہ شدید زخمی ہوا ہے۔ اسے چھ گولیاں لگی ہیں۔ اسے ہسپتال لے جایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ جو دوسرا رائیگر زخمی ہوا ہے اسے بارہ گولیاں لگی ہیں۔ وہ بھی شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا ہے۔ میں نے فوراً جنرل ہسپتال سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ اس رائیگر کا آپریشن ابھی جاری ہے جبکہ اس علی عمران کو جنرل ہسپتال سے نامعلوم افراد کسی اور جگہ لے گئے ہیں اور ہسپتال والوں کو علم نہیں ہے کہ اسے کہاں لے جایا گیا ہے۔ انہیں صرف وزارت خارجہ کی طرف سے ٹیلیفون پر حکم دیا گیا تھا کہ علی عمران کو لے جانے کی اجازت دی جائے۔ میں نے اپنے طور پر بے حد کوشش کی ہے کہ اس کا پتہ معلوم کیا جائے۔“

تمام پرائیویٹ اور ملٹری ہسپتالوں سے بھی میں نے معلوم کر لیا ہے لیکن کہیں اس کا پتہ نہیں چل سکا۔" ٹونی نے جواب دیا۔
 "وہ اسے قبرستان ہی لے گئے ہوں گے۔ چھ گولیاں لگنے کے بعد اس کے بچ جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر وہ بہت ہی ڈھیٹ ہوا تب بھی وہ سال ڈیڑھ سال سے پہلے صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اسے تو تم بھول جاؤ۔ تمہاری بیٹیجی ہوئی آف رنگ میرے خیال میں نقلی ہے لیکن اس کا ڈیزائن ہو ہو بہو ہماری آف رنگ جیسا ہے جبکہ یہ ڈیزائن اس قدر پیچیدہ ہے کہ عام کاریگر اسے کسی صورت میں نہیں بنا سکتا۔ اس لئے میں نے اسلم سے بات کی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ اگر یہ آف رنگ نقلی ہے تو پھر پاکیشیا میں صرف ایک ہی کاریگر ہے جو اسے بنا سکتا ہے اور وہ ڈان جیولرز کا مالک استاد کریم ہے۔ تمہارا فون اُن سے پہلے میں نے سوچا کہ اس بارے میں تحقیقات کا کام جیک کے ذمے لگاؤں لیکن اب میں تمہارے ذمہ لگاتا ہوں کہ تم اس استاد کریم کو تلاش کر کے اس سے معلوم کرو کہ اس سے یہ انگوٹھی کس نے بنوائی ہے اور کیا دے کر بنوائی ہے۔ ہو سکتا ہے سوپر فیاض سے آف انگوٹھی لے کر اس کی نقل بنوائی گئی ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر میں سوپر فیاض کو بھی فائل آف کروا دوں گا۔ کنگ نے کہا۔

"باس اگر فیاض کی انگوٹھی دے کر اس کی نقل بنوائی گئی ہے تب صرف سوپر فیاض کو فائل آف کرانے سے مسئلہ حل نہ ہوگا۔ علی عمران سوپر فیاض کا دوست ہے۔ لازماً ایسا ہی ہوگا لیکن اصل مسئلہ ہے

رنگ سرکل کے تحفظ کا۔ علی عمران سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور اب اس پر حملے کے بعد یقیناً سیکرٹ سروس حرکت میں آجائے گی اور سیکرٹ سروس کے حرکت میں آجانے کے بعد مجھے خطرہ ہے کہ وہ رنگ سرکل کو تلاش کر لیں گے کیونکہ جن لوگوں نے کرنل سجاد سے انگوٹھی حاصل کی ہے ان کے لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ عام آدمی نہیں ہیں۔ وہ لازماً سیکرٹ سروس کے لوگ تھے۔ اگر آپ عمران پر حملہ نہ کراتے تو انہیں رنگ سرکل پر زیادہ شک نہ پڑتا۔ لیکن اب وہ لوگ سب سے پہلے ایسا سروسے کرائیں گے کہ اسی ڈیزائن کی انگوٹھیاں اور کس کس کے پاس ہیں اور ایک انگوٹھی ان کے ہاتھ لگ گئی تو پھر انہیں اس پورے سسٹم کا علم ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔" ٹونی نے کہا۔
 "تم کہنا کیا چاہتے ہو — میں سمجھا نہیں: — کنگ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"باس میرا خیال ہے کہ ہمیں رنگ سرکل کو فوری طور پر سیکرٹ سروس کی نظروں سے اوجھل کر دینا چاہیے تاکہ وہ لاکھ ٹکریں ماریں تب بھی انہیں اصل بات کا علم نہ ہو سکے اور میرا گروپ اور جیک کا گروپ ہم سیکرٹ سروس کے خلاف کام شروع کر دیں جب ان کا خاتمہ ہو جائے یا وہ لوگ اس سارے چکر کو ناقابل فہم سمجھ کر خاموش ہو جائیں۔ تب پھر نئے سرے سے رنگ سرکل کا آغاز کیا جائے۔" ٹونی نے کہا۔

"ادہ لیکن اس سے تو بڑا نقصان ہوگا۔ ہم نے تین سالوں

اسے آف رنگز کے بارے میں ہدایات دے سکے لیکن ابھی اس نے
اسلم کو ہدایات دے کر رسیور رکھا ہی تھا کہ کمرے میں ہلکی ہلکی موسیقی
کی آواز اس طرح گونج اٹھی جیسے دور کہیں مندر میں چاندی کی گھنٹیاں
بج رہی ہوں۔ یہ موسیقی صرف ایک لمحے کے لئے سنائی دی اور پھر
خاموشی طاری ہو گئی۔ مگر یہ آواز سننے ہی کنگ اس طرح اچھل کر کھڑا
ہو گیا جیسے یہ موسیقی اسے کرسی سے اٹھانے کے لئے بجائی گئی ہو۔
دوسرے لمحے وہ مڑ کر تیزی سے کونے میں موجود ایک دروازے کی
طرف مڑ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا
جسے لائبریری کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ دیواروں کے ساتھ بڑی
بڑی الماریاں لگی ہوئی تھیں جن میں دنیا بھر کے موضوعات پر کتابیں
موجود تھیں۔ درمیان میں ایک میز اور کرسی موجود تھی۔ میز پر ایک گلدان
کے سے انداز کا ٹیبل لیمپ رکھا ہوا تھا۔ کنگ تیزی سے اس گلدان
کی طرف لپکا۔ اس نے جلدی سے ٹیبل لیمپ کے اندر لگا ہوا بلب اتارا
اور پھر میز کی دراز کھول کر اس کے اندر رکھا ہوا ایک سرخ رنگ کا بلب
اٹھایا اور اسے ٹیبل لیمپ میں فٹ کر کے اس نے ٹیبل لیمپ کا بٹن
دبا دیا۔ سرخ رنگ کا بلب اس طرح مسلسل جلنے بجھنے لگا جیسے ٹرانسمیٹر
کا بلب جلتا بجھتا ہے۔ کنگ نے کرسی پر بیٹھ کر میز کی سب سے
ادپردہ والی دراز کھولی اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک سائیڈ پر موجود
ایک چھوٹے سے بٹن کو دبایا تو بلب اب مسلسل جلنے لگا۔ اس کے
ساتھ ہی گلدان سے سیٹی کی تیز آواز نکلنے لگی۔ چند لمحوں بعد ایک
جھماکے سے سرخ رنگ کا بلب سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا۔ سیٹی کی

کی مسلسل کوششوں کے بعد اس سرکل کو قائم کیا ہے اور اس کی وجہ
سے انتہائی قیمتی راز حاصل کئے ہیں اور تمام بگ رنگز واپس ہوتے
ہی سرکل ختم ہو جائے گا۔ کنگ نے کہا۔
"باس مکمل تباہی سے بہتر ہے کہ تھوڑا نقصان برداشت
کر لیا جائے۔ آپ اگر چاہیں تو ایمپرر سے بات کر لیں۔"
لوٹنی نے زور دیتے ہوئے کہا۔

"ان سے میری بات پہلے ہو چکی ہے۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں جو کہ
تم کہہ رہے ہو لیکن میرا دل نہیں چاہتا اس سرکل کا خاتمہ کرنے کے
لئے۔" کنگ نے جواب دیا۔

"پھر باس ایسا کر لیں کہ فوری طور پر تمام بگ رنگز کی بجائے
آف رنگ جاری کر دیں اور خاموشی سے بیٹھ جائیں اور سیکرٹ سرور
کو ٹکریں مارنے دیں وہ خود ہی خاموش ہو کر بیٹھ جائے گی پھر ہم
دوبارہ آف رنگ کو بگ رنگ میں بدل دیں گے۔ اس طرح وہ محنت جو
آپ نے سرکل قائم کرنے کے لئے کی ہے وہ ضائع نہ جائے گی۔"
لوٹنی نے کہا۔

"گڈ تہماری تجویز درست ہے۔ اس طرح رنگ سرکل قائم ہے
گا۔ ٹھیک ہے۔ تم ایسا کرو کہ اسلم سے تمام آف رنگز لے کر آج
رات تمام رنگز بدل دو۔ میں اسلم کو ہدایات دے دیتا ہوں۔"
کنگ نے کہا۔

"لیس باس۔" لوٹنی نے جواب دیا اور کنگ نے اذیت
کہہ کر کریڈل دبایا اور پھر اسلم کے نمبر دوبارہ ڈائل کرنے لگا تاکہ

آواز چند لمحوں بعد ختم ہو گئی اور اس کی جگہ بھاری مگر گونج دار آواز سنائی دینے لگی۔

”ہیلو ایمپرر آف سٹونز کالنگ ادور!“ — بولنے والے کا لہجہ بلے صدادت وار تھا۔

”یس باس — میں کنگ آف سٹونز بلول رہا ہوں ادور!“ — کنگ نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کنگ آف سٹونز مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے عمران پر حملہ کرایا ہے — کیوں ادور!“ — ایمپرر کا لہجہ اور زیادہ کرخت ہو گیا۔

”یس باس اور میں نے اسے ختم کرا دیا ہے ادور!“ — کنگ نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

”تفصیل بتاؤ ادور!“ — ایمپرر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور جواب میں کنگ نے کرنل سجاد کی بگ رنگ کے حصول سے لے کر اب تک کی تمام کارروائی تفصیل سے بتا دی۔

”تو تمہارا خیال ہے کہ تم نے علی عمران کا خاتمہ کر دیا ہے حالانکہ علی عمران پرج گیا ہے۔ وہ تمہارے جیک نے تمہیں غلط رہوڑ دی ہے کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس نے مٹین گن کا برسٹ ضرور مارا ہے لیکن برسٹ کی زیادہ تر گولیاں دوسرے راگیر کو لگیں۔ صرف کچھ گولیاں عمران کے پہلو اور ران میں لگی ہیں۔ اگر وہ راگیر اچانک سامنے نہ آ جاتا تب تو یقیناً گولیاں عمران کے سینے اور سر پر پڑتیں اور وہ ہلاک ہو جاتا لیکن اس راگیر کی وجہ سے عمران پرج گیا ہے ادور“

ایمپرر نے تیز لہجے میں کہا۔

”ادہ باس آپ کو اس قدر تفصیلات اتنی جلدی کیسے ملی گئیں ادور!“ — کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم لوگوں سے ناغہ رہتا ہوں۔ مجھے تمہارے براہیکشن کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ ملتی رہتی ہے۔ بہر حال اب میرا حکم سنو اور اب اگر تم نے اس حکم کی تعمیل میں ذرا بھی لاپرواہی کی یا اپنی مرضی سے اس میں ترمیم کرنے کی کوشش کی تو پھر تم خود دوسرا سانس نہ لے سکو گے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ تم اب اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ عقلمند سمجھنے لگ گئے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ تمہاری زندگی کا انحصار صرف میری مرضی پر موقوف ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں ایک لمحے میں گولیوں سے چیلنی کر دیا جائے لیکن میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔“ — ایمپرر نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

”یس باس مجھے اپنی کوتاہی کا اعتراف ہے۔ اُنندہ آپ کو برگز شکایت نہ ہوگی ادور!“ — کنگ نے نمایاں طور پر کانپتے ہوئے کہا۔

”تمہیں یہ سن کر یقیناً خوشی ہوگی کہ ہمارا سپر رنگ کا ائیڈیا مکمل طور پر کامیاب ہو چکا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ سپر رنگ کا کیا ائیڈیا تھا؟“ — چیف باس نے کہا۔

”سپر رنگ کا ائیڈیا کامیاب ہو گیا ہے — ادہ باس پھر نوے اس صدی کی سب سے بڑی ایجاد ہے۔ سپر رنگ کا ائیڈیا

نے کہا۔
"اُتار مٹانے والی بات باس میری سمجھ میں نہیں آئی، ویسے میں نے تمام بگ رنگز آف کرنے کا کہہ دیا ہے اور۔۔۔ کنگ نے کہا۔

"سنو۔ ٹونی، جیک اور اسلم یہ تین آدمی تمہارے مکمل گینگ کے سرعٹے ہیں اور۔۔۔ ایمپر نے کہا۔

"یس باس اور۔۔۔ کنگ نے جواب دیا۔

"ان تینوں کو فوری طور پر ختم کر دو تاکہ ان کے ذریعے تم تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ ویسے تمہارے ہاتھ اب تک بالکل صاف ہیں اس لئے اگر وہ علی عمران تم تک پہنچ بھی گیا تب بھی وہ کچھ حاصل نہ کر سکے گا اور۔۔۔ ایمپر نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔۔۔ لیکن پھر بعد میں سیٹ اپ کیسے چلے گا۔۔۔ کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بعد کے سیٹ اپ کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، دس سپر رنگز تمہارے پاس آج ہی پہنچ رہی ہیں اور اس کا تمام تر ویزن سسٹم تم خود کنٹرول کر دو گے۔ ویزن کنٹرولڈ سسٹم بھی ساتھ ہی پہنچ رہا ہے۔

ری ویزن سسٹم بھی ایک ٹرانسٹر جیسی پورٹبل مشین ہے اس لئے اس کی فننگ وغیرہ کا بھی چکر نہیں ہے۔ اب سنو جو پہلا ٹارگٹ

نے مہم کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اگلے ماہ پاکستان میں چند ایشیائی ممالک کا سربراہی اجلاس منعقد ہو رہا ہے اور اس میں ان میں سے امکان کے درمیان ایک ایسا معاہدہ طے ہونا ہے جسے بین الاقوامی

تو یہی تھا کہ سپر رنگ کے لئے کسی کے ذہن کو ان نہیں کرنا پڑتا بلکہ سپر رنگ سیلف کنٹرولڈ ہوگی۔ اسے کسی بھی فاصلے سے آپریٹ کیا جاسکتا ہے اور۔۔۔ کنگ نے برمی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں تمہارے ذہن میں تو یہی آئیڈیا تھا اور تم اس پر بھی کام نہ ہو سکے تھے۔ لیکن ڈاکٹر وکٹر اس پر کامیاب ہو گیا ہے اور۔۔۔ نہ صرف اس پر بلکہ اس نے ایک اور کامیابی بھی حاصل کر لی ہے اور وہ یہ کہ سپر رنگ کے ذریعے پورے ماحول کی ٹیلی ویو فلم بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور۔۔۔ ایمپر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یس باس پھر تو یہ واقعی سپر رنگ تیار ہو گئی ہے۔ میری طرز سے مبارک ہو اور۔۔۔ کنگ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو۔۔۔ تمہاری یہی اعلیٰ ظرفی مجھے پسند ہے۔ اب سنو اس سپر رنگ کی کامیابی کے بعد ہمیں لمبے بکھیرے پالنے سے نجات حاصل ہو گئی ہے۔ اب کسی بھی ملک میں صرف ایک آدمی سارا کام آسانی سے سنبھال سکتا ہے اور میں نے پاکستان کے لئے تمہیں مقرر کیا ہے اور۔۔۔ ایمپر نے کہا۔

"تھینک یو باس۔۔۔ میں ہمیشہ آپ کے اعتماد پر پورا اتروں گا اور۔۔۔ کنگ نے جواب دیا۔

"چنانچہ اب سنو۔۔۔ تم فوری طور پر رنگ سرکل کا سارا سیٹ اپ بھی ختم کر دو اور نہ صرف ختم کر دو بلکہ اس کے تمام اُتار بھی فوری طور پر مٹا دو۔ تم میری بات سمجھ گئے ہو اور۔۔۔ ایمپر

اپنے کمرے میں آگیا۔ اس نے سیٹ اپ کلوز کرنے کا مکمل پلان بنالیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ جیسے ہی ٹونی ساری بگ رینز واپس لے گا وہ جیک کے ذریعے ٹونی کا خاتمہ کرادے گا اور پھر جیک کے ذریعے اسلم اور اس کے اُدیوں کا خاتمہ کر کے جیک کو یہاں بلو کر خود اسے ختم کر دے گا۔



بلیک زیرو دانش منزل کے آپریشن روم میں بیٹھا ہوا ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ بلیک زیرو نے چونک کر ریپور اٹھالیا۔
 ”اینکسٹو“ — بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”کیپٹن شکیل بول رہا ہوں جناب“ — دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔
 ”یس کیا رپورٹ ہے“ — بلیک زیرو نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”باس میں نے ٹونی کا سراغ لگالیا ہے لیکن ٹونی مرجکا ہے اسے میرے پہنچنے سے تقریباً اُدھا گھنٹہ پہلے گولی مار دی گئی ہے“

طور پر نظر نہ کیا جائے گا۔ ہم نے سپر رینگ کی مدد سے اس معاہدے کے بارے میں پاکیشیا میں موجود دستاویزات جسے پاکیشیا والے گرین فائل کہتے ہیں۔ اس گرین فائل کی فلم ہمیں چاہیے۔ ایک پارٹی نے انتہائی لمبی رقم کا معاہدہ کیا ہے — اور اب ہم نے گرین فائل اس سپر رینگ کی مدد سے حاصل کرنی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ گرین فائل وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں موجود ہے اور اسے صرف سیکرٹری وزارت خارجہ سرسلطان ہی دیکھ سکتے ہیں اس لئے یہ سپر رینگ تم سیکرٹری وزارت خارجہ کو اُن کر کے یہ فائل حاصل کر کے مجھے بھیجا دو اور رینگ واپس لے لو۔ اس کے بعد جب بھی ضرورت پڑے گی اسی طرح رینگ اُن کر کے مطلوبہ مقصد حاصل کر لیا جائے گا۔ اور — ایمر نے کہا۔

”ٹھیک ہے باس — آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی اور“ — کنگ نے جواب دیا۔

”میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا — فی الحال تم سارا سیٹ اپ کلوز کر کے سارے اُتار فوراً ختم کر دو ہر قسم کے — اور اینڈ آل“ — ایمر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹیلی لیپ میں سے دوبارہ سیٹی کی آواز نکلنے لگی اور پھر بلب سرخ ہو کر دوبارہ جلنے بجھنے لگا تو کنگ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹیلی لیپ آف کر دیا اور پھر جیک نے رومال نکال کر اس سے وہ سرخ بلب ہولڈر سے اتار کر اسے واپس میز کی دراز میں رکھا اور سفید بلب دوبارہ ایڈجسٹ کر کے وہ اٹھا اور لائبریری سے نکل کر دوبارہ

”یس باس“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے ریسور رکھ دیا اور دوبارہ فائل کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ یہ فائل اس نے ہنگامی طور پر سیکرٹ سروس کے ذریعے تیار کرائی تھی۔ ایک جنرل سروے کیا گیا تھا کہ اعلیٰ ترین افسرزمیں سے کس نے اس مخصوص ڈیزائن کی انگوٹھی برتھ اسٹون کے طور پر پہن رکھی ہے اور سیکرٹ سروس کے ممبران نے چوبیس گھنٹوں میں مکمل سروے کر کے یہ فائل تیار کرا دی تھی۔ صرف ملٹری کا سروے رہ گیا تھا۔ اس لئے بلیک زیرو نے ملٹری انٹیلیجنس کے چیف سے سروے کے لئے کہا تھا اور تھوڑی دیر پہلے یہ فائل سرسلطان کے ذریعے اس تک پہنچی تھی۔ اس میں بھی افسرزمیں سے سروے موجود تھا۔ لیکن بلیک زیرو نے محسوس کیا تھا کہ ملٹری انٹیلیجنس کے اپنے کسی آدمی کے بارے میں ایسا کوئی ذکر نہ تھا۔ اس لئے کیپٹن شکیل کی کال پر اسے خیال آیا تو اس نے ملٹری انٹیلیجنس کے اہم ترین عہدیدار چیف ریکارڈ کیپر کی چیکنگ کے لئے اس کی ڈیوٹی لگا دی تھی۔ ملٹری فائل میں صرف یہی تفصیلات بتائی گئی تھیں کہ ملٹری افسرزمیں سے فلاں فلاں افسر نے برتھ اسٹون پہنی ہوئی ہے۔ کیونکہ ملٹری والوں کو اس انگوٹھی کے مخصوص ڈیزائن کا علم نہ تھا اور یہ ہدایات بھی اسے عمران نے دی تھیں کہ وہ ایسا مکمل سروے کرائے عمران زخمی ضرور ہوا تھا لیکن کوئی گولی ایسی جگہ پر نہ لگی تھی جس سے اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو جاتا۔ اس لئے نہ صرف اس کی حالت خطرے سے باہر ہو گئی تھی بلکہ اب وہ صرف آرام کر رہا تھا اور کسی

کیپٹن شکیل نے کہا۔
 ”پوری تفصیل بتاؤ“ — بلیک زیرو نے ہونٹ بھیجتے ہوئے کہا۔
 ”سر ٹونی کسی اڈے پر بھی نہ مل رہا تھا۔ لیکن میں اسے بہر حال تلاش کرتا رہا۔ آج پتہ چلا کہ ٹونی سپر بار کے جوئے خانہ میں موجود ہے۔ میں جب وہاں پہنچا تو وہاں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اسے اچانک گولی مار دی گئی تھی اور مارنے والا ٹریس نہیں ہو سکا، کیونکہ جوئے خانے میں کافی رش تھا اور قاتل کا نشانہ اس قدر صبح تھا کہ ایک ہی گولی چلی اور سیدھی اس کے دل میں اتر گئی اور قاتل کا پتہ بھی نہ چل سکا۔ قتل کی وجہ سے وہاں جگہ ڈبج گئی تھی“ — کیپٹن شکیل نے کہا۔
 ”تم ملٹری انٹیلیجنس میں رہے ہو۔ ملٹری انٹیلیجنس کے چیف ریکارڈ کیپر رضوان احمد کو تو جانتے ہو گے۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔
 ”یس باس اچھی طرح جانتا ہوں۔ بلکہ اس سے میرے پرانے دوستانہ تعلقات بھی ہیں۔ اب بھی کبھی کبھار اس سے ملاقات ہو جاتی ہے۔“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
 ”تم اس سے ملو اور پھر مجھے رپورٹ کرو کہ اس کی انگلی میں کوئی برتھ اسٹون تو موجود نہیں ہے۔ خاص طور پر اسی ڈیزائن کی انگوٹھ جو تم نے کرنل سجاد سے حاصل کی تھی۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

کا دستور نرا لا دیکھا۔ اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا۔۔۔
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زبرد اس بار قہقہہ مار کر
ہنس پڑا۔

”واقعی عمران صاحب ہم سے بھی بہی غلطی ہو گئی ہے کہ ہم نے
سبق یاد کر لیا ہے۔۔۔“ بلیک زبرد نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران
بھی مسکرا دیا۔

”آپ کو میرے خیال میں بلیک کافی پلائی جائے۔“ بلیک زبرد
نے عمران کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے بلیک زبرد سے اب دانٹ کافی کی توقع نہیں کی
جاسکتی۔۔۔“ عمران نے کہا اور بلیک زبرد ہنستا ہوا اٹھا اور ملحقہ
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے کرسی کی پشت سے سرٹکا کر
آنکھیں بند کر لیں۔ وہ واقعی اپنے آپ کو خالص کلمند محسوس کر رہا
تھا۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زبرد واپس آیا اور اس نے کافی ہا ایک
کپ عمران کے سامنے رکھا اور دوسرا لے کر وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔
”ہاں اب بتاؤ۔۔۔ وہ سروے مکمل ہو گیا ہے۔۔۔“ عمران
نے کافی کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”ہاں یہ دیکھئے۔۔۔ دو فائلیں۔ ایک تو سیکرٹ سروس نے تیار
کی ہے سول ٹاپ آفیسران کی اور دوسری میں نے ملٹری انٹیلیجنس سے
تیار کرائی ہے۔ ملٹری آفیسرز کے بارے میں۔ لیکن میں نے محسوس کیا
کہ ملٹری انٹیلیجنس کے چیف نے اپنے محکمے کا سروے نہیں کرایا۔
آپ نے چونکہ ہدایت کی تھی کہ صرف ایسے آفیسران کا سروے کرایا

بھی وقت اس کی دانش منزل میں آمد متوقع تھی اور وہی ہوا۔ اُدھے
گھنٹے بعد اسے پچانک کے باہر کسی کی موجودگی کا کاشن ہوا تو اس
نے بٹن دبا کر سکریں اُن کی تو اسے عمران کی کار پچانک سے باہر کھڑی
نظر آئی۔ عمران کار کے ساتھ کھڑا تھا۔ بلیک زبرد نے فوراً پچانک
کھولنے والا بٹن دبا دیا اور چند لمحوں بعد عمران آپریشن روم میں داخل
ہوا۔ وہ بس ذرا لنگڑا کر چل رہا تھا اور چہرے پر بھی ہلکی سی زردی
کی تہہ موجود تھی ورنہ وہ ہر لحاظ سے ٹھیک نظر آ رہا تھا۔

”ابھی آپ مزید دو چار روز آرام کر لیتے۔۔۔“ بلیک زبرد
نے اٹھ کر عمران کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”آرام قسمت میں ہوتا تو کسی یونیورسٹی میں پروفیسر نہ لگ جاتا۔
کہ ہفتے میں دو پیریڈ لیکچر دیئے اور باقی ہفتہ آرام اور سال میں چھ
ماہ کی ویسے چھٹیاں۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا
اور بلیک زبرد ہنس پڑا۔

”بات تو آپ کی درست ہے۔۔۔ واقعی جتنی چھٹیاں سکولوں
کا لچوں اور یونیورسٹیوں میں ہوتی ہیں اتنی شاید ہی کسی اور جگہ ہوتی
ہوں۔۔۔“ بلیک زبرد نے ہنستے ہوئے کہا۔

”لیکن ایک مدرسہ ایسا ہے جس کے طالب علم کو کبھی چھٹی نہیں
ملتی۔۔۔“ عمران نے کہا تو بلیک زبرد چونک پڑا۔

”کیا مطلب ایسا کوں سا مدرسہ ہو سکتا ہے۔۔۔“ بلیک زبرد
نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اسے مکتب عشق کہتے ہیں۔ وہ شعر نہیں سنا تم نے کہ مکتب عشق

کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا اور ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کے مخصوص نمبر ڈائل کرنے لگا۔
 "لیس کرنل شاہ سپیکنگ:" رابطہ قائم ہوتے ہی ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کرنل شاہ کی بھاری آواز سنائی دی۔
 "ایکسٹو:" بلیک زیرو نے مخصوص بلجے میں کہا۔
 "اوہ لیس فرمائیے — فائل تو آپ کو مل چکی ہو گی؟" — کرنل

شاہ نے قدرے موذبانہ بلجے میں کہا۔

"ہاں فائل کے مطابق چھ آفیسرز کے پاس برتھ اسٹون رنگز ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ یہ چھ کی چھ رنگز لے کر ہر رنگ کے ساتھ اس آفیسر کا نام اور عہدے کی پرچی لگا کر انہیں سر سلطان کے پاس بھجوا دیں۔ چیک اپ کے بعد انہیں واپس بھجوا دیا جائے گا:" —
 بلیک زیرو نے سرد بلجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے — لیکن جناب میں نے اس بارے میں بہت غور کیا ہے کہ آخر آپ کو ان برتھ اسٹون رنگز سے کیوں دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔ میں نے پہلے بھی پوچھا تھا لیکن آپ نے ٹال دیا تھا۔ کیا آپ اب میری یہ الجھن دور فرمائیں گے:" — کرنل شاہ نے کہا۔

"ابھی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ یہ سب کچھ ایک اہم اطلاع کی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ ہاں اگر کوئی واضح بات سامنے آگئی تو آپ کو مزید آگاہ کیا جائے گا:" — بلیک زیرو نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

جائے جو اہم ترین عہدوں پر ہوں۔ اس لئے میں نے کیپٹن شکیل کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف ریکارڈ کیپر سے مل کر رپورٹ کرے کہ کیا اس نے بھی کوئی برتھ اسٹون پہنا ہوا ہے یا نہیں؟ — بلیک زیرو نے میز پر موجود دونوں فائلیں اٹھا کر عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور عمران نے سر ہلاتے ہوئے ایک فائل کھولی اور اسے دیکھنے لگا۔

"اٹھارہ برتھ اسٹون انگوٹھیاں اس مخصوص ڈیزائن کی ہیں، لیکن یہ اٹھارہ کی اٹھارہ بغیر دائرے کی ہیں، یہی لکھا ہوا ہے اس فائل میں؟ — عمران نے فائل پڑھنے کے بعد بند کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل یہی درج ہے:" — بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور عمران نے دوسری فائل کھول لی اور اس میں موجود کاغذ کو دیکھنے لگا۔

"ملٹری آفیسرز میں سے چھ کے پاس برتھ اسٹون رنگز ہیں؟ عمران نے یہ فائل بھی بند کی۔

"جی ہاں — رپورٹ تو یہی ملی ہے:" — بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تم ایسا کرو کہ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کو کہو کہ وہ یہ چھ کی چھ انگوٹھیاں ان آفیسرز سے لے کر ہمیں بھجوا دے — ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی انگوٹھی دائرے والی ہو۔ ایک ہی انگوٹھی مل جائے تو ہم اس عجیب و غریب چکر کو سلجھا سکتے ہیں۔ — عمران -

”ہمیں خود ان برتھ اسٹونوں نے چکر میں ڈال رکھا ہے۔ ہم شاہزادہ کو کیا بتائیں؟“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کیسٹن شکیل نے ابھی رپورٹ دی ہے کہ اس نے ٹونی کو تلاش کر لیا تھا لیکن ٹونی کو کوئی مار دی گئی ہے؟“ — بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے کہا۔
 ”اس کا مطلب ہے آثار مٹائے جا رہے ہیں۔ ٹانیکر نے کوئی رپورٹ دی ہے۔ میں نے اس کے ذمے بھی ایک کام لگایا تھا۔“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”ٹانیکر کی کال تو نہیں آئی؟“ — بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”ذرا ٹرانسمیٹر کو میری طرف کھسکانا میں اس سے معلوم کروں کہ وہ کیا کرتا رہا ہے۔“ — عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر اُگے کر دیا۔ عمران نے اس پر ٹانیکر کی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر بٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔
 ”یس ٹانیکر اسٹینڈنگ اور۔“ — ٹانیکر کی آواز سنائی دی۔
 ”عمران بول رہا ہوں — تم نے ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں دی؟“ عمران کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

”باس وہ جب تک کسی طرح بھی ٹریس نہیں ہو رہا۔ میں نے اس کے سارے اڑے چھان مارے ہیں۔ اس لئے میں آپ کو رپورٹ بھی نہ سکا اور۔“ — ٹانیکر نے قدرے مترنمہ لہجے میں کہا۔
 ”اس کی تلاش جاری رکھو — اور اینڈ آف۔“ — عمران

نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
 ”چوہان نے ڈاکٹر کروسو کے بارے میں کیا رپورٹ دی ہے؟“ عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے بلیک زیرو سے پوچھا۔
 ”اس کی رپورٹ کے مطابق ڈاکٹر کروسو صرف کوشی تک ہی ان دنوں محدود رہا ہے۔ وہ دفتر بھی نہیں گیا اور نہ ہی اس سے کوئی ملنے آیا ہے۔“ — دتین آدمی اُنے بھی تو وہ اس کے ملازموں کے دوست تھے مل کر واپس چلے گئے۔“ — بلیک زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور پھر ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اس رپورٹ کے بعد اس نے ڈاکٹر کروسو کی نگرانی ختم کر دینے کا حکم دے دیا تھا۔
 ابھی بلیک زیرو کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھا کر ریسپور اٹھا لیا۔
 ”ایکسٹو۔“ — بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”سلطان بول رہا ہوں۔“ — دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی اور عمران نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر بلیک زیرو سے ریسپور لے لیا۔
 ”سلطان معظم کی بارگاہ میں زخمی فریادی استغاثہ دائر کرنا چاہتا ہے۔ کیا اجازت ہے؟“ — عمران نے فوراً ہی اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اوہ عمران بیٹے — تم ٹھیک ہو گئے ہو — میں نے ابھی ہسپتال فون کیا تھا تو انچارج ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ تم زبردستی واپس چلے گئے ہو۔ اب کیسی طبیعت ہے اور ہاں وہ تم پر حملہ آوروں کا

کیونکہ سرسلطان نے واقعی بڑے خوبصورت انداز میں اس کی بات اس پر بھی لوٹا دی تھی۔

”واہ واقعی آپ کو حکومت نے دوسرا سرسوج سمجھ کر ہی دیا ہوگا کیونکہ سنگل سر سے تو اتنی ذہانت کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔“

عمران نے کہا اور سرسلطان ہنس پڑے۔

”اچھا چھوٹو اس بات کو میں نے تو طابہ سے بات کرنی تھی۔

مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم ہسپتال سے سیدھے یہاں پہنچ گئے ہو گے۔

بہر حال اب تم سے ہی بات کر لیتا ہوں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ جولیا

فرید الدین احمد کے لڑکے دسیم سے شادی کرنے والی ہے۔ کیا یہ

بات درست ہے؟“ سرسلطان کا لہجہ بے حد سنجیدہ ہو گیا۔

”آپ کو کارڈ مل گیا ہے۔ شادی کا؟“ عمران نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”کارڈ تو کیا واقعی شادی ہو ہی ہے لیکن تم نے اسے اجازت کیسے

دے دی جبکہ سیکرٹ سروس کے رولز میں یہ بات شامل ہے کہ سیکرٹ

سروس کا ممبر شادی نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرح نہ صرف اس کی

کارکردگی کم ہو جاتی ہے بلکہ انتہائی اہم رازوں کے انکشاف کا حقیقی

خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔“ سرسلطان نے اس بار قدرے

سخت لہجے میں کہا۔

”مگر آپ مجھے تو ہمیشہ شادی کے لئے کہتے رہتے ہیں۔ کیا یہ

رولز مجھ پر لاگو نہیں ہوتے؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے

کہا۔

”کچھ پتہ چلا۔“ سرسلطان سانس لئے بغیر ہی بولتے چلے گئے۔

”جب سلطان معظم کی زبان اس قدر تیز رفتار ہو تو زخمی فرماؤ۔

بیچارہ استغاثہ دائر کرنے کے انتظار میں ہی اللہ میاں کے دربار میں

استغاثہ سمیت پہنچ جائے گا۔ واہ اچھا طریقہ ہے فریادیوں کو ٹانے

کا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس بار دوسرے

طرف سے سرسلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

”تم سے تو ہمدردی کرنا بھی مسئلہ بن جاتا ہے۔“ سرسلطان

نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اچھا تو آپ ہمدردی فرما رہے تھے۔ آپ کے منہ سے ہمدردی کا

لفظ سن کر مجھے وہ نظم یاد آ جاتی ہے۔ پرندہ اور جگنو والی۔ دو جگنو

جگنو بھی ایسی ہمدردی کے چکر میں پڑ گیا تھا اور شاید نظم کے

آخری شعر کتاب میں چھپے نہیں ہوں گے کہ جب جگنو ہمدردی کے

ناٹے اپنی روشنی میں راستہ دکھاتا ہوا پرندے کو اس کے گھونٹے

تک لے گیا تو پرندے نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر چونکہ

وہ بھوکا تھا اس لئے اطمینان سے اس نے ایک چرچ ماری اور

جگنو صاحب پرندے کے پیٹ میں؟“ عمران کی زبان ظاہر

ہے سرسلطان سے بھی زیادہ تیز رفتار تھی اور سرسلطان ایک بار پھر

بے اختیار قہقہے لگانے پر مجبور ہو گئے۔

”اچھا یعنی تم ہمدردی کرنے والوں سے یہی سلوک کرتے ہو۔“

سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا تو اس بار عمران ہنسنے پر مجبور ہو گیا

” اور اگر میں خود جو لیا سے شادی کر لوں تب قانونی پوزیشن کیا ہوگی؟ “ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ” ایسی صورت میں بھی جو لیا ایکشن شعبے میں قانون کے مطابق کام نہ کر سکے گی لیکن یہ تو ہتھی قانونی بات، ویسے مجھے بتاؤ کہ یہ چکر کیا ہے۔ فیروز الدین احمد کے لڑکے دسیم کے ساتھ جو لیا کو شادی کی آخر سوچھی کیا ہے۔ اسے معلوم نہیں ہے کہ وہ ایک اہم ترین اور حساس ترین محکمے کی ملازم ہے اس لئے وہ کسی غیر متعلق آدمی سے شادی نہیں کر سکتی؟ “ — سر سلطان نے کہا۔

” آپ کو اطلاع کس نے دی ہے؟ “ — عمران نے سر بلا تے ہوئے کہا۔

” فیروز الدین احمد میرے پرانے دوست ہیں۔ اس ناٹے سے دسیم اکثر ملنے کے لئے آتا رہتا ہے۔ آج بھی وہ بغیر کسی اطلاع کے میرے پاس آ گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ہمیشہ وقت لے کر آتا تھا۔ بہر حال چونکہ وہ میرے عزیز ترین دوست کا لڑکا ہے۔ اس لئے میں نے اسے بلا لیا۔ حالانکہ اصولاً یہ بات غلط تھی کیونکہ میں اس وقت آئندہ ماہ پاکیشیا میں ہونے والے چند الیشیائی ملکوں کے سربراہی اجلاس کے سلسلے میں دو ملکوں کے درمیان ہونے والے ایک انتہائی خفیہ معاہدے کی ابتدائی ڈرافٹنگ کے سلسلے میں مصروف تھا لیکن چونکہ وہ قطعاً غیر متعلق آدمی ہے اور لڑکا بھی اچھا ہے۔ اس لئے میں نے اسے ملنے کی اجازت دے دی۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ فیروز الدین احمد صاحب کے پاس میری سفارش کرانے کی غرض سے آیا ہے کیونکہ وہ ایک

” ہتھاری بات اور ہے — تم جس قدر ذمہ دار آدمی ہو جو لیا اس قدر ذمہ دار نہیں ہو سکتی اور دوسری بات یہ کہ میں نے سیکرٹ سروس کا ممبر کہا ہے۔ رولز میں سیکرٹ سروس کے ممبران کے الفاظ درج ہیں۔ ان میں سیکرٹ سروس کے چیف کا لفظ شامل نہیں ہے اور تم سیکرٹ سروس کے چیف ہو؟ “ — سر سلطان ظاہر ہے گھاگ آدمی تھے اس لئے اتنی آسانی سے قانونی معاملات میں کہاں قابو میں آنے والے تھے۔

” میں تو سیکرٹ سروس کا ممبر بھی نہیں ہوں سر سلطان صاحب اور آپ نے چیف بنا دیا — چیف تو ظاہر صاحب ہیں — بیشک پوچھ لیں ان سے؟ “ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 ” جو کچھ تم ہو اور جو کچھ ظاہر ہے، اسے مجھ سے زیادہ تم خود جانتے ہو۔ یہ قانونی مسئلہ بھی ہے اور سیکرٹ سروس کی بقا کا بھی۔ اس لئے میرا فرض بنتا ہے کہ میں اس سلسلہ میں تم سے بات کروں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ جو لیا کی شادی ضرور ہونی چاہیے تو اس کی شادی سیکرٹ سروس کے کسی ممبر سے کر دو کیونکہ رولز میں استثنا موجود ہے کہ سیکرٹ سروس کے ممبران میں اگر علیحدہ علیحدہ جنس کے ممبران ہوں تو سیکرٹ سروس کے چیف کی خصوصی اجازت سے ان کی آپس میں شادی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی موجود ہے کہ ایسی صورت میں وہ دونوں سیکرٹ سروس کے ایکشن شعبے میں کام نہیں کر سکیں گے۔ البتہ انہیں کسی انتظامی شعبے میں ٹرانسفر کر دیا جائے گا۔ “ — سر سلطان واقعی بے حد سنجیدہ تھے۔

میں چونکہ اس معاہدے کے ضروری کاغذات میں الجھا ہوا تھا اور تمام دستاویزات میز پر ہی کھلی ہوئی رکھی تھیں اس لئے مجبوراً مجھے وہ کام نمٹانا پڑا۔ اس سے فارغ ہو کر میں نے اب فون کیا ہے۔
مرسلطان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

” لیجئے مسئلہ تو آپ نے خود ہی حل کر دیا اس دسیم کا۔ اور اب نگہ ہم سے کر رہے ہیں۔ بڑا آسان سا طریقہ ہے۔ ہمیں فون کرنے کے بجائے فیروز الدین احمد کو فون کر دیجئے اور اسے کہہ دیجئے کہ وہ دسیم کو شادی کی اجازت نہ دے۔ اس طرح وہ کیا کہتے ہیں۔ سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی بچ جائے گی اور کچھ نہیں تو یہ لاٹھی بڑھاپے میں میرے ہی کام آجاتی۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور مرسلطان اس کی بات کو بخوبی سمجھ کر بے اختیار ہنس پڑے۔

” یعنی تمہارا پروگرام بڑھاپے میں شادی کرنے کا ہے اور وہ بھی جولیہ سے — تو کیا تم جولیہ کے بیوہ ہونے کا انتظار کرو گے۔“
مرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

” سوری سانپ کے مرنے کا اس قدر انتظار میں نہیں کر سکتا کہ سانپ بعد میں مرے اور لاٹھی پہلے ٹوٹ جائے اور ٹوٹی ہوئی لاٹھی سے گلی ڈنڈا ہی کھیل جاسکتا ہے اور بڑھاپے میں گلی ڈنڈا کھیلنا تو ایک طرف ڈنڈے سے سر بچانا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔“ — عمران نے کہا۔ اس نے لفظ بیوہ کو مد نظر رکھتے ہوئے بڑی خوبصورت سی بات کی تھی۔

” تم پھر مذاق پر اتر آئے۔ میں نے فون اس لئے نہیں کیا کہ تم

غیر ملکی لڑکی سے شادی کر رہا ہے اور اسے معلوم ہے کہ اس کے والد کمرڈنڈ ہیپ پرست اور روایت پسند قسم کے آدمی ہیں اس لئے وہ اس شادی کی اجازت نہ دیں گے۔ میں اس کی بات سن کر حیران ہو گیا۔ میرے تفصیل پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس غیر ملکی لڑکی کا نام جولیہ نام فرط واٹر ہے اور وہ طویل عرصے سے یہاں پاکیشیا میں رہ رہی ہے اور نہ صرف یہاں کی شہری ہے بلکہ مسلمان بھی ہو چکی ہے۔ جولیہ کا سن کر میں بُری طرح چونک پڑا اور پھر جب میں نے مزید کریدا تو اس نے تمہارا نام بھی لے دیا گو اسے معلوم نہیں ہے کہ تمہارا مجھ سے کوئی تعلق ہے۔ اس لئے اس نے تمہارے ڈیڈی کا نام لیتے ہوئے بتایا کہ ان کا لڑکا علی عمران بھی جولیہ کا دوست رہ چکا ہے۔ اس پر میں کنفرم ہو گیا کہ یہ واقعی وہی جولیہ ہے۔ میں نے اسے ٹالنے کی بے حد کوشش کی لیکن مضر رہا کہ میں اس کے باپ کو فون کر کے اس سے شادی کی اجازت دلوادوں۔ اس کے بے پناہ اصرار پر مجبوراً میں نے اس کے والد کو فون کیا تو پہلے وہ غیر ملکی لڑکی کے الفاظ سننے ہی بُری طرح بھڑک اٹھے لیکن جب میں نے اسے بتایا کہ وہ مسلمان بھی ہے اور یہاں کی شہری بھی تو انہوں نے قدرے رضا مندی کا اظہار تو کر دیا لیکن ساتھ ہی کہا کہ وہ پہلے اس لڑکی سے خود ملنا چاہتے ہیں۔ اس طرح بات تو ختم ہو گئی لیکن دسیم اتنی بات پر ہی بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ جولیہ کو ساتھ لے کر جلد از جلد ڈیڈی سے ملے گا اور اسے یقین ہے کہ جولیہ سے مل کر اس کے ڈیڈی لازماً اس شادی پر رضا مند ہو جائیں گے چنانچہ وہ میرا شکریہ ادا کر کے واپس چلا گیا۔

کسی قانون کے تحت قائم ہوتا ہے اور ہر قانون کے ساتھ رولز ہی نہیں قواعد بھی ہوتے ہیں۔ اگر کبھی فرصت ملے تو ہماری سے سیکرٹ سروس والی فائل نکال کر بھی پڑھ لینا۔" — عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور بلیک زیرہ ستر منہ سے ہلچے میں ہلکی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

" لیکن آپ نے پھر کیوں مجھے کہا کہ صفدر سے انکوائری کرا لوں۔ اگر لڑکا صحیح ہو تو ان کی شادی کرا دی جائے۔ کیا اس دقت آپ کو یہ رولز یاد نہ رہے تھے؟ " — بلیک زیرہ نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

" لڑکے کی انکوائری کرنا شادی کے رولز کے تحت ضروری ہوتا ہے۔ " — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور بلیک زیرہ ہنس پڑا۔ لیکن اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور اس بار عمران نے ریسور اٹھالیا۔

" ایکسٹو۔ " — عمران نے مخصوص ہلچے میں کہا۔

" سر میں ٹائیکر بول رہا ہوں۔ " — عمران صاحب فلیٹ پر موجود نہیں ہیں اور میرے ذاتی ٹرانسمیٹر میں شاید کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے، کال نہیں مل رہی۔ اس لئے مجبوراً میں نے آپ کو فون کیا ہے۔ " ٹائیکر نے انتہائی معذرت خواہانہ ہلچے میں کہنا شروع کیا۔

" تم عمران سے بات کرنا چاہتے ہو یا اس کیلئے کوئی پیغام ہے؟ " عمران نے انتہائی سرد ہلچے میں کہا۔

" سر ایک اہم اطلاع دینی ہے انہیں۔ " — اگر وہ مل جائیں تو بہتر ہے۔ " — ٹائیکر نے ایسے ہلچے میں کہا جیسے وہ یہ بات

میرسی سنجیدہ بات مذاق میں ٹال دو۔ تم جولیا کو بحیثیت ایکسٹونر ہر شادی کے بارے میں منع کر دو۔ " — سر سلطان نے اس پر انتہائی سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

" اور اگر جولیا نہ مانی تو — آپ بھی اگر جوانی کے دور سے گزرے ہوں تو آپ جانتے ہوں گے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے، ا۔ دیوانے تو مان بھی جائیں مگر دیوانی تو بہ — ایک کرلیا دوسرا نہ چڑھا۔ " — عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

" اول تو مجھے یقین ہے کہ وسیم خواہ مخواہ جذباتی ہو رہا ہے جولیا بے حد سنجیدہ اور سمجھ دار لڑکی ہے۔ نہ جانے کس طرح وسیم کو اتنی غلط فہمی ہو گئی۔ بہر حال اگر واقعی جولیا نا سمجھی سے کام لے رہی ہے تو اسے منع کر دو اور اگر وہ نہ مانے تو پھر مجبوری ہے۔ اسے سیکرٹ سروس چھوڑنا ہوگی اور سیکرٹ سروس چھوڑنے کا جو نتیجہ نکلے گا وہ بھی اسے بتا دینا خدا حافظ۔ " — سر سلطان نے انتہائی سنجیدہ ہلچے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

" عمران صاحب — کیا واقعی سر سلطان درست فرما رہے ہیں؟ " سیکرٹ سروس کے ایسے رولز ہیں۔ " — بلیک زیرہ نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا اور عمران بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

" آج مجھے اس محاورے کا مطلب سمجھ آیا کہ چراغ تلے اندھیرا کس کو کہتے ہیں یعنی سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو پوچھ رہا ہے کہ سیکرٹ سروس کے ایسے رولز ہیں، بھائی یہ سرکاری محکمہ ہے آغا سلیمان پاشا کی بنی ہوئی انٹرنیشنل باورچی ایسوسی ایشن نہیں ہے اور ہر سرکاری محکمہ

کرتا ہوا ڈر رہا ہو۔

”ٹھیک ہے۔ میں نے اسے اس وقت ایک مخصوص کمرے میں لگایا ہوا ہے۔ نمبر نوٹ کر لو۔ اس جگہ کا جہاں عمران موجود ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر اسے دانش منزل کا دوسرا مخصوص نمبر بتا کر ریسپور رکھ دیا اور بلیک زبرد اٹھا اور اس نے ایک الماری کھول کر اس میں سے سرخ رنگ کا ایک مخصوص ساخت کا فون سیٹ نکالا اور اس کا شور و لوار میں موجود ایک مخصوص پبلک میں فٹ کر دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسپور اٹھالیا۔

”عمران۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”میں ٹائیکر بول رہا ہوں جناب۔“ دوسری طرف سے ٹائیکر کی آواز سنائی دی۔

”اوہ تمہیں اس مخصوص جگہ کے فون کا نمبر کیسے معلوم ہو گیا؟“ عمران نے اس طرح چونکے ہوئے لہجے میں کہا جیسے واقعی اسے ٹائیکر کی کال پر بے پناہ حیرت ہوئی ہو۔

”سر آپ فلیٹ پر موجود نہ تھے اور میرا تاج ٹرانسمیٹر شاید خراب ہو گیا ہے۔ کال نہ مل رہی تھی چنانچہ میں نے مجبوراً چیف صاحب کو فون کیا۔ انہوں نے مہربانی فرماتے ہوئے یہ نمبر دیا تاکہ میں آپ سے بات کر سکوں۔“ ٹائیکر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور عمران نے مسکراتے ہوئے سامنے بیٹھے بلیک زبرد کو آنکھ مار دی۔ چونکہ لاوڈر کی وجہ سے بلیک زبرد بھی ان کے

درمیان ہونے والی گفتگو سن رہا تھا اس لئے وہ بھی مسکرا دیا۔
”کیا بات ہے۔“ بولو۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”باس میں نے اس جیک کا کھوج لگا لیا ہے لیکن اس کی لاش ملی ہے مجھے۔ یہ لاش ڈاکٹر کو سو کی کوٹھی سے ہی لائی گئی ہے۔“ جیک نے کہا اور عمران اس کی بات سن کر چونک کر کرسی پر سیدھا ہو گیا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔“ تفصیل بتاؤ۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”باس میں مسلسل جیک کا کھوج لگا رہا تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ جیک آج کل بے حد مصروف ہے۔ آپ کی ٹرانسمیٹر کال جب مجھے ملی تھی تو میں اس وقت ایک ایسی عورت سے ملنے جا رہا تھا جو جیک سے انتہائی قریب ہے۔ میں جب اس سے ملا تو بڑی مشکل سے وہ مجھے کچھ بتانے پر آمادہ ہوئی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جیک آج کل بیحد مصروف ہے۔ اس نے کنگ روڈ پر دو افراد کو مشین گن کے برسٹ سے ہلاک کر دیا اور پھر دوسرے روز اس نے ایک مقامی بد معاش اور مشہور غنڈے لٹنی کو سپربار کے توڑے خانے میں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے علاوہ اسی روز اس نے ایک عمارت میں جا کر بے تحاشہ فائرنگ کی اور وہاں اس نے بارہ آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس عورت کے مطابق جیک کی عادت ہے کہ وہ جب بھی قتل کرتا ہے وہاں سے سیدھا اس عورت کے پاس آتا ہے اور پھر وہ یہاں خوب دل بھر کر شراب نوشی

سے چھلنی ہو چکا تھا لیکن وہاں جھاڑیوں اور ارد گرد زمین پر اس قدر خون موجود نہ تھا کہ میں سمجھتا کہ اسے وہاں قتل کیا گیا ہے بلکہ وہاں لاش کی پوزیشن دیکھ کر صاف پتہ چلتا تھا کہ اسے کہیں اور مارا گیا ہے اور پھر وہاں سے کسی کار میں لاد کر لایا گیا ہے اور یہاں کار روک کر اسے جھاڑیوں میں پھینک دیا گیا ہے اور اس کی لاش کی حالت بتا رہی تھی کہ اسے گزشتہ رات کسی وقت مارا گیا ہے۔ اس عورت کے مطابق وہ نمکس و غیرہ جیسی اسے کل رات ہی لے گئے تھے اور جبکہ کاچہرہ بتا رہا تھا کہ اسے نشے کی بد مستی کی حالت میں ہی مارا گیا ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ اسے ڈاکٹر کر دسو کی کوٹھی میں مارا گیا ہے اور پھر اس کی لاش یہاں کالونی سے باہر جھاڑیوں میں شاید رات کو ہی پھینک دی گئی تھی جو کسی کو نظر نہ آسکی۔ اب بھی ایک رابگیر مشارٹ کٹ کے چکر میں مرڈک سے اتر کر میدان سے گزرنے لگا تو اسے بڑی جھاڑیوں کے درمیان پڑی ہوئی لاش نظر آگئی چونکہ وہاں پولیس آئے والی تھی اس لئے میں واپس اپنے ہوٹل آگیا اور اب آپ کو فون کر رہا ہوں۔" ٹانیگر نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس عمارت کا پتہ چلا جہاں اس نے بارہ افراد کو قتل کیا ہے۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"میں نے بھی معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن دائمی اس عورت کو اس کا علم نہ تھا۔" ٹانیگر نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔ فی الحال تم فارغ ہو، اگر ضرورت پڑی تو

کرتا ہے اور پھر مشراب پی کر وہ اس عورت کو بھی سب کچھ بتا دیتا ہے یہ عورت ہی اس کی واحد راز دار ہے۔ کنگ روڈ پر دو افراد کو ہلاک کرنے کے بعد بھی وہ اس عورت کے پاس آیا۔ پھر جب اس نے ٹوٹی کو گولی ماری تب بھی وہ اس کے پاس آیا۔ اس کے بعد جب اس نے کسی عمارت میں بارہ افراد کو بیک وقت قتل کیا تو تب بھی وہ اس کے پاس آیا اور اس عورت کے مطابق بارہ افراد کے بیک وقت قتل کے بعد تو اس نے اس قدر مشراب پی کر وہ خلاف معمول نشے میں بد مست ہو گیا اور پھر جب وہ بد مست تھا تو اس عورت کے فلیٹ پر ڈاکٹر کر دسو کا فون آیا۔ یہ عورت جانتی ہے کہ جبکہ ڈاکٹر کر دسو کا ہی ملازم ہے۔ اس نے ڈاکٹر کر دسو کو بتایا کہ جبکہ نشے میں بد مست ہوا پڑا ہے تو اسے ڈاکٹر کر دسو نے کہا کہ وہ اپنے آدمی بھیج رہا ہے تاکہ جبکہ کو لے جائیں کیونکہ اسے اس سے انتہائی ضروری کام ہے۔ وہ خود ہی اس کے نشے کا علاج کرے گا اور پھر بھڑی دیر بعد واقعی اس کے دو آدمی آئے اور بد مست جبکہ کو اٹھا کر لے گئے۔ میری جرح پر ان آدمیوں کا اس عورت نے جو حلیہ بتایا ہے ان کے مطابق ان میں سے ایک آدمی نمکس تھا جس کی ایک ہاتھ کی چھوٹی انگلی فالتو ہے اور جس کے متعلق آپ نے بتایا تھا کہ وہ ڈاکٹر کر دسو کی کوٹھی پر ملازم ہے۔ چنانچہ میں اس عورت کے فلیٹ سے نکل کر سیدھا شان کالونی گیا۔ لیکن شان کالونی کو جانے والی مرڈک کے ایک کنارے پر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر میں واقعہ معلوم کرنے کے لئے رکا تو میں نے مرڈک کے کنارے جھاڑیوں میں پڑی ہوئی جبکہ کی لاش دیکھی۔ اس کا جسم گولیوں

بھوانے کے لئے ارسال کیا ہے۔ یہ پکیٹ ابھی میرے پاس پہنچا ہے۔ اس میں چھ انگوٹھیاں ہیں جن پر مختلف قسموں کے نیگنے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ڈیزائن ایک ہی قسم کا ہے۔ ہر انگوٹھی کے ساتھ ایک ٹینگ لگا ہوا ہے جس پر ملڑی انیسر کا نام اور عہدہ لکھا ہوا ہے۔ اس سے پہلے کرنل شاہ نے ایک فائل بھی بھیجی تھی جس میں ان انگوٹھیوں کا ہی ذکر تھا۔ یہ کیا چکر ہے۔ کس لئے یہ انگوٹھیاں چیک کی جارہی ہیں؟ سر سلطان کے بلجے میں حیرت تھی۔

”ایکسٹو صاحب جولیاء کو اس کی شادی پر انگوٹھی کا تحفہ دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ آج کل انگوٹھیوں کی پڑتال کر رہے ہیں تاکہ کوئی منفرد ڈیزائن کی انگوٹھی نظر آجائے تو ایسی انگوٹھی جولیاء کو شادی کے تحفے میں دی جاسکے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں اتنا احمق نہیں ہوں عمران جتنا تم مجھے سمجھتے ہو۔ کیا میں اتنا چیک نہیں کر سکتا کہ فوج کے اس قدر اہم ترین عہدے داروں کے پاس سے آنے والی چھ کی چھ انگوٹھیاں ایک ہی ڈیزائن کی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان پر نیگنے مختلف ہیں اور ظاہر ہے ایسا ان کے مخصوص برتھ اسٹون کی وجہ سے ہوگا لیکن ایک جیسے ڈیزائن نے مجھے چونکا دیا ہے۔“ سر سلطان نے اس بار انتہائی ناخوشگوار بلجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سوری سر سلطان — میں بھلا آپ کو کیسے احمق سمجھ سکتا ہوں جس کے پاس دو سر ہوں — ایک اس کا اپنا دوسرا حکومتی۔

میں تمہیں کال کر دی گا اور وائچ ٹرانسمیٹر کو اچھی طرح چیک کر دوں گا۔ اگر یہ واقعی خراب ہو گئی ہے تو پھر میں تمہیں نئی وائچ بھجوا دوں گا۔“ عمران نے کہا اور ریسپور رکھ دیا۔

”اس کا مطلب ہے مجھ پر فائر کھولنے والا جیک تھا اور یہ کام اس نے ڈاکٹر کر دوسو کے کہنے پر کیا ہے اور ڈاکٹر کر دوسو ہی اس کے سارے چکر کا مرکزی کردار ہے۔ ٹھیک ہے اب ڈاکٹر کر دوسو کے حلق میں انگلی ڈالنی ہی پڑے گی۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے استعمال میں رہنے والے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے بلیک زیرو کو کال سننے کا اشارہ کیا۔

”ایکسٹو۔“ بلیک زیرو نے ریسپور اٹھاتے ہوئے کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں — عمران موجود ہے۔“ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”یس سر عمران موجود ہیں — بات کیجئے۔“ بلیک زیرو نے مؤدبانہ بلجے میں جواب دیا اور پھر ریسپور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”جی سر سلطان صاحب کیا ہوا — کیا فیروز الدین احمد صاحب نے انکار کر دیا جولیاء کو اپنی بہو بنانے سے؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اُسے چھوڑو — میں نے ایک اور سلسلے میں فون کیا ہے۔ ملڑی انٹیٹی جنس کے چیف کرنل شاہ نے ایک پکیٹ ایکسٹو کو

” اچھا ہلے بغیر ہی کال سن لو۔ میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ کسی بھی انگوٹھی کے سائیڈ ڈیزائن میں دائرہ موجود نہیں ہے۔ اب بار نہیں بلکہ تین بار میں نے دیکھا ہے۔“ — سرسلطان نے کہا اور عمران کے چہرے پر ہلکی سی مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔

” ٹھیک ہے پھر انگوٹھیوں کو دانش منزل بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے کرنل شاہ کو شکریہ کے ساتھ واپس بھجوا دیں تاکہ وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دے۔“ — عمران نے کہا۔

” لیکن تم نے بتایا نہیں کہ یہ چکر کیا ہے؟“ — سرسلطان نے کہا۔ اور عمران نے مختصر طور پر انہیں سپرنٹنڈنٹ فیاض والی پہلے دائرے والی اور بغیر دائرے والی انگوٹھی کے ساتھ ساتھ کرنل سجاد سے حاصل ہونے والی دائرے والی انگوٹھی اور پھر اس کا راستے سے جھپٹ لئے جانے کے متعلق بتا دیا۔

” اہہ تو تمہارا مطلب ہے کہ ان برتھ اسٹون والی انگوٹھیوں کے پیچھے کوئی چکر ہے؟“ — سرسلطان نے انتہائی گھمبیر لہجے میں کہا۔

” اب کوئی دائرے والی انگوٹھی ہاتھ لگے تو پتہ چلے کہ کیا واقعی کوئی چکر ہے بھی سہی یا نہیں اور دائرے والی کوئی انگوٹھی کہیں سے نئی دستیاب نہیں ہو رہی۔ طاہر نے سیکرٹ سروس کے ممبران ذریعے علی سول انیسران کا بھی سروے کرایا ہے۔ وہاں بھی اسی ڈیزائن کی انگوٹھیاں موجود ہیں لیکن سب بغیر دائرے والی ہیں۔“ — عمران نے جواب دیا۔

اسے احمق سمجھنے والا تو خود ہی احمق ہو سکتا ہے۔ ویسے آپ کو میری بات سے رنج پہنچا ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔“ — عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا کیونکہ سرسلطان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ انہیں واقعی عمران کی بات سے شدید رنج پہنچا ہے۔

” ارے ارے نہیں — ایسی کوئی بات نہیں — مجھے تمہاری بات سے بھلا رنج پہنچ سکتا ہے۔ بس بعض اوقات خواہ مخواہ غصہ آجاتا ہے۔ بہر حال مجھے بتاؤ تو سہی یہ چکر کیا ہے۔“ — سرسلطان نے فوراً ہی خوشگوار لہجے میں کہا تو عمران مسکرا دیا۔ دو ایک کام کریں، ایک ایک کر کے ہر انگوٹھی کو غور سے چیک کریں۔ کیا ان میں سے کسی انگوٹھی کے سائیڈ ڈیزائن کے گرد کوئی ابھرا ہوا دائرہ ہے۔ اچھی طرح اور غور سے چیک کر کے بتائیں پھر میں آپ کو تفصیل بتاؤں گا۔“ — عمران نے کہا۔

” دائرہ — اچھا میں دیکھتا ہوں۔“ — دوسری طرف سے سرسلطان نے کہا اور پھر ریسور پر خاموشی طاری ہو گئی۔ عمران بھی خاموش بیٹھا ہونٹ کاٹتا رہا۔ اس کے چہرے پر امید و بیم کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔

” بیلو عمران بیٹے۔“ — تھوڑی دیر بعد سرسلطان کی آواز ریسور پر گونجی۔

” سوری — عمران بیٹا زخمی ہے۔ اس لئے فی الحال اتنے زور سے نہیں بل سکتا جتنے زور کا حکم آپ دے رہے ہیں۔“ — عمران نے کہا اور سرسلطان قہقہہ مار کر ہنسن پڑے۔

”اودہ لیکن ایک ہی ڈیزائن کی انگوٹھوں کی اس قدر وسیع پیمانے پر تقسیم کے پیچھے لازماً کوئی نہ کوئی سازش ہوگی۔ ارے ہاں مجھے اب ایک اور بات بھی یاد آگئی ہے۔ میں نے دسیم کی انگلی میں بھی ایک انگوٹھی دیکھی تھی۔ اس پر انتہائی قیمتی نیلم لگا ہوا تھا لیکن اس کا ڈیزائن ان انگوٹھوں جیسا نہ تھا۔ کچھ عجیب سا ڈیزائن تھا۔ چونکہ میں نے پہلے کبھی دسیم کی انگلی میں انگوٹھی نہ دیکھی تھی اس لئے میں نے لاستوری طور پر اس سے پوچھ لیا تھا کہ کیا یہ منگنی کی انگوٹھی ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ نہیں، نیلم اس کا برہہ اسٹون ہے اور یہ انگوٹھی اسے جو لیا نے تحفے میں دی ہے۔ اس پر میں خاموش ہو گیا۔ اب تمہاری بات سن کر مجھے خیال آیا تو میں نے بتیس بتا دیا لیکن دسیم والی انگوٹھی کا ڈیزائن قطعی مختلف تھا ان انگوٹھوں سے بلکہ کچھ عجیب سا ڈیزائن تھا، بھاری سی انگوٹھی تھی۔ ایسی انگوٹھی میں نے کم از کم پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں یہ انگوٹھیاں واپس بھیج رہا ہوں لیکن اب مجھے اس پر اصرار چکر میں ہے حد دلچسپی ہو رہی ہے۔ اگر کوئی چکر ہو تو مجھے ضرور بتانا خدا حافظ۔“ — سرسلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ان کی طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔

کننگ اپنی کوٹھی کے خصوصی تہہ خانے کے اندر رکھی ہوئی سپرزنک کنٹرولر ویزن مشین کی سکرین پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے چیف کے کہنے پر نہ صرف بگ رنگز کا سارا سرکل ہی ختم کر دیا تھا بلکہ اس کے تمام آثار بھی ختم کر دیئے تھے۔ جیک کے ذریعے اس نے لڑنی کا خاتمہ کر دیا اور پھر جیک نے ہی اس کے حکم پر اسلم اور اس کے گیارہ ساتھیوں کا نہ صرف خاتمہ کر دیا بلکہ وہاں سے ہر ایسا سامان بھی ہٹا دیا جس سے کسی کو بگ رنگ کے متعلق کوئی کیلومل سکتا۔ اس کام کے لئے کننگ نے ٹکسن اور دوسرے ملازموں کو بھیجا تھا اور بعد میں جیک نے اس عمارت کو جو شہر سے کافی فاصلے پر تھی، آگ لگا کر بھسم کر دیا تھا۔ کننگ کو جیک کی تمام عادات سے اچھی طرح واقفیت تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جیک نفسیاتی طور پر ہر قتل کے بعد نہ صرف شراب پیتا ہے بلکہ اپنی دوست عورت لوسی کے فلیٹ میں

خاندان سے انتہائی قریبی تعلقات میں اور وہ اکثر سرسلطان سے ملنے ان کے دفتر جاتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس نے سرسلطان کو سپر رنگ آن کرنے کے لئے دسیم کا ہی انتخاب کیا۔ اس کے بعد اس کے لئے کام آسان ہو گیا تھا۔ اس نے ٹیلی پیٹھی کے ذریعے صبح دسیم سے رابطہ قائم کیا کیونکہ دسیم اس کی کوٹھی کے قریب رہتا تھا۔ اس لئے اس کے ذہن سے نکلنے والی طاقت و رہدوں نے اس کے ذہن کو جلد ہی جکڑ لیا تھا اور پھر ٹیلی پیٹھی کے ذریعے دسیم کو اپنی کوٹھی میں بلوا کر اس نے ہینا ٹرم کے ذریعے اس کے ذہن کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں کیا۔ دسیم چونکہ ذاتی طور پر خاصا طاقتور آدمی تھا اس لئے اس نے اسے ٹیلی پیٹھی کے ذریعے ذہنی طور پر مادیف کر دیا اور پھر اسے یکے بعد دیگرے قوت ارادی توڑنے کے مخصوص اے۔ ایم۔ پی کے دو انجکشن لگا دیئے۔ پندرہ منٹ بعد اس نے جب دسیم کے ذہن کو دوبارہ بیدار کیا تو دسیم واقعی ایک ٹوٹی پھوٹی اور انتہائی شکستہ سی شخصیت نظر آنے لگا۔ اب ہینا ٹرم کے ذریعے اسے کنٹرول کرنا بے حد آسان تھا۔ چنانچہ اس نے اسے سرسلطان کے پاس جانے اور انہیں رنگ آن کرنے کے لئے خصوصی ہدایات دیں اور پھر ایک سپر رنگ اس کی انگلی میں پہنا دی جبکہ دوسری سپر رنگ اس کی جیب میں ڈال دی۔ سپر رنگ پر نیلم پھتر لگے ہوئے تھے کیونکہ نیلم سے نکلنے والی مخصوص ریز کی وجہ سے ہی ریزن کنٹرول مشین چلتی تھی اور یہ بھی سہولت موجود تھی کہ ان ریزن کی وجہ سے ماحول کی اس مشین میں باقاعدہ فلم بندی کی جاسکتی اور پھر اس نے دسیم کو

اس وقت تک چھپا رہتا ہے جب تک وہ نفسیاتی طور پر دوبارہ زہر نہیں ہو جاتا اور بارہ افراد کے قتل کے بعد تو وہ لازماً نشے میں بہرہ ہو جائے گا اور وہی ہوا۔ اس بدستی کے عالم میں اس نے نکسن کے ذریعے اسے لوس کے فلیٹ سے کوٹھی میں منگوا دیا اور پھر اپنے ماحول سے اس پر مشین گن کا برسٹ مار کر چھپنی کر دیا۔ اس کے بعد نکسن کے ذریعے ہی اس نے اس کی لاش کو کالونی سے باہر چھنکوا دیا چونکہ لاپس برجیک کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا اس لئے وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ اس قتل میں اسے کسی طرح بھی ملوث نہ کیا جاسکے گا۔ اگر چاہتا تو نکسن کے ذریعے ہی جیک کو قتل کرا سکتا تھا لیکن جیک جس قدر خطرناک آدمی تھا اس کی بنا پر اس نے اسے اپنے ہاتھوں سے ہی قتل کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ اسے ہمیشہ جیک کی طرف سے اطمینان رہے ورنہ اگر جیک نکسن کے ہاتھوں مرنے سے بچ جاتا تو پھر اسے دنیا کی کوئی طاقت بھی جیک کے ہاتھوں مرنے سے نہ بچا سکتی۔ نکسن کو جیک کا بڑا قریبی ساتھی رہا تھا لیکن جیک کو قتل کرنے سے پہلے کنگ نے ہینا ٹرم کے ذریعے اس کے ذہن کو تبدیل کر دیا تھا۔ ان آثار کے خاتمہ کے بعد اس نے گرین فائل کے سلسلے میں منصوبہ بندی شروع کر دی کیونکہ چیف کی طرف سے سپر رنگز اور ان کی کنٹرول و ریزن مشین پہنچ چکی تھی اور وہ ان کی کارکردگی کو ہر لحاظ سے چیک کر چکا تھا اور پھر اس سلسلے میں غور و فکر کرتے ہوئے اسے دسیم فیروز الدین احمد کا خیال آگیا کیونکہ ایک بار دسیم نے اسے خود بتایا تھا کہ وزارت خارجہ کے سیکرٹری سرسلطان کے ان کے

سرسطان کے دفتر بھجوا دیا اور اس وقت دیرین مشین کی سکریں پر اسے وسیم سرسطان کے دفتر میں نہ صرف بیٹھا ہوا صاف نظر آ رہا تھا بلکہ ان دونوں کی گفتگو بھی وہ اس طرح سن رہا تھا جیسے یہ گفتگو اس کے سامنے ہو رہی ہو۔ وسیم سرسطان کو جویا کے ساتھ شادی کرنے کے لئے اپنے باپ سے اجازت دلوانے پر مجبور کر رہا تھا جبکہ سرسطان پس و پیش سے کام لے رہے تھے لیکن کنگ ان کی گفتگو سے بے نیاز مشین کو مخصوص انداز میں اپریٹ کرنے میں مصروف تھا اور اس کی آنکھوں میں سرسطان کی میز پر بکھری ہوئی دستاویزات دیکھ کر انتہائی تیز چمک اُبھرائی تھی کیونکہ اسے اتفاق کہا جائے یا کنگ کی خوش قسمتی کہ جس وقت وسیم سرسطان کے پاس پہنچا، سرسطان گرین فائل کی دستاویزات میز پر پھیلانے کسی کام میں مصروف تھے اور اب کنگ میز پر بڑی ہوئی دستاویزات کی فلم بنانے میں مصروف تھا۔ اس کے لئے وسیم کی انگلی میں موجود سپر رنگ بے حد کام آ رہی تھی۔ ٹیلی پیتی کی مدد سے کنگ وسیم کو ذہنی طور پر انگوٹھی والا ہاتھ بات چیت کے دوران میز پر موجود دستاویزات پر رکھنے پر اکساتا اور جیسے ہی انگوٹھی پر لگا ہوا نیلم کسی دستاویز سے پٹھ ہوتا دیرین کنٹرول مشین ایک سیکنڈ میں اس کی فلم تیار کر لیتی اور اس وقت وہ آخری دستاویز کی فلم بنانے میں مصروف تھا۔

”وہ مارا۔۔۔ اب چیف کو پتہ چلے گا کہ کنگ کس طرح کام کرتا ہے۔“ آخری دستاویز کی فلم بناتے ہی کنگ مسرت بھر انداز میں

چینا اور پھر اس نے فلم بنانے والے مخصوص مین آف کر دیئے۔ اب سرسطان کو رنگ آن کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی اور اس وقت سرسطان اس کے باپ کو فون کرنے میں مصروف تھے چنانچہ کنگ نے اسے سرسطان کو رنگ آن کرنے کا کاشن دینے کی بجائے واپسی کا کاشن دے دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وسیم سرسطان سے اجازت لے کر ان کے دفتر سے نکل گیا اور کنگ نے جلدی سے مشین سے نظریں ہٹائیں اور کرسی کی پشت سے سرٹکا کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ذہنی طور پر اپنے آپ کو خاصا تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر مشین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس وقت وسیم اپنی شاندار کار میں بیٹھا ہوا شان کا لونی میں داخل ہو رہا تھا اور پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اپنی کوٹھی میں پہنچ گیا کیونکہ کنگ نے ہر قسم کا شبہ ختم کرنے کے چکر میں اسے یہی ہدایت دی ہوئی تھیں کہ وہ سرسطان سے ملاقات کے بعد سیدھا اپنی کوٹھی میں پہنچ جائے اور پھر دوسری صبح تک وہ کوٹھی سے باہر نہ نکلے۔ یہ اس نے احتیاط کے طور پر کیا تھا کہ شاید سیکرٹری وزارت خارجہ سے ملنے والوں کی نگرانی کوئی ادارہ کرتا ہو تو وہ مطمئن ہو جائے کہ وسیم کا کسی کے ساتھ کوئی لنک نہ ہے۔ ویسے بھی وسیم نے وہاں کوئی ایسی بات نہ کی تھی جس سے کسی بھی خفیہ ادارے کو کسی قسم کا شبہ ہوتا اور چونکہ کنگ کا اصل مشن خوش قسمتی سے فوراً ہی مکمل ہو گیا تھا۔ اس لئے اب وہ دونوں سپر رنگز وسیم سے جلد از جلد واپس لینا چاہتا تھا۔ وسیم اس وقت اپنے بیڈ روم میں لبرٹر پر

آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔
 ”او۔ کے اب تم ایسا کرو کہ دیم کی کوٹھی پر چلے جاؤ۔ وہ تمہیں
 ”انگوٹھیاں دے گا۔ وہ لے کر واپس آجاؤ۔“ کنگ نے

کہا۔
 ”یس باس۔“ دوسری طرف سے نکسن نے کہا اور
 کنگ نے ریسور رکھ کر ایک بار پھر سرکسی کی پشت سے لٹکا کر
 آنکھیں بند کیں اور ذہنی طور پر دیم سے رابطہ قائم کرنے لگا اور پھر
 رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے اسے ہدایت دی کہ وہ نکسن کو دونوں
 انگوٹھیاں واپس کر دے گا اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ بات بھول
 جانے لگا کہ یہ انگوٹھیاں اسے کس نے دی ہیں۔ یہ ہدایات دینے
 کے بعد کنگ نے آنکھیں کھولیں اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا
 ہوا۔ وہ اب اوپر جانا چاہتا تھا تا کہ نکسن سے دونوں سپر رنگز وصول
 کر کے وہ انہیں محفوظ کر سکے اور پھر اطمینان سے ویرین کنٹرول مشین
 پر محفوظ گرین ٹائل کی دستاویزات کو مائیکروفلم میں تبدیل کرنے کا
 پروکسس شروع کر سکے۔ اس کا ارادہ تھا کہ مائیکروفلم تیار کر لینے
 کے بعد وہ ایمپرر کو کال کر کے اپنی اس شاندار کامیابی کی خبر دے
 گا۔

”یس۔“ ریسور پر نکسن کی آواز سنائی دی۔

”کنگ سپیکنگ۔ کوئی کال تو نہیں آئی۔ میرا مطلب ہے
 دفتر سے ہٹ کر۔“ کنگ نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”سراس پرنس آف ڈھمپ کی کال آئی تھی وہ آپ سے ملاقات
 کا خواہشمند تھا مگر میں نے اسے بتا دیا کہ آپ ابھی فارن سے
 واپس نہیں آئے۔ اس نے پوچھا کہ فارن کا کوئی فون نمبر وغیرہ تو
 میں نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ آپ کا نجی دورہ ہے اس لئے
 ہمیں کسی فون نمبر کا علم نہ ہے اور آپ ایک ہفتے بعد آئیں گے۔“
 نکسن نے جلدی جلدی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ آواز پرنس آف ڈھمپ کی تھی۔“
 کنگ نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

”یس باس۔“ میں چونکہ اس سے گفتگو کر چکا ہوں۔ اس لئے
 میں اس کی آواز پہچانتا ہوں، وہی تھا۔“ نکسن نے جواب
 دیا۔

برہہ اسٹون وغیرہ سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی چنانچہ میں واپس آگیا۔ — کیپٹن شکیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ فی الحال تم فارغ ہو۔“ — بلیک زیرو نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ریسور رکھ دیا۔
 ”میرا خیال ہے ہم خواہ مخواہ سرکھپائی کر رہے ہیں۔ یہ کوئی کیس نہیں ہے۔“ — بلیک زیرو نے ریسور رکھتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پھر سویر فیاض کی انگوٹھی کا دائرہ کہاں غائب ہو گیا اور کرنل سپاہ سے حاصل ہونے والی انگوٹھی کیوں زبردستی چھینی گئی اور اس نے بعد مجھ پر قاتلانہ حملہ کیوں کیا گیا۔ نہ ان سارے پوائنٹس کو کہاں فٹ کر دو گئے؟“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”یہ باتیں تو ہیں عمران صاحب — لیکن گیم کیا کھیلی جا رہی ہے اس کا تو کہیں سرا ہی نہیں مل رہا؟“ — بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”گیم کا سرا اس لئے نہیں مل رہا کہ اس بار گیم بالکل ہی منفرد انداز میں کھیلی جا رہی ہے۔ عام مجرمانہ انداز سے یکسر ہٹ کر — یہی وجہ ہے کہ ہماری ساری کوششیں بیکار ہوتی جا رہی ہیں لیکن اب ٹائیکر کی رپورٹ کے بعد اندھیرے چھٹنے لگے ہیں اور صورتحال کچھ واضح ہونے لگ گئی ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ کیسے؟ — بلیک زیرو نے حیرت جبرے لہجے میں کہا۔

سر سلطان کی کال سن کر عمران نے ریسور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔

”کمال ہے — آج تو اتنے فون آرہے ہیں جیسے ہم دونوں نے سیکرٹ سروس چھوڑ کر ٹیلیفون آپریٹری شروع کر دی ہو؟“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے بلیک زیرو کو ریسور اٹھانے کا اشارہ کیا۔
 ”ایکسٹو؟“ — بلیک زیرو نے ریسور اٹھاتے ہوئے مخصوص لہجے میں کہا۔

”کیپٹن شکیل بول رہا ہوں جناب — میں نے ملٹری انٹیلیجنس کے چیف ریکارڈ کیپر رضوان احمد سے ملاقات کر لی ہے۔ اس کی انگلی میں کوئی انگوٹھی موجود نہیں ہے اور باتوں ہی باتوں میں اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس نے کبھی انگوٹھی نہیں پہنی کیونکہ اسے

”جس طرح ثبوت مٹائے جارہے ہیں یعنی ٹوٹی کا قتل — ان بارہ افراد کا قتل — اور پھر جبیک کا قتل — اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو ہمیں گیم کا علم نہیں ہے لیکن ہم صحیح راستے پر چل پڑے ہیں — ارے ان بارہ افراد کے قتل کا تو مجھے خیال ہی نہ رہا تھا! عمران بولتے بولتے چونک پڑا اور پھر اس نے جلدی سے ٹیلیفون کا ریسور اٹھایا اور سامنے دیوار پر موجود الیکٹرونک کلاک پر وقت دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ فیاض ابھی تک دفتر میں ہی موجود ہوگا۔ اس نے اس نے فیاض کے دفتر کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس فیاض سپیکنگ؟“ — دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔ اس کا لہجہ نارمل تھا کیونکہ اسے خطرہ رہتا تھا کہ کال کہیں سررحمن کی طرف سے نہ ہو۔

”کون فیاض؟“ — عمران نے ایجہ بدل کر بولتے ہوئے کہا۔

”سپرینٹنڈنٹ آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو — آپ کون بول رہے ہیں؟“ — فیاض نے اس بار نہ صرف عہدہ بتایا بلکہ اس کے ایجہ سے بھر پور رعب و دبدبہ بھی نمایاں ہو گیا تھا۔

”سڈن تو سناتا تھا کہ بالکل گنجے کو کہتے ہیں لیکن سپری ٹنڈن کیا ہوتا ہے۔ کیا یہ گنجے کی مونث کو کہتے ہیں یعنی گنجی۔ سپری لفظ تو مونث کے لئے ہی استعمال ہو سکتا ہے۔ مذکر کے لئے تو سپر کہا جاتا ہے لیکن آج تک کوئی گنجی عورت دیکھی نہیں۔ کیا انٹیلی جنس بیورو والوں نے ڈھونڈ لی ہے کہیں سے — واہ پھر تو فوٹو دیکھنا پڑے گا

سپری ٹنڈی کا۔“ — عمران کی زبان چل پڑی لیکن لہجہ بدستور بدلا ہوا تھا۔

”کون ہو تم — یہ کیسی بکواس کر رہے ہو، گولی ماروں گا تمہیں؟“ سپر فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”وہ ایک محاورہ ہے — گنجی دھوئے گی کیا اور پھوڑے گی کیا — چونکہ میں نے آج تک کسی گنجی عورت کو نہ دیکھا تھا اس لئے اس محاورے کو میں ہمیشہ غلط قرار دیتا رہا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہاں تنگی کی بجائے گنجی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن چونکہ تنگی کا لفظ تہذیب سے گرا ہوا ہے اس لئے ہمارے اباؤ اجداد نے جو انتہائی مہذب تھے جان بوجھ کر تنگی کی جگہ گنجی کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن آج سپری گنجی سے ملاقات کے بعد معلوم ہوا ہے کہ محاورہ تو درست تھا یعنی یہ محاورہ کپڑوں کی بجائے بالوں سے منسلک تھا کہ گنجی کن بالوں کو دھوئے گی اور کن کو پھوڑے گی۔“ — عمران

کی زبان ایک بار پھر پوری روانی سے چل پڑی لیکن دوسری طرف سے اس بار ایسے الفاظ سنائی دیتے تھے جن کا کوئی مفہوم نہ تھا اور ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ ظاہر ہے فیاض غصے کی انتہا پر پہنچ چکا تھا اور عمران جانتا تھا کہ جب وہ غصے کی انتہا پر پہنچ جائے تو پھر اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اپنا مفہوم کھو دیتے ہیں اور شاید غصے کی شدت کی بنا پر ہی فیاض نے ریسور کریڈل پر پینچ دیا ہوگا۔

”آپ فیاض کو بے حد تنگ کرتے ہیں۔“ — بلیک زیرو

کہ دوستی اسے کہتے ہیں کہ ہم عالم بالا کی سیر بھی کرائے اور ہمارے
یار نے ایک بار بھی اگر نہیں پوچھا کہ بھیا کیستی؟ اُلٹا غصے سے دھاڑ
بھی رہے ہو۔“ عمران نے بڑے مسمے سے ہجے میں کہا۔
”کیا — کیا کہہ رہے ہو — چھ گولیاں لگی ہیں — کیوں
مذاق کر رہے ہو — چھ گولیاں تمہیں لگ جاتیں اور تم زندہ پنج
جاتے۔“ فیاض نے یقین نہ آنے والے ہجے میں کہا۔ ویسے
اُس کا ہجہ بدل گیا تھا۔

”اگر یقین نہ آئے تو میرے فلیٹ کی بیچ والے پولیس تھانے
سے پوچھ لو۔ ایک راگبیر بیچارہ بھی مشین گن کے برسٹ میں اکر مارا
گیا۔ ویسے اگر وہ نہ ہوتا تو اکٹھی اٹھارہ بیس گولیاں لگتیں مجھے اور پیر
تو چاہے میں عالم بالا سے ہی کیوں نہ فون کرتا تمہیں یقین نہ آتا۔“
عمران نے کہا۔

”ادہ مشین گن کا برسٹ — کس نے مارا — پتہ چلا — سر
رحمن کو بھی علم نہیں ہے — ہوا کیا تھا؟“ اس بار فیاض کا
ہجہ ہمدردی سے پڑ تھا۔

”ہوا یہ کہ میں کار گیراج میں بند کر کے فلیٹس کی سیڑھیاں چڑھنے
کے لئے بڑھ ہی رہا تھا کہ تڑتڑا ہٹ کی آواز کے ساتھ ہی گرم گرم
سلاخیں میرے جسم میں گھس گئیں اور ذہن تاریک ہونے سے
پہلے میں نے قریب ہی ایک انسانی بیج بھی سنی۔ باقی رہا کس نے
مارا تو یہ تھانے والے جانتے ہوں گے بشرطیکہ انہوں نے ایک
غریب فلیٹ مکین کو اور ایک غریب راگبیر کو کوئی اہمیت دی ہو۔

نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”میں اُسے تنگ کرنے کی بجائے اس کے بینک سلیبس کو تنگ
کرنے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ باپ بیٹے نے شیعہ بانٹ رکھے ہیں۔
ڈیڈی اسے جھاڑ جھاڑ کر جسمانی طور پر تنگ میرا مطلب ہے سمارٹ
رکھتے ہیں اور میں نے معاشی شعبہ سنبھال رکھا ہے کیونکہ افراط زر کا
پھیلاؤ اگر معاشرے کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے تو ہمارے
فیاض کے لئے تو انتہائی نقصان دہ ہو سکتا ہے۔“ عمران نے
مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی انگلی دوبار
فیاض کے نمبر گھانے میں مصروف ہو گئی۔

”کون ہے؟“ اس بار فیاض نے بغیر سوچے سمجھے ہی
دھاڑتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے کہیں تم چڑیا گھر میں تو نہیں پہنچ گئے جو شیر کی
طرح دھاڑ رہے ہو۔“ عمران نے اس بار اپنے اصل
ہجے میں کہا۔

”ادہ عمران تم — کیا تم نے پہلے فون کیا تھا مجھے؟“
فیاض کی ایسی آواز سنائی دی جیسے وہ بولتے وقت دانت پیس رہا
ہو۔

”میں نے — یار میں نے تو پچھلے چار روز سے فون کو ہاتھ ہی
نہیں لگایا — لگا ہی نہ سکتا تھا کیونکہ میرا پورا جسم پلیسٹر جکڑ بند
میں پھنسا ہوا تھا۔ پوری اٹھ گولیاں لگی تھیں۔ آج پلیسٹر کھلا تو میں
نے سوچا کہ اپنے یار کو فون کروں اور اس سے کم از کم پوچھوں تو سہی

ایک بڑا سا تہہ خانہ دریا فٹ ہوا جو کہ آگ لگنے سے محفوظ تھا۔ اس تہہ خانے میں ایسی بھٹییاں موجود تھیں جیسے وہاں سونے کے زیورات بنائے جاتے ہوں۔ سونے کے ذرات بھی وہاں جگہ جگہ پائے گئے ہیں لیکن وہاں اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ نہ ہی کوئی آلہ، نہ کوئی زیور یا اکس کا ڈبہ۔ بالکل خالی پڑا تھا تہہ خانہ۔“ فیاض نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”یہ کوٹھی کس کی ملکیت تھی؟“ عمران نے پوچھا۔
 ”مانک تو کوئی پروفیسر ہے جو گذشتہ کئی سالوں سے کسی غیر ملک کی یونیورسٹی میں ملازم ہے اور یہ کوٹھی پراپرٹی ڈیلرز کے ذریعہ کرایہ پر دی گئی تھی۔ کرایہ دار کوئی اسلام نامی آدمی تھا۔ لیکن اب پولیس نے پڑتال کی ہے تو پتہ چلا ہے کہ اس نے اپنا جو سابقہ پتہ دیا تھا وہ سراسر غلط ہے۔ میں نے انسپکٹر سلطان کی ڈیوٹی لگا دی ہے وہ انکو آری کر رہا ہے۔“ فیاض نے جواب دیا۔

”چلو کم از کم میری تسلی تو ہو گئی کہ مجھے جلایا تو نہیں گیا۔ اچھا اب اجازت — ارے ہاں میں جلد ہی ہسپتال سے فارغ ہو رہا ہوں پھر صحت یابی کا جشن اکٹھے منائیں گے، خدا حافظ!“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریسپور رکھ دیا۔

”اب تو بات سمجھ میں آگئی۔ اس کوٹھی میں کنگ آف سٹونز نے انگوٹھیاں تیار کرنے کا باقاعدہ کارخانہ لگا رکھا تھا؟“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگر سارے راستے اس کنگ تک پہنچتے ہیں تو پھر اسے گرفتار

یہاں تو وزیراعظم جلسہ عام میں مارا جاتا ہے اور آج تک یہ نہیں بتایا جاتا کہ کس نے مارا اور ایک فلیٹ مکیں عزیز کو کون پوچھتا ہے اور باقی رہا سررحمن کو علم — تو وہ میرے ڈیڈی ضرور ہیں لیکن میں تو تمہارے ہی محکمے سے متعلق — بڑا بے حس اور بے مروت قسم کا محکمہ ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”مجھے تو اب بھی یقین نہیں آ رہا — کیونکہ جس رفتار سے تمہاری زبان چل رہی ہے — چھ گولیاں کھانے کے بعد کم از کم زبان کی یہ رفتار باقی نہیں رہ سکتی لیکن اب تم کہتے ہو تو یقین کر لیتا ہوں!“ اس بار فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

”قسم لے لو — زبان پر ایک بھی گولی نہیں لگی۔ ویسے اب چلنے کے قابل زبان ہی رہ گئی ہے۔ ٹانگیں تو گولیوں سے چھلنی ہیں، ویسے میں نے سنا ہے آج کل شہر میں بڑی قتل و غارت ہو رہی ہے کہیں اکٹھے بارہ افراد کو قتل کر دیا گیا ہے۔“ عمران بات کرتے کرتے اپنے اصل موضوع پر آ گیا۔

”بارہ — اوہ ہاں بڑا عجیب واقعہ ہے۔ پولیس نے ہمیں رپورٹ کی ہے کہ گلشن خیابان کی ایک کوٹھی میں بارہ افراد کو قتل کر کے وہاں آگ لگا دی گئی اور جب تک فائر بریگیڈ وہاں پہنچے کوٹھی تقریباً جل چکی تھی۔ میں خود وہاں گیا تھا۔ لاشیں تو جل کر کوئلہ ہو گئی تھیں لیکن اس کے باوجود صاف پتہ چلتا تھا کہ انہیں مٹین گن سے فائرنگ کر کے ختم کیا گیا ہے، ویسے ایک بات ہے فائر بریگیڈ والوں نے مزید لاشوں کی تلاش کے لئے جب وہاں پہنچے کی کھدائی کی تو

اور ریڈیو والے نہ سہی، تھیٹروں والے تو تھیٹر کے باہر آپ کی گلوکاری کرا کر کچھ تماشائی اکٹھے کر ہی لیں گے۔ — عمران نے طنزیہ ہلچے میں کہا تو بلیک زیدو نے بے اختیار ہونٹ بھیچ لئے، ظاہر ہے اب وہ مزید کیا کہہ سکتا تھا۔

”ارے ارے تم تو ناراض ہو گئے یار۔ کیوں میری رزدی پر لات مارنا چاہتے ہو۔ کچھ نہ کچھ سیکرٹ سروس سے مل جاتا ہے اور اس سے لاشٹم پلشٹم فلیٹ کا گزارہ چل جاتا ہے۔ تم وہ بھی ختم کرانا چاہتے ہو؟“ — عمران نے بڑے عاجزانہ ہلچے میں کہا تو بلیک زیدو نہ چاہتے ہوئے بھی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”آپ نے اٹنی بات کہہ دی — میرے ناراض ہونے سے آپ کی تو نہیں البتہ میری نوکری خطرے میں پڑ سکتی ہے؟“ — بلیک زیدو نے کہا اور عمران ہنس پڑا۔

”واقعی ان برتھ اسٹونوں نے ہمیں چکر کر رکھ دیا ہے۔ ایک ہارڈ اسٹون ہی میرے لئے کافی تھا، اب نجانے کتنے اسٹون سامنے آجائیں۔ ایک تو یہ کنگ صاحب بھی مسلسل دورے پر ہیں ورنہ کم از کم ان سے اپنے لئے کوئی برتھ اسٹون ہی تجویز کرا لیتا۔ اب تو مجھے بھی ضرورت محسوس ہونے لگ گئی ہے — برتھ اسٹون کی؟“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ضرورت برتھ اسٹون کی — کیا مطلب؟“ — بلیک زیدو واقعی بات نہ سمجھ سکا تھا۔

”یار لوگ کہتے ہیں برتھ اسٹون انگلی میں پہن لو تو خوش قسمتی

کریتے میں؟“ — بلیک زیدو نے کہا۔
 ”کس جرم میں؟“ — عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ”جرم — ہاں جرم بظاہر تو.....“ — بلیک زیدو واقعی گڑبڑا گیا۔

”جناب چیف آف سیکرٹ سروس ایکسٹو صاحب — آپ کے اختیارات صدر مملکت سے بھی زیادہ ہیں لیکن آپ اس کے باوجود کبھی کسی شہری کو بغیر اس کے کسی جرم کو ثابت کئے گرفتار نہیں کر سکتے۔ جبکہ، ٹوٹی اور یہ سسٹم گروپ کے قتل میں اس کو موٹ نہیں کیا جاسکتا اور کسی کو کوئی انگٹھٹی یا برتھ اسٹون فروخت کرنا کوئی جرم نہیں ہے؟“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہم یہاں اسے گیسٹ روم میں لے کر بھی اس سے سب کچھ اگلا سکتے ہیں؟“ — بلیک زیدو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”تو پھر سیکرٹ سروس اور تھانے میں کیا فرق رہا۔ ایکسٹو اور تھانیدار رسالت خان ایک ہی ہو گئے اور ویسے بھی قتل وغیرہ ہماری فیلڈ میں نہیں آتے۔ میں تو صرف ان انگٹھٹیوں کے سلسلے میں دلچسپی لے رہا ہوں میری چھٹی حس کہہ رہی ہے ان برتھ اسٹون کے پس منظر میں کوئی خطرناک کھیل کھیل جا رہا ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”تو آپ کا مطلب ہے ہم ناموش ہو کر بیٹھ جائیں؟“ — بلیک زیدو نے ناراض سے ہلچے میں کہا۔
 ”نہیں آپ گلوکاری شروع کر دیں۔ اللہ کرے گا ٹیلی ویژن

نہیں اُسکی۔" — عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
 "ارے یہ ضروری تو نہیں کہ آپ ہی ہر جگہ تکلیف کریں۔ میں
 بھی یہ کام کر سکتا ہوں۔ کوئی بھی ممبر کر سکتا ہے۔" — بلیک زیرو
 نے چونکتے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں جو تم سوچ رہے ہو۔ یہ ڈاکٹر کرو سو اکلٹ
 سائنس دان ہے اور ایسے لوگ ذہنی طور پر بے حد طاقتور ہوتے
 ہیں۔ ٹیلی پیٹھی، ہینا ٹرم اور اس قسم کے کئی مادرائی علوم کے
 ماہر ہوتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ خود اس سے ملوں۔" —
 عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسے ہی سہی — پہلے معلوم تو کر لیں کہ وہ واقعی باہر گیا ہوا
 ہے یا نہیں۔ میں خاور کی ڈیوٹی لگا دیتا ہوں وہ انکوائری کے کاموں
 کا ماہر ہے۔ ایئر پورٹ کا ریکارڈ چیک کرے گا۔" — بلیک زیرو
 نے کہا۔

"نہیں اتنے لمبے بکھیڑے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ایکسٹو
 یہاں بیٹھے ہوئے بھی فون پر چیک کر سکتے ہو۔" — عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے خود ہی ٹیلیفون کا ریسور
 اٹھا لیا۔ اس نے پہلے انکوائری کے نمبر کھائے۔
 "ایس انکوائری پلیز۔" — دوسری طرف سے آواز سنائی
 دی۔

"ایئر پورٹ ریکارڈ آفس کا نمبر چاہیے۔" — عمران نے
 سنجیدہ لہجے میں کہا اور ایئر پورٹ نے تیزی سے نمبر بتا دیا۔ عمران نے

بغیر دروازہ کھٹکھٹائے گھر میں چیم سے اتر آتی ہے۔ کھانے کا مینو
 ترتیب دیتی ہے۔ نوکر کو بھیج کر ہونٹ سے منگواتی ہے۔ پیار سے اپنے
 سامنے کھلاتی ہے۔ ہنستی ہے۔ مسکراتی ہے اور پھر جیسے جیسے
 وقت گزرتا جاتا ہے وہ مسکرانا بھولی کر عزنا شروع کر دیتی ہے اور
 پھر لول ہوتا ہے کہ خوش قسمتی کا گھر پر مکمل قبضہ ہو جاتا ہے اور وہ
 بیچارہ برہہ اسٹون بردار گھر سے باہر دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ اس کی
 جینیں نوٹوں کی بجائے سامان کی لسٹوں سے بھری ہوتی ہیں۔ قمیض کا
 ہر مین دوسرے سے رنگ میں مختلف ہوتا ہے۔ جرابیں بد رنگ
 اور سوراخ دار ہوتی ہیں اور — عمران کی زبان واقعی
 میرٹھ کی فنی سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے چل دی تھی۔
 "بس بس عمران صاحب — آپ نے تو خوش قسمتی کو شاید
 بیوی کے معنوں میں لینا شروع کر دیا ہے۔" — بلیک زیرو نے
 بُری طرح ہنستے ہوئے کہا۔

"خوش قسمتی — مرثیتی — ایک ہی لفظ ہیں ناں۔"
 عمران نے رُٹے معصوم سے لہجے میں کہا اور بلیک زیرو ہتھتہ مار کر
 ہنس پڑا۔

"عمران صاحب — ہو سکتا ہے یہ کنگ یا ڈاکٹر کرو سو ملک
 سے باہر نہ گیا ہوا ہو، یہیں چھپا ہوا ہو۔" — بلیک زیرو نے
 کہا اور عمران چونک پڑا۔

"اوہ واقعی — ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے اب چیک
 کرنا ہو گا۔ لیکن میرا مسئلہ بڑا خراب ہے۔ مجھ میں ابھی تیزی پھرتی

سے کہتے اور کس کس نام کے مسافروں نے سفر کیا ہے تو آپ بتا سکتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”جناب ہمارا اکیڈمیٹر ریکارڈ ہے۔ اس لئے پندرہ روز تو ایک طرف آپ دو سال کا ریکارڈ بھی حاصل کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ کسی خاص مسافر کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں تو اس کا نام ولدیت اور اگر کسی خاص فلائٹ کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں تو فلائٹ نمبر اور تاریخ بتا دیں تو زیادہ آسانی رہے گی۔۔۔۔۔ انچارج نے جواب دیا۔

”ایک نام نوٹ کریں۔ ڈاکٹر کروسو۔ اور مجھے بتائیں کہ گزشتہ ایک ماہ میں اس نام کے کسی آدمی نے ملک سے باہر سفر کیا ہے یا نہیں؟“ عمران نے کہا۔

”ڈاکٹر کروسو۔ ٹھیک ہے صاحب میں معلوم کرتا ہوں۔ خاص ٹائپ کا نام ہے اس لئے معلوم ہو جائے گا۔“ انچارج نے کہا اور پھر تقریباً ”اٹھ منٹوں بعد اس کی آواز دوبارہ سنائی دی۔“ جناب ڈاکٹر کروسو آج سے اٹھائیس دن پہلے گرین لینڈ گئے تھے اور جناب میں نے ریکارڈ کا وہ شعبہ بھی چیک کر لیا ہے جس میں باہر سے آنے والے مسافروں کا ریکارڈ ہوتا ہے تو اس کے مطابق ڈاکٹر کروسو صاحب آج سے اٹھارہ روز پہلے واپس آگئے تھے اور اس کے بعد آج تک دوبارہ نہیں گئے۔“ انچارج نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”آریو مشور۔“ عمران نے کہا۔

اپریٹ کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

”یس ایر پورٹ ریکارڈ آفس۔“ ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”جس شعبے میں ایر پورٹ سے سفر کرنے والے مسافروں کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے اس کے انچارج سے بات کرائیں۔“ سیرٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو بول رہا ہوں۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”اوہ یس سر۔ ایک منٹ ہولڈ آن کریں۔“ دوسری طرف سے اس بار موڈبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”دیکھا میرے یار کا رعب اور دبدبہ۔ نام سنتے ہی محترم میشرنی سے بھڑک ہو گئیں۔“ عمران نے ریسپور کے ماتحت پیش پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے فاتحانہ انداز میں بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا اور بلیک زیرو ہنس پڑا۔

”ہیلو ارشد بول رہا ہوں۔“ پیسجر ریکارڈ آفس سے۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”سیرٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو سپیکنگ۔“ عمران نے فیاض سے بھی زیادہ رعب دار لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

”یس سر فرمائیے۔ کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“ ارشد نے موڈبانہ لہجے میں کہا۔

”آپ کے پاس کتنے عرصے کا ریکارڈ ہوتا ہے۔“ میرا مطلب ہے اگر میرا محکمہ چاہے کہ گزشتہ پندرہ روز سے ایر پورٹس

”یس سر کمپیوٹر ریکارڈ ہے۔ غلطی کا امکان ایک فیصد بھی مشکل سے ہو سکتا ہے۔“ — انچارج نے جواب دیا۔
 ”او۔ کے تھینک یو۔“ — عمران نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔
 ”لیجئے جناب — جس کام کے لئے آپ چوہان کو تکلیف دینا چاہتے تھے وہ ہو گیا اور اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر کرو سو کہیں نہیں گیا۔ یہیں موجود ہے۔“ — عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”آپ اگر اس کی کوٹھی تک نہیں جاسکتے تو اسے پوچھ گچھ کے لئے تو یہاں لایا جاسکتا ہے۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔
 ”نہیں — ایسے آدمی پوچھ گچھ سے قابو نہیں دیا کرتے۔ ان پر تشدد بھی بیکار ہوتا ہے اس لئے مجھے پہلے اس کی کوٹھی کی تلاشی لینی پڑے گی۔ اس کے بعد اس سے پوچھ گچھ ہو سکتی ہے۔ تم ایسا کرو کہ صفدر کیسٹین شکیل اور تنویر کی ڈیوٹی لگا دو کہ وہ نشان کا لوٹی پہنچ جائیں۔ میں بھی وہاں پہنچ جاتا ہوں اس کے بعد اس ڈاکٹر کو رو سے بھی مل لیتے ہیں۔“ — عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
 اور بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے ٹیلیفون کا ریسور اٹھا لیا۔

کنگ نے ٹیل لیپ میں سرخ بلب لگایا اور پھر ٹیل لیپ کا بٹن پر پھینس کر دیا۔ سرخ بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ چند لمحوں بعد ایک جھماکے سے اس کا رنگ نہ صرف سبز ہو گیا بلکہ وہ مسلسل جلنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ٹیل لیپ کے پائیدان سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی اور چند لمحوں بعد ایمپر کی مخصوص آواز سنائی دی۔
 ”یس ایمپر آف سٹونز اسٹونگ اور۔“ — ایمپر نے بھاری آواز میں کہا۔

”کنگ آف سٹونز ڈاکٹر کرو سو سپیکنگ — باس میں نے گرین فائل کی دستاویزات کے نہ صرف فوٹو حاصل کر لئے بلکہ ان کی مائیکروفلم بھی تیار کر لی ہے اور۔“ — کنگ نے بڑے پرجوش لہجے میں کہا۔

”اتنی جلدی — گڈ شٹو۔“ تفصیل بتاؤ اور۔“ —

ادور: — ایمر کے لہجے میں پریشانی عود کرائی۔

”وہی سو پر فیاض والا چکر جناب — اس چکر میں تو مجھے بگ رنگ سرکل ہی ختم کرنا پڑا ادور: — کنگ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم ایسا کرو کہ فوری طور پر مائیکروفلم، سپرنگز اور ویزن کنٹرول مشین اور اس کے ساتھ ہی بگ رنگز کے سلسلے میں سارا سامان اپنی رہائش گاہ سے نمبر ۱۰ پر شفٹ کر دو — فوراً ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اور اس کے بعد خود اس سے رابطہ قائم کر دو اور اسے بتاؤ کہ ملازم نے غلط بیانی کی تھی تم خود اس سے ملنا چاہتے ہو۔ اس سے باقاعدہ ملو۔ اس کی تسلی کرو اور پھر جب تمہاری تسلی ہو جائے تو پھر گرین لینڈ آنا در نہ ہو سکتا ہے اس نے ایئر پورٹ پر نگرانی کرائی ہوئی ہو اور تم مائیکروفلم سمیت پھنس جاؤ ادور: — ایمر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”اُپ کا حکم ہے تو جناب ایسے ہی کر لیتا ہوں ادور: — کنگ نے بادل خواستہ رضا مند ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ میرا حکم ہے — اور سنو اگر تم نے اس حکم کی تعمیل میں ایک لمحہ بھی ضائع کیا تو پھر سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ فوراً اس پر عمل کر دو۔ مائیکروفلم کی فکر نہ کرو وہ نمبر ۱۰ میں بالکل محفوظ رہے گی۔ تمہارے گروپ کے علاوہ اور کسی کو نمبر ۱۰ کا علم نہ ہو۔ اور اینڈ آل: — دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور کنگ ہونٹ کاٹتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران واقعی اس کے لئے ایک بھوت بن

اس بار ایمر کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ مسرت کی جھلکیاں بھی نمایاں تھیں اور جواب میں کنگ نے دسیم کے انتخاب سے لے کر اسے سرسلطان کے پاس بھیجنے اور پھر اتفاق سے ان کی میز پر موجود گرین فائل کی دستاویزات چیک کرنے اور ان کے فولو بنانے تک کی پوری تفصیل بتادی۔

”دیر کی گڈ — اس کا مطلب ہے کہ سپر رنگ ہمارے لئے انتہائی خوش قسمتی کا باعث ہوئی ہے۔ اب تم ایسا کرو کہ یہ مائیکروفلم لے کر خود ہی گرین لینڈ آ جاؤ۔ اس قدر اہم فلم کے لئے میں کسی اور ذریعے پر اعتبار نہیں کر سکتا ادور: — ایمر نے کہا۔

”یس باس اُپ کے حکم کی تعمیل ہوگی ادور: — کنگ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جلدی پہنچنے کی کوشش کرنا اور ہاں اس علی عمران کے متعلق مزید کچھ پتہ چلا ادور: — ایمر نے چونک کر پوچھا۔

”اُپ کی اطلاع درست تھی جناب — وہ واقعی بچ گیا ہے۔ اس کا فون آیا تھا وہ ملاقات کرنا چاہتا تھا لیکن میری ہدایات کے مطابق میرے ملازم نے اسے کہہ دیا کہ میں ملک سے باہر گیا ہوا ہوں ادور: — کنگ نے جواب دیا۔

”اوہ یہ بہت بُرا ہوا — وہ بے حد کایاں آبی ہے۔ وہ فوراً ایئر پورٹ سے تمہارا ریکارڈ چیک کرائے گا اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ تم نے غلط بیانی کی ہے۔ لیکن اُسے تم پر شک کیسے پڑ گیا

گیا تھا۔ اس نے ٹیبیل لیمپ بند کیا اور سرخ بلب آتا کر اسے نیز کی دراز میں رکھا اور پھر وہاں موجود عام سفید بلب دوبارہ ٹیبیل لیمپ میں لگا کر وہ واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

”میں اب اپنے ہاتھوں سے اس عمران کے جسم میں گولیاں اتاروں گا۔“ کنگ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اپنے کمرے میں آکر اس نے نمکس کو انٹرکام پر سامان نمبر ٹو میں شفٹ کرنے کے احکامات دینے شروع کر دیئے۔

عمران جب اپنی کمر میں سوار شان کالونی میں داخل ہوا تو شام ہونے والی تھی۔ اسے پہلے چوک پر ہی صفدر کی کار کھڑی نظر آگئی۔ کار میں صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر موجود تھے۔ عمران نے کار ان کے قریب جا کر روکی۔

”او بھئی میری کار میں آ جاؤ۔ کب تک اس کھٹارے کو تکلیف دیتے پھر دو گے۔“ السداد بے رحمی جانوران کی طرح السداد بے رحمی موٹر کاران کی کمیٹی بھی بنی چاہیے۔“ عمران نے کھڑکی سے سر باہر نکالتے ہوئے سٹیئرنگ پر بیٹھے صفدر سے مخاطب ہو کر ادبھی آواز میں کہا اور صفدر ہنستا ہوا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا عقبی نشستوں پر بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل اور تنویر بھی نیچے اتر آئے۔

”آپ کی کار تو السداد بے رحمی موٹر کاران کی کمیٹی والے پہلے

"اگر مکھن بکواس ہے تو چلو مکھن کی بجائے موم کہہ دیتا ہوں یہ تو پارلیامانی لفظ ہے اس لئے تنویر کی ناک پر مکھی نہ سہی موم پر مکھی سہی۔ ایک ہی بات ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں موم کی ناک جدھر چلا ہو گھا دو اور ناک بردار لفظ رائٹ کرتا ادھر ہی چل پڑتا ہے۔" —

عمران کی زبان بھلا کہاں خاموش رہ سکتی تھی اور کار ایک بار پھر تہقہوں سے گونج اٹھی۔

"مجھے معلوم ہے تم باز نہیں آؤ گے اس لئے کار روک دو۔ میں واپس جا رہا ہوں۔" — تنویر نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب واپس جا کر کیا کرو گے تنویر۔" کھیت تو چڑیاں اودھ سوری چڑا چک گیا، میرا مطلب ہے وہ وسیم فیروز الدین احمد چک گیا اور تم سب کھیت کو دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہوتے رہے۔" — عمران نے کہا۔

"ارے ہاں عمران صاحب مجھے یاد آگیا۔ یہ وسیم والا کیا چکر ہے۔ سنا ہے کہ جولیا اس سے شادی کرنے والی ہے۔ چیف نے مجھے اس وسیم کی انکوائری پر مامور کیا تھا۔" — صفدر نے چونک کر کہا۔

"بڑی دردناک کہانی ہے۔ بعد میں سناؤں گا۔ کیوں تنویر؟" عمران نے لمبی سی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے وہ جہنم میں جائے۔" — تنویر نے انتہائی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

ضبط کریں گے۔" — صفدر نے کار لاک کر کے عمران کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا جبکہ کیپٹن شکیل اور تنویر عجبی سیٹ پر خاموشی سے بیٹھ گئے۔

"چلو اچھا ہے۔ ایسے تو تمہارا کنبوس مکھی اودھ سوری مکھی بڑا غلیظ سا لفظ ہے۔ فلائی چوس نئی نہیں دیتا پھر تو مجبوراً لے دے گا۔ ویسے یار صفدر تم نے محسوس کیا کہ صرف زبان کے فرق سے مکھی تلی بن گئی ہے۔" — عمران نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مکھی تلی بن گئی ہے۔ وہ کیسے۔" فلائی کا معنی بھی تو مکھی ہی ہوتا ہے۔ تلی کو تو بڑا فلائی کہتے ہیں۔" — صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جب آدمی ضرورت سے زیادہ عالم فاضل بن جائے تو وہ بھی ایک مصیبت بن جاتا ہے بھائی عالم فاضل صاحب۔ بڑا کا معنی ہوا مکھن اور فلائی کا معنی مکھی۔ اس لئے جب مکھی مکھن پر بیٹھ جائے تو اسے کہتے ہیں بڑا فلائی۔ اب یہ اور بات ہے کہ ہم جیسے جاہل لوگ اس کا ترجمہ کر لیتے ہیں تلی۔ مکھی تو بہر حال مکھی ہی ہوتی ہے چاہے مکھن پر بیٹھے یا تنویر کی ناک پر۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر تو تہقہ مار کر ہنس پڑا جب کہ کیپٹن شکیل کی بھی ہلکی سی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"میرے ساتھ کوئی بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" — تنویر نے عقب سے عزائم سے عزائم ہوئے کہا۔

اگرنی ہے جس کے سائیڈ ڈیزائن پر دائرہ ابھرا ہوا ہو۔ کیپٹن شکیل نے ایسی انگوٹھی دیکھی ہوئی ہے۔ اس لئے یہ ساری بات سمجھ لے گا اور تمہیں بھی سمجھا دے گا۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اوہ تو اس انگوٹھی کا چکر اس ڈاکٹر کرمسو کا چلایا ہوا ہے۔ لیکن چکر کیا ہے۔ میری سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا۔“ کیپٹن شکیل نے چونکتے ہوئے کہا۔

”سچی بات یہ ہے کہ اس باران برہتہ اسٹون رنگز نے ایکسٹو جیسے تاریک دماغ کے ساتھ ساتھ مجھ جیسے روشن دماغ کو بھی فکر کر رکھ دیا ہے۔ پاکیشیا کے خلاف کوئی لمبی سازش ہو رہی ہے۔ ان انگوٹھیوں کے پس منظر میں کیا سازش ہو رہی ہے کس طرح ہو رہی ہے۔ اس کا باوجود سر توڑ کوششوں کے ابھی تک پتہ نہیں چل سکا اور اب اس بات کا پتہ چلانے مجھے ڈاکٹر کرمسو کی خدمت میں حاضری دینے جانا پڑ رہا ہے۔ اگر میں زخمی نہ ہوتا تو یہ سارا کام میں اکیلا کر لیتا۔“ عمران نے کہا۔

”زخمی آپ — کیا مطلب۔“ صفدر نے بُری طرح چونک کر عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

مجھ پر مشین گن برسٹ فائر ہوا۔ چھ گولیاں لگی ہیں مجھے لیکن قسمت اچھی تھی کہ عین اسی لمحے ایک اور راہگیر کے سامنے آ جانے سے کاری ضربات وہ بچا رہ کھا گیا اور مجھے پہلو اور رانوں پر گولیاں لگیں۔ بہر حال زخم تو ٹھیک ہو رہے ہیں لیکن ابھی میں تیزی سے

”تمہارے لئے تو وہ میرج ہال واقعی جہنم ہو گا جہاں جولیہا۔“ دسیم فیروز الدین احمد کی شادی ہو گی۔ بہر حال فی الحال یہ ٹاپک بن اور اس سے بھی زیادہ دردناک کہانی شروع۔“ عمران نے ایک طرف کر کے کار روکتے ہوئے کہا۔

”آپ نے کار کیوں روک دی۔“ صفدر نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”جس کوٹھی میں ہم نے جانا ہے میں نے اس کے گرد راونڈ لگا کر اس کا جائزہ لے لیا ہے۔ اس لئے خواہ مخواہ پٹرول پھونکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ویسے بھی پٹرول ہماری قومی دولت ہے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کس کوٹھی میں جانا ہے۔“ صفدر نے چونک کر اڑت اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”جو تنویر کو پسند آجائے۔“ ویسے یہ بھی بتا دوں کہ جولیہا کے ہونے والے مجازی خدا دسیم فیروز الدین احمد کی کوٹھی بھی اسی کالونی میں ہے۔ اب میری بات غور سے سن لو۔ ہم نے ڈاکٹر کرمسو کی کوٹھی میں جانا ہے اور دھڑلے سے جانا ہے کیونکہ ڈاکٹر کرمسو کے ملازم نے یہی جواب دینا ہے کہ ڈاکٹر کرمسو ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ تمہارے چیف نے انکا دائری کوالی ہے وہ ملک سے باہر نہیں گیا۔ اس کے بعد میں تو ڈاکٹر کرمسو سے باتیں کروں گا اور تم لوگوں نے دباں موجود ملازموں کو قابو کر کے اس کوٹھی کی مکمل تلاشی لینی ہے۔ تم لوگوں نے اس کوٹھی میں کوئی ایسی انگوٹھی تلاش

”ڈاکٹر صاحب موجود ہیں۔ میں پچھا تک کھولتا ہوں، آپ شریف لے آئیں۔“ نکسن نے بڑی خاموشی سے اس کی بات سنی اور پھر اطمینان بھرے انداز میں جواب دے کر واپس بڑھ گیا۔

”اُدھ اس لئے کہتے ہیں نیک لوگوں کی صحبت سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ جب تک اکیلا آتا رہا ڈاکٹر کرو سو ملک سے باہر تھا۔ اب جب کہ تنویر جیسے نیک آدمی کو ساتھ لایا ہوں تو ڈاکٹر کرو سو موجود؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تنویر نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کار کا عقبی دروازہ کھول کر کیپٹین شکیل کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اسی لمحے پچھا تک کھل گیا اور عمران کار اس عظیم الشان کوٹھی کے اندر لے جاتا گیا۔ طویل لان کراس کر کے جب وہ پورچ میں پہنچا تو وہاں ایک نئے ماڈل کی پیکارڈ لیموسین کار کھڑی تھی۔ عمران نے کار رد کی اور پھر نیچے اتر آیا۔ برآمدے میں وہ ملازم موجود تھا جس سے پہلے عمران نے اسٹرو لیو کیا تھا اور جس نے اپنا نام آر تھر بنایا تھا۔

”ہیلو آر تھر۔ تمہاری تنخواہ میں کچھ اضافہ ہوا یا ابھی اسی تنخواہ پر مل رہے ہو؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”اے جی، میں نے قریب پینچ کر کہا اور پھر وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ لے کر ایک ہال نما ڈرائینگ روم میں لے آیا جو مہاگنی کے بنائی قیمتی اور دیدہ زیب فرنیچر سے مزین تھا۔

چل نہیں سکتا اور ڈاکٹر کرو سو تمہاری طرح بڑا عالم فاضل آدمی ہے۔ اس کی نیم پلیٹ پر نام کے نیچے ڈگریوں کی تین قطاریں ہیں۔ اس لئے اس سے بات چیت کرنے کے لئے تمہارے چیف کو مجھ جیسے جاہل کی خدمات حاصل کرنا پڑی ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کار ایک بار پھر اگے بڑھادی اور پھر ڈاکٹر صاحب کے لے جا کر اس نے ایک وسیع و عریض اور شاندار کونفر کے جہازی سیانر کے گیٹ کے سامنے روک دی۔

”تنویر تم نیچے اتر کر کال بیل کا بٹن پریس کرو۔“ عمران نے کار رد کرتے ہوئے کہا اور تنویر سر ہلاتا ہوا دروازہ کھل کر نیچے اتر آیا۔ اور اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ صفدر کیپٹین شکیل دونوں واقعی ڈاکٹر کرو سو کے نام کے نیچے لکھی ہوئی ڈگریوں کی قطاریں دیکھ کر بڑے مرعوب سے نظر آ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد چھوٹا پچھا تک کھلا اور اس بار باہر آنے والا ملازم نہیں بلکہ نکسن خود تھا۔

”مہر نکسن آپ ہمیں تو پہچانتے ہی ہوں گے۔ ہم پرنس آف ڈھمپ ہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب ابھی غیر ملک سے واپس نہیں آئے تو ہم انتظار کر لیتے ہیں اور اس انتظار کی کوفت سے بچنے کے لئے ہم اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر آئے ہیں تاکہ کم از کم تم تاش کھیل کر ہی انتظار کیا جائے۔“ نکسن کے باہر آتے ہی عمران نے کھڑکی سے سر باہر نکالتے ہوئے اپنی زبان رواں کر دی۔

”آپ کو اپنا نام چھپانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ علی عمران خوبصورت نام ہے۔“ ڈاکٹر کروسو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ دراصل جس طرح آپ بارعب شخصیت ہیں اس طرح میں نے سوچا کہ پرنس سے ذرا عیب داب پڑ جائے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ڈاکٹر کروسو اہستہ سے مسکرایا۔

”تشریف رکھیں۔“ ڈاکٹر کروسو نے کہا اور خود بھی ان کے مقابل صفوف پر بیٹھ گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔

”نکسن معزز مہمانوں کے لئے مشروب لے آؤ۔“ ڈاکٹر کروسو نے مڑ کر ایک سائیڈ پر کھڑے نکسن سے کہا اور نکسن واپس مڑ گیا۔

”آپ پہلے بھی آئے تھے اور آپ نے دوبارہ ٹیلیفون بھی کیا تھا لیکن ملازم نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ کہہ دیا تھا کہ میں ملک سے باہر ہوں حالانکہ میں نے صرف ایک کاروباری سودے کی وجہ سے اسے ایسی ہدایت دی تھی۔ صرف اس سودے کے فریقین کے لئے۔ جب مجھے اطلاع ملی کہ اس نے معزز مہمانوں سے غلط بیانی کی ہے تو میں نے اسے ڈانٹا ہے اور میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔“ ڈاکٹر کروسو نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

”اودہ ایسی کوئی بات نہیں ڈاکٹر کروسو۔ بہر حال مجھے آپ جیسی شاندار شخصیت سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ میرا ایک دوست بے سو پر فیاض — وہ آپ کی بڑی تعریفیں کرتا ہے۔“

”تشریف رکھیں — میں ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کرتا ہوں۔“ نکسن بے حد مودب پن کا اظہار کر رہا تھا۔

عمران خاموشی سے ایک صفوف پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ نکسن واپس چلا گیا۔ عمران نے نکسن کے جاتے ہی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور پھر قلم نکال کر اس نے جلدی جلدی اس پر چند لائنیں لکھیں اور کاغذ صفوف کو پکڑ کر اسے اشارہ کیا کہ خود پڑھ کر اسے دوسروں کو دے دے۔ اس میں عمران نے لکھا تھا کہ یہاں ڈکٹ فون ہو سکتے ہیں اس لئے وہ خاموش رہیں اور جب تک وہ اشارہ نہ کرے ملازموں کو قابو میں کر کے تلاشی والا کام بھی شروع نہ کریں۔ انہیں تنویر نے کاغذ پڑھا اور پھر سر ہلاتے ہوئے اسے جیب میں رکھ لیا۔ چند لمحوں بعد دروازے پر پڑا ہوا پردہ ہٹا اور ایک بارعب چہرے اور بارعب شخصیت کا حامل آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے نکسن تھا جو بڑے مودبانہ انداز میں چل رہا تھا۔ آنے والے کی شخصیت واقعی اس قدر بارعب تھی کہ تنویر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے اٹھنے کی وجہ سے صفوف کیپٹن شکیل اور عمران کو بھی اٹھنا پڑا۔

”مجھے ڈاکٹر کروسو کہتے ہیں۔“ آنے والے نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

”مجھے پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔“ صفوف شکیل اور تنویر نے مسکراتے ہوئے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اودہ سنٹرل انٹیلیجنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ فیاض — ہاں وہ ایک دوست کی معرفت میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اُسے خوش قسمتی کے لئے برحقہ اسٹون تجویز کیا تھا۔“ ڈاکٹر کو دوسو بنے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہم بھی اسی سلسلے میں اُنے میں — فیاض نے بتایا تھا کہ نہ صرف آپ برحقہ اسٹون تجویز کرتے ہیں بلکہ اسی اسٹون والی انگوٹھی بھی دیتے ہیں۔ لیکن ایک بات ہے مجھے وہ انگوٹھی چاہیئے جس کے سائیڈ ڈیزائن پر ایک دائرہ سا ابھرا ہوا ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دائرہ — اودہ تو پھر آپ نے شاید کرنل سجاد کی انگوٹھی دیکھی ہوگی۔ اس میں ایسا دائرہ تھا۔ دراصل بات یہ ہے عمران صاحب کہ میں نے فارن کنٹری میں ایسا ڈیزائن دیکھا تو مجھے بے حد پسند آیا۔ میں نے وہاں جیولر کو ایسی سچاس انگوٹھیوں کا آرڈر دے دیا۔ ان میں ایک انگوٹھی کے ڈیزائن میں شاید کسی تکنیکی غلطی کی وجہ سے دائرہ سا بنا نظر آیا جبکہ باقی سب انگوٹھیوں میں ایسا نہ تھا تو میں نے سوچا کہ وہ انگوٹھی واپس بھجوا دوں لیکن پھر اس کے بھینے پر اتنے اعتراضات آتے تھے کہ میں نے ارادہ ترک کر دیا۔ بہر حال اب تو وہ ساری انگوٹھیاں ختم ہو گئی ہیں اور میں نے نئی نہیں بنوائیں کیونکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ بعض معزز دوست یہ سمجھنے لگے تھے کہ شاید اس طرح میں کوئی کاروبار کر رہا ہوں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ویسے بھی

میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ میرا کاروبار خاصا اچھا چل رہا ہے۔“ ڈاکٹر کو دوسو بنے بڑے باوقار انداز میں جواب دیا اور عمران ہونٹ بھیخ کر رہ گیا۔

”کیا یہ دائرہ صرف ایک ہی انگوٹھی میں تھا — آپ کو یقین ہے؟“ عمران نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”آپ کو شاید یہ دائرے والا ڈیزائن بے حد پسند آیا ہے جو آپ اس دائرے پر زور دے رہے ہیں — بہر حال مجھے آپ کے سوال کا جواب سوچنا پڑے گا۔“ ڈاکٹر کو دوسو بنے کہا اور چند لمحے اس نے انکھیں بند رکھیں اور پھر چونک کر سر ہلا دیا۔

”اودہ واقعی آپ کے کہنے پر میں نے ذہن پر زور دیا ہے تو مجھے یاد آ گیا ہے کہ ایک اور انگوٹھی بھی تھی لیکن اس پر دائرہ ابھرا ہوا تو نہ تھا لیکن نشان ایسا تھا کہ عام نظروں سے دیکھنے سے کبھی کبھار یوں لگتا تھا جیسے یہاں دائرہ ابھرا ہوا ہو لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسی بات نہ تھی اور جہاں تک مجھے یاد ہے وہ انگوٹھی میں نے آپ کے دوست سپرنٹنڈنٹ فیاض کو دی تھی کیونکہ زائچے کے مطابق اس کا لکی اسٹون کیٹ آئیز بنتا تھا اور کیٹ آئیز والا نیگینہ صرف اُسی انگوٹھی میں فٹ تھا۔“ ڈاکٹر کو دوسو بنے بڑے باوقار انداز میں جواب دیا اور عمران کو پہلی بار محسوس ہونے لگا کہ جیسے وہ واقعی دنیا کا سب سے بڑا احمق ہو۔ ڈاکٹر کو دوسو جو کچھ کہہ رہا تھا ایسا واقعی ممکن تھا اور اب اُسے خیال آ رہا تھا کہ واقعی جب اس نے سو پر فیاض کی انگوٹھی دیکھی تھی تو سرسری نظروں سے ہی دیکھی تھی اور پھر جب

غور سے دیکھنے پر کوئی دائرہ نظر نہ آیا تو خواہ مخواہ اس نے شک و شبہ کا ایک پہاڑ کھڑا کر لیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ بعد میں ہونے والے واقعات کو کس کھاتے میں فٹ کرے۔

”اس کا مطلب ہے آپ کے پاس اب ایسی کوئی انگوٹھی نہیں ہے۔“ — عمران نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”جی نہیں — آپ کو بازار سے بنوانی پڑے گی اور ایک بات اور بتا دوں کہ آپ اگر برتھ اسٹون چاہتے ہیں تو وہ میں آپ کو یہاں بیٹھے بیٹھے ہی بتا سکتا ہوں۔ کیونکہ اس کا تعلق تو صرف تاریخ پیدائش کے ساتھ ہوتا ہے لیکن یہ برتھ اسٹون لنگ ٹرم اثرات چھوڑتا ہے یعنی اس کی کارکردگی انتہائی سست ہوتی ہے لیکن اگر آپ فوری اثر پذیر والے اسٹون چاہتے ہیں جسے ہم لمبی اسٹون کہتے ہیں تو اس صورت میں مجھے آپ کا مکمل زائچہ تیار کرنا پڑے گا۔ موجودہ وقت کا بھی اور آپ کی تاریخ پیدائش کا بھی تاکہ دونوں اوقات میں سیارگان جس جس گھر میں جس جس انداز میں موجود ہوں اس کے ساتھ ہر سیارے کی چال اور پھران کا آپس میں قرآنِ تقدیرت تسلیم پھر ہر سیارے کا شرف، مہبوط غرضیکہ بہت کچھ دیکھنے کے بعد کسی اسٹون کا انتخاب کیا جاتا ہے اور اس کے لئے کم از کم ایک ہفتہ چاہیے کیونکہ مجھے بزنس کے چکروں سے بہت کم وقت ملتا ہے اور یہ تو صرف میرا شوق ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ اگر آپ چند منٹ اور نہ اتنے تو میں اپنے ملازموں کے ساتھ کوٹھی کو بند کر کے انگلش جا رہا تھا۔ پروگرام تو میرا اب بھی ہے۔ بہر حال اب آپ معزز مہمان اُسے ہیں تو رکتا پڑا

ہے۔“ — ڈاکٹر کروسو نے بڑی وضاحت سے بات کرتے ہوئے کہا۔ انگلش دارالحکومت سے چار سو کلو میٹر پر ایک پہاڑی شہر تھا۔

”لیکن آپ ملازموں کو ساتھ کیوں لے جا رہے ہیں، کوٹھی بند کرنے کی صورت میں تو چوری بھی ہو سکتی ہے۔“ — عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا لیکن اسی لمحے نکسن اندر داخل ہوا۔ اس نے ہاتھ پر ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں سہارے رنگ کے مشروب کے گلاس تھے۔ اس نے سب سے پہلے ٹرے عمران کے اُگے کی تاکہ عمران ایک گلاس اٹھا لے۔ عمران نے درمیان میں رکھا ہوا گلاس اٹھا کر اپنے سامنے موجود میز پر رکھ دیا۔ اس کے بعد نکسن نے اسی طرح کیپٹن شکیل، صفدر اور تنویر کو اپنی مرضی کا گلاس اٹھانے کا موقع دیا اور آخر میں ٹرے میں بچ جانے والا گلاس اس نے بڑے ادب سے ڈاکٹر کروسو کے سامنے رکھا اور پھر سلام کے سے انداز میں سر ہلاتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

”لیجئے۔“ — ڈاکٹر کروسو نے اپنا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا اور عمران اور اس کے ساتھیوں نے گلاس اٹھا لئے چونکہ گلاسوں کے انتخاب کا موقع انہیں دیا گیا تھا اس لئے انہوں نے اطمینان سے مشروب کی چسکیاں لینی شروع کر دیں۔

”اوہ پھر تو زلیچے والا لمبا کام ہوا۔ دراصل مجھے اس انگوٹھی کا ڈیزائن بلے حد پسند آیا تھا۔ آپ نے کس جیولر سے بنوایا تھا۔“ — عمران نے مشروب کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

”اد۔ کے آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے چونکہ اس وقت آپ کو جلدی ہے اس لئے آپ سے تفصیلی ملاقات واپسی پر ہی ہوگی۔“ عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور اس کے کھڑے ہوتے میں اس کے ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”میں شرمندہ ہوں کہ آپ کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔ بہر حال میں جو کچھ کر سکتا ہوں اس کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔“ ڈاکٹر کرمو نے منذرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر وہ انہیں باہر کار تک چھوڑنے آیا۔

”آپ نے اشارہ ہی نہیں کیا۔ ہم تو انتظار کرتے رہے۔“ کار پھانک سے باہر نکلتے ہی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے صفر نے کہا۔

”فی الحال اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میرا ایڈیا ہے کہ ہمیں مکمل اطمینان دلانے کے لئے باقاعدہ پلاننگ کی گئی ہے اور اس پلاننگ کے تحت کوٹھی کو خالی چھوڑا جا رہا ہے تاکہ ہم اس کی تلاشی لے کر اچھی طرح مطمئن ہو جائیں اور یقیناً ہم جو کچھ تلاش کرنا چاہتے ہیں وہ یا تو پہلے ہی یہاں سے ہٹا دیا گیا ہے یا پھر ڈاکٹر کرمو اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔ بہر حال صورت حال الجھ گئی ہے۔ میں ایکسٹو سے بات کرتا ہوں۔“ عمران نے واقعی الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس نے کار نشان کا لوٹی کے چوک پر موجود پینک فون بوجھ کے قریب روک دی اور خود اتر کر ننگڑا کر چلتا ہوا فون بوجھ میں داخل ہو گیا۔ جبکہ اس کے ساتھی کار میں ہی بیٹھے رہے۔ ویسے ان کی اپنی کار بھی

”گرین لینڈ جیولرز“ اس فرم کا نام ہے اور گرین لینڈ کے دارالحکومت کی اپر مال روڈ پر ان کا بہت بڑا شوروم ہے۔“ ڈاکٹر کرمو سونے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

”اد۔ کے ڈاکٹر صاحب۔ ہمیں اجازت دیجئے۔ ہم آپ کو مزید لیٹ نہیں کرانا چاہتے۔ آپ کی واپسی کب تک ہوگی۔ ارے ہاں میں نے پوچھا کہ آپ اپنے ملازموں کو ساتھ کیوں لے جا رہے ہیں۔ جبکہ چوری کا بھی تو خطرہ ہو سکتا ہے۔ اس کوٹھی میں تو ہر چیز انتہائی قیمتی ہے۔“ عمران نے مشروب کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”میری واپسی کل صبح ہو جائے گی اور جہاں تک ملازموں کو ساتھ لے جانے کا تعلق ہے۔ میرے ان دونوں ملازموں کا تقریباً تمام خاندان اگلش میں رہائش پذیر ہے۔ اس طرح یہ لوگ رات اپنے خاندان کے ساتھ گزار لیں گے تو پھر مجھ سے جلد رخصت نہ مانگیں گے۔ میں نگلش کاروباری سلسلے میں جا رہا ہوں۔ باقی رہی کوٹھی میں چوری کی بات تو شاید آپ یقین نہ کریں لیکن مجھے یقین ہے کہ آج رات میرے سارے اس پولیشن میں ہیں کہ کوٹھی میں اگر کوئی داخل بھی ہوگا تو خالی ہاتھ ہی واپس جائے گا، چوری نہ کر سکے گا۔ اس لئے میں مطمئن ہوں اور ویسے بھی چوری یہاں سے کیا لے جائے گا، عام گھریلو سامان ہی ہے یہاں۔ میں جو اہرات اور قیمتی اشیائیں سٹی بینک کی مین برانچ کے لاکر میں رکھتا ہوں۔“ ڈاکٹر کرمو سونے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اس لئے وہ اس انگوٹھی کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ صفدر اور کیپٹن تشکیل کی ڈیلوٹی یہ لگا دی جائے کہ وہ میک اپ کر کے ڈاکٹر کروسو اور اس کے ملازموں کا تقاب کرتے ہوئے انگلش جاہلیں اور وہاں حالات چیک کریں اور اگر ہو سکے تو وہاں ان ملازموں اور ڈاکٹر کروسو کی تلاشی لیں۔ ویسے ایک کام اور بھی ہو سکتا ہے کہ راستے میں کسی بھی ویران جگہ پر ڈاکے کے انداز میں انہیں یہ پوش کر کے ان کی اور ان کی کار کی تفصیلی تلاشی لی جاسکتی ہے لیکن ایک بات کی انہیں ہدایت کر دیں کہ وہ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ ڈاکٹر کروسو سپنا ٹرم یا نیلی پتھی کے ذریعے ان کے ذہن کو کنٹرول نہ کر لے کیونکہ میں نے اس کی آنکھیں دیکھی تھیں وہ ایک ماہر سپناٹسٹ ہے۔ گو اس نے اس شبہ کو ختم کرنے کے لئے اپنی آنکھوں پر کنٹیکٹ لینز لگائے ہوئے تھے لیکن میں اس کی آنکھوں کی بناوٹ سے اسے پہچان گیا ہوں۔ اس کے علاوہ اس کی آنکھوں کی بناوٹ اور پیشانی کے درمیان موجود ابھری ہوئی رفتی لکیر بتاتی ہے کہ وہ ٹیلی پتھی کا بھی ماہر ہے اور اس لئے میں نے صفدر اور کیپٹن تشکیل کے نام تجویز کئے ہیں کہ یہ دونوں آسانی سے سپناٹمز نہیں ہو سکتے لیکن پھر بھی آپ انہیں محتاط رہنے کا کہہ دیں۔ تنویر میرے ساتھ رہے گا۔ میں اب اس دسیم کو چیک کرنا چاہتا ہوں کیونکہ سر سلطان نے اس کی انگلی میں موجود عجیب ڈیزائن کی انگوٹھی کا ذکر کیا ہے۔ میں اس انگوٹھی کو چیک کرنا چاہتا ہوں اور ہاں چوہان کو سٹی بینک کی مین برانچ بھیج دینا وہاں ڈاکٹر کروسو کا لکڑ ہے۔ وہ اسے چیک کرے۔ — عمران نے

میں موجود تھی لیکن چونکہ عمران نے انہیں کوئی ہدایت نہ دی تھی اس لئے وہ عمران کی کار میں ہی بیٹھے تھے۔ عمران نے فون بوقت کا دروازہ بند کر دیا اور پھر سکے ڈال کر اس نے ایکسٹو کا نمبر لکھا یا۔
”ایکسٹو: — دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں جناب: — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ حالانکہ وہ بوقت کا دروازہ بند کر چکا تھا اور صفدر وغیرہ کار کے اندر بیٹھے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔
”یس کیا رپورٹ ہے: — بلیک زیرو نے اسی طرح سرد لہجے میں پوچھا۔ کیونکہ عمران کا یہ مخصوص انداز وہ اچھی طرح پہچانتا تھا۔
”میں ڈاکٹر کروسو سے ملا ہوں: — عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر ڈاکٹر کروسو سے ملنے والی تفصیل اور اپنا نظریہ اس نے تفصیل سے بتا دیا۔
”پھر: — بلیک زیرو نے جواب میں صرف ایک لفظ کہا کیونکہ ظاہر ہے عمران کی موجودگی میں وہ خود تو کوئی فیصلہ نہ کر سکتا تھا۔

”میرا خیال ہے آپ نعمانی اور صدیقی کی ڈیلوٹی لگا دیں کہ وہ ڈاکٹر کروسو کے جانے کے بعد اس کوٹھی کی مکمل اور بھرپور تلاشی میں ناگ طور پر اس کے تہ خانے تلاش کریں۔ چونکہ نعمانی اور صدیقی دونوں نے کیپٹن تشکیل کے ساتھ مل کر کرنل سجاد سے انگوٹھی حاصل کی تھی۔

تو ہنس پڑا۔ البتہ تنویر نے ہونٹ بیچ لئے۔ چند لمحوں بعد صفدر اٹھا۔ لیکن اس نے اندر بیٹھنے کی بجائے باہر کھڑے کھڑے کیپٹن شکیل کو باہر بلایا اور تنویر سے کہا کہ ایکسٹو کا حکم ہے کہ وہ عمران کے ساتھ رہے اور پھر کیپٹن شکیل کو ساتھ لے کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

”لو بھی تنویر — ہم ہی رہ گئے ہیں میدان میں۔ باقی تو بھاگ گئے۔ اب بکواس کا مقابلہ زیادہ اچھا ثابت ہو گا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے خاموش رہو۔ ویسے بھی نجانے باس کو مجھ سے کیا کہ ہے کہ وہ میری ہی ڈیوٹی تمہارے ساتھ لگاتا ہے۔“ — تنویر نے بھنائے ہوئے ہلچے میں کہا اور عمران بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ وہ اب تنویر کو کیا بتاتا کہ اس کی ڈیوٹی کس نے لگائی ہے اور ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ تنویر کے لئے وسیم فیروز الدین احمد کا سامنا ہی کسی قیامت سے کم نہ ہو گا۔

تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔
”ٹھیک ہے — صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر تو تمہارے ساتھ ہی ہوں گے۔“ — بلیک زبرد نے سخت ہلچے میں کہا۔
”ہاں — باہر کار میں موجود ہیں۔ میں انہیں بلاتا ہوں آپ انہیں تفصیلی ہدایات دے دیں۔“ — عمران نے کہا اور پھر ریسپور ویسے ہی لٹکتا چھوڑ کر وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

”جاؤ بھی — وہ تمہارا نقاب پوش باس تمہیں طلب کر رہا ہے۔ کہتا ہے اپنے لئے نہیں تو کم از کم اس کے لئے ہی برتھ اسٹون پلوچہ لینا تھا۔ میں نے تو یہی جواب دیا ہے کہ برتھ اسٹون کے لئے سن پیدائش بتانا پڑتا ہے اور غور تیس میرا مطلب ہے مستورات مطلب ہے نقاب پوش برتھ اسٹون کی بجائے ڈیجیٹل اسٹون تو پہن سکتی ہیں مگر سن پیدائش نہیں بتا سکتیں۔“ — عمران نے دروازہ کھول کر سٹیزنگ پر اچھی طرح بیٹھتے بیٹھتے اتنی لمبی بات کر دی۔ صفدر ہنستا ہوا کار سے نیچے اترا اور تیزی سے فون بوقت کی طرف بڑھ گیا۔

”کیا تمہاری بکواس کی کوئی حد بھی ہوتی ہے۔“ — تنویر نے بگڑے ہوئے ہلچے میں کہا۔ اُسے یقیناً ایکسٹو کے لئے عمران کی بات پسند نہ آئی تھی۔

”ہاں بالکل — جب مجھ سے زیادہ بکواس کرنے والا نکل جائے تو لا محالہ حد آ جاتی ہے — لو پھر شروع ہو جاؤ — از مالش مشرط ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل

کرنے میں کامیاب رہے ہو لیکن وہ شیطان صفت آدمی ہے۔ اتنی آسانی سے مطمئن ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔ اب میری بات سنو — وہ شاید اب تمہاری کو بھٹی کی تلاشی لے لیکن وہ اگلاش تک اور اس کے بعد تمہاری نگرانی ضرور کرے گا اور ہو سکتا ہے وہ وہاں تمہاری اور تمہارے ملازموں کی مکمل تلاشی بھی لے۔ تم نے سارا سامان تو نمبر ۱۰ پہنچا دیا ہے ناں اور؟ — ایمپرر نے کہا۔

”یس سر — میں پہلے ہی ایسا کر چکا تھا اور؟ — کنگ نے جواب دیا۔

”گڈ — اب اطمینان سے اگلاش جاؤ اور اگر وہ یا اس کے آدمی کسی بھی طرح تلاشی لیں تو تم نے زیادہ مزاحمت نہیں کرنی اور نہ کوئی ایسی حرکت کرنی ہے جس سے وہ کسی بھی طرح مشکوک ہو جائے۔ ہمارا اہم مقصد مکمل ہو چکا ہے۔ اس لئے میں اس کا مکمل اطمینان چاہتا ہوں۔ اس میں ہمارا فائدہ ہے اور ہاں لاکر بس تو کوئی خاص چیز نہیں ہے اور؟ — ایمپرر نے پوچھا۔

”اوہ نہیں جناب — اس میں جواہرات اور کاروباری دستاویزات ہیں — عام سی دستاویزات اور؟ — کنگ نے جواب دیا۔

”گڈ — ویری گڈ — اب تم واقعی ذہانت سے کام لے رہے ہو اور عمران کو مطمئن کر دینے کا مطلب ہو گا اس کی مکمل شکست اور آئندہ پاکیشیا میں ہمارے منصوبوں کی مکمل حفاظت۔ اس لئے

”یس ایمپرر اسپیکنگ اور؟ — ٹیبل لیمپ سے نکلنے والی سیٹی کی آواز ختم ہوتے ہی ایمپرر کی آواز سنائی دی۔

”کنگ سپیکنگ باس اور؟ — کنگ نے موڈ بانہ بلجے میں کہہ ”اوہ یس کیا رپورٹ ہے اور؟ — ایمپرر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”باس میں نے اس علی عمران سے ملاقات کر لی ہے۔ وہ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ میری کو بھٹی میں آیا تھا اور؟ — کنگ نے جواب دیا۔

”اوہ پھر کیا ہوا — رپوری تفصیل بتاؤ اور؟ — ایمپرر کے بلجے میں ہلکی سی پریشانی کے اثرات ابھرائے تھے اور کنگ نے عمران کے آنے اور پھر جانے تک ہونے والی تمام گفتگو لفظ بلفظ دہرا دی۔

”گڈ — اس کا مطلب ہے کہ تم عمران کو کسی حد تک مطمئن

بگ رنگ کا دائرہ چیک کر لیا تھا لیکن اس وقت اسے کچھ معلوم نہ تھا۔
 تمباہاریہ کارنامہ میرے نزدیک شاندار ہے۔ میں تمباہاری سفارشر
 اس کارنامے کے بعد بورڈ آف گورنرز میں کردوں گا اور مجھے یقین
 ہے کہ اس شاندار کارنامے کی بنا پر تمہیں بھی بورڈ آف گورنرز
 رکن منتخب کر لیا جائے گا اور۔۔۔۔۔ ایمر پر نے کہا اور کنگ
 کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔

”اوہ بہت شکر یہ جناب۔۔۔۔۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں سجاد کی نگرانی ہو رہی ہوں تو ہم چونک نہ پڑیں۔ اس نے فیاض سے
 ہر صورت میں عمران کو شکست دل گئی۔ ویسے سر میرا کال کرنے کا رنگ لے کر اس جیسی دوسری رنگ تیار کرائی اور پھر اس طرح اس
 ایک اور مقصد بھی تھا کہ میں نے انگوٹھیوں کے سلسلہ میں آپ اپنے بڑے اطمینان سے بگ رنگ حاصل کر لی۔ اب یہ اور بات ہے
 کے شوروم کا پتہ دیا تھا۔ وہ ہو سکتا ہے چیکنگ کریں تو آپ خیال کرنا اسے بگ رنگ کی اصل حیثیت کا علم نہ تھا ورنہ وہ لازماً کوئی اور
 رکھیں اور۔۔۔۔۔ کنگ کے بلجے میں بے پناہ مسرت تھی۔ فکر چلتا اور تمہارے آدمیوں نے راستے میں ہی بگ رنگ اچک
 ”اس کی تم فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں لی اور اب اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ اس نے دوسری
 اس کی پوری تسلی کرا دی گئی۔ کتنی انگوٹھیاں بتائی تھیں تم نے پچاس بگز بھی ضرور چیک کرائی ہوں گی لیکن چونکہ بگ رنگ سر کر ہی
 جن میں ایک کے ڈیزائن پر دائرہ تھا اور دوسری پر نشان ہی بتایا تم کو دیا گیا تھا اس لئے اسے ہر جگہ آف رنگ ہی ملی ہوگی اور
 تھا تم نے اور۔۔۔۔۔ ایمر پر نے کہا۔

”ایس سر۔۔۔۔۔ چونکہ اس کا اطمینان کرنا تھا اس لئے میں نے اب یہ رنگ اسے کبھی بھی دستیاب نہ ہوگی اور نہ اسے گرین
 کرنل سجاد والی بات خود ہی کر دی اور فیاض سے چونکہ بگ رنگ ملنے والے مشن کا کبھی علم ہو سکے گا۔ اس لئے آخر کار وہ اپنے
 واپس لے کر اسے آف رنگ دی تھی اس لئے احتیاط کے پیش نظر آپ کو تسلی دے کر خاموش ہو بیٹھے گا اور اس طرح ایک عفریت
 میں نے اس کی بات بھی گھما کر کر دی اور میں نے دیکھا تھا کہ عمر ان سے ہمارا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ وہ۔۔۔۔۔ تم اگلا ش
 اس بات سے کافی الجھ گیا تھا۔۔۔۔۔ کنگ نے جواب دیا۔ ”او۔۔۔۔۔ بگ رنگ۔۔۔۔۔ اور اینڈ آل۔۔۔۔۔ ایمر پر نے کہا اور کنگ
 ”اب یہ بات تو سمجھ میں آگئی ہے کہ سویر فیاض کی وجہ سے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹیبل لیمنپ کا بٹن آف کیا۔
 عمران ہمارے پیچھے لگا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے پہلے

بلبل تبدیل کئے اور پھر اُسٹھ کمریونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ایمپر نے جس انداز میں تجزیہ کیا تھا اس سے اب کنگ کو احساس ہو رہا تھا کہ واقعی عمران کس قدر تیز اور چالاک آدمی ہے۔ اگر ایمپر اسے اچھی طرح نہ جانتا ہوتا تو وہ لازماً ان سب کو تباہ کر کے رکھ دیتا۔



جولیا نے بُری طرح جھلائے ہوئے بچے میں کہا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس نے صرف عمران کو چڑانے کے لئے دسیم کا سہارا لیا تھا۔ لیکن اتنا کچھ کرنے کے باوجود عمران ویسے پتھر کا پتھر بنی رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی مُڑ کر نہ پوچھا کہ چکر کیا ہے بلکہ وہ خود سارے مہران میں نگو بن کر رہ گئی تھی۔ اس لئے اب اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس مصیبت سے پیچھا چھڑالے گی۔

”ارے ڈیر کیوں بول کر رہی ہو — یہاں میری کوٹھی پر اجاؤ بیٹھ کر باتیں کریں گے اور اگر تمہارا موڈ ہوا تو ساحل سمندر پر چل قدمی کرنے بھی جائیں گے۔ آج میں بہت خوش ہوں ڈیر!“ دسیم کی حالت واقعی ٹھیکھ عاشقوں جیسی تھی اس نے جولیا کی جھلاہٹ اور اس کے بچے کے کھر دے پن کو ذرا برابر بھی محسوس نہ کیا تھا۔

”سوری دسیم — اس وقت موڈ نہیں ہے پھر کبھی سہی۔“

”بس جولیا سینگ“ — جولیا کا لہجہ مودبانہ تھا کیونکہ جولیا نے اپنی طرف سے انتہائی خشک بچے میں جواب دیتے کال ایکٹو کی بھی ہوسکتی تھی۔

”ڈیر جولیا دسیم بول رہا ہوں — کیا کر رہی ہو فلیٹ میں بیٹھی۔“ — دوسری طرف سے دسیم کی انتہائی لاڈ بھری آواز دسیم واقعی مجنون ہو چکا تھا۔ سنائی دی اور جولیا کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ اس کا منہ واقعی اس طرح بگڑا تھا جیسے دسیم کی آواز اس کے کانوں میں نہ پڑی ہو۔ اس کے حلق میں گونین کی اکٹھی دس بارہ گولیاں اتر گئی ہوں۔

”رسالہ پڑھ رہی ہوں — کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے ہارنڈ نے دیتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اس نے آج تک دسیم کو کبھی

کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔

”ادہ سوری جویا — بس آج کے دن مجھے معاف کر دو۔

نجانے میرا ذہن کیوں کچھ ماؤف سا محسوس ہو رہا ہے۔ ایسے جیسے کچھ کرنے کو دل نہ چاہ رہا ہو اور اب تو ذہن پر دباؤ قدرے کم ہو گیا ہے ورنہ پہلے تو میں بے سندھ ہوا بستر پر پڑا تھا کسی حقیر کیچوے کی طرح حالانکہ آج میرے لئے بے پناہ مسرت کا دن ہے۔ میں نے سرسلطان کی مدد سے ڈیڈی سے شادی کی اجازت لے لی ہے۔ بس ڈیڈی تم سے ملنا چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ڈیڈی جب تم سے ملیں گے تو میرے انتخاب پر پھر ٹک اٹھیں گے۔“

وسیم نے تیز تیز لیجے میں کہا اور سرسلطان کا نام درمیان میں آتے ہی جویا اس طرح اچھلی جیسے اس کے پیر کو کسی زہریلے ناگ نے ڈس لیا ہو۔

”کیا — کیا مطلب — کیا تم سرسلطان کے پاس گئے تھے اور تم نے وہاں جا کر میرے متعلق بھی بتایا ہو گا۔“ جویا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ارے تم فکر مت کرو۔ وہ بہت بڑے افسر ہوں گے تو دوسروں کے لئے میرے تو وہ بالکل ہیں۔ ڈیڈی کے بہترین دوست ہیں۔ اب دیکھو شاید ڈیڈی قیامت تک نہ مانتے لیکن سرسلطان کی بات انہیں ماننی ہی پڑی اور ہاں سرسلطان حالانکہ انتہائی اہم ترین کام میں مصروف تھے۔ ان کی میز پر دستاویزات پھیلی ہوئی تھیں۔ ہر دستاویز پر ٹاپ سیکرٹ لکھا ہوا تھا لیکن انہوں نے نہ صرف

یہاں آنے کی دعوت تو ایک طرف اندر آکر بیٹھنے کی بھی حوصلہ افزائی نہ کی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ احمق لازماً یہاں آجائے گا۔ اس لئے اس نے خود ہی وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ساتھ ہی اس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ آج وسیم کا سارا عشق اس کی ناک کے راستے نکال کر ہی دم لے گی چنانچہ وہ اٹھ کر بائیں طرف بڑھ گئی تاکہ لہا کر تبدیل کر لے اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار مختلف سرٹکوں سے گزرتی ہوئی شان کا لونی میں داخل ہوئی۔ گیٹ پر شاید وسیم نے پہلے ہی اس کے متعلق کہلوا دیا تھا۔ اسے ہاتھوں ہاتھ لانگ روم تک پہنچا دیا گیا جہاں ایک صوفے پر وسیم بیٹھا ہوا تھا لیکن وسیم کی حالت دیکھتے ہی جویا بڑی طرح چونک پڑی کیونکہ وسیم کے جسم پر موجود سوٹ مسلا ہوا سا تھا، بال پریشان تھے اور آنکھیں ایسی تھیں جیسے وہ ابھی سو کر اٹھا ہو حالانکہ اتنے دنوں میں ہی جویا جان گئی تھی کہ وسیم لباس اور رکھ رکھاؤ کے معاملے میں انتہائی اعلیٰ ذوق کا مالک ہے۔ ویسے اگر وہ عمران کو نہ جانتی ہوتی تو وسیم ہر لحاظ سے اس کا آئیڈیل بن سکتا تھا۔ انتہائی مشریف، باکردار، اچھے اور سلجھے ہوئے ذہن کا دولت مند نوجوان لیکن ظاہر ہے عمران کے مقابلے میں وہ اس میں دلچسپی لینا تو ایک طرف اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتی لیکن اس دلت وسیم کی اتر حالت دیکھ کر وہ فوری طور پر اپنا غصہ ہی بھول گئی۔

”ارے کیا ہوا وسیم — یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟“ جویا نے حیران ہوتے ہوئے کہا — وسیم اس کے استقبال

مجھے اندر بلایا بلکہ مجھ سے باتیں بھی کرتے رہے۔ پہلے تو انہوں نے ٹانے کی کوشش کی لیکن پھر میرے اصرار پر انہوں نے آخر کار ڈیڈی کو فون کیا اور ڈیڈی نے اجازت دے دی۔ — دسیم فطری طور پر باتونی آدمی تھا اس لئے وہ مسلسل بولے چلا جا رہا تھا۔ وہ دونوں اب آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

”ابم دستا دیزات — ٹاپ سیکرٹ — تم نے انہیں پڑھا تھا۔ کس سلسلے میں تھیں وہ دستا دیزات؟“ — جولیا نے جان بوجھ کر پوچھا۔

”ارے نہیں — مجھے کیا ضرورت تھی انہیں پڑھنے کی۔ البتہ میں نے ہر دستاویز پر انگوٹھی ضرور رکھی تھی — نجائے کیوں۔ ارے ہاں جولیا تم خوش نہیں ہوئیں شادی کی اجازت ملنے سے۔ ارے میں تو بے پناہ خوش ہوں۔“ — دسیم نے کہا لیکن جولیا نے دیکھا تھا کہ انگوٹھی کا لفظ اُتے ہی دسیم کے پورے جسم نے ہلکا سا جھٹکا کھایا تھا۔ اس کی انگوٹھیں ایک لمحے کے ہزارویں حصے کے لئے ویران سی ہو گئی تھیں لیکن پھر دوسری بات کرتے ہوئے وہ نارمل ہو گیا تھا۔

”کیسی انگوٹھی — تمہاری انگلی میں تو کوئی انگوٹھی نہیں ہے؟“ جولیا نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ دسیم کی باتوں سے ذاتی طور پر بے حد الجھ گئی تھی۔

”انگوٹھی — کیسی انگوٹھی۔ میں نے تو کوئی انگوٹھی اب تک نہیں پہنی۔ البتہ شادی کی انگوٹھی میں ضرور پہنوں گا۔“ — دسیم

نے بڑے سادہ سے بچے میں کہا اور اس کے انداز میں ایسی سچائی تھی کہ جولیا کا ذہن پھر کی طرح گھوم گیا۔

”تم نے ابھی کہا ہے کہ تم نے انگوٹھی ہر دستاویز پر رکھی تھی، نجائے کیوں؟“ — جولیا نے ہونٹ پیچھتے ہوئے کہا۔ اب اس کی چھٹی جس پوری طرح جاگ اُٹھی تھی اور اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ضرور کوئی چکر ہے۔ اس کے ذہن میں اہم دستاویزات اور ٹاپ سیکرٹ کے الفاظ گھنکھجورے کی طرح رینگ رہے تھے۔

”میں نے کہا ہے — ارے نہیں جولیا — مجھے کیا ضرورت تھی کہنے کی — اچھا چھوڑو مجھے بتاؤ کہ تم کب چل رہی ہو ڈیڈی کے پاس؟“ — دسیم نے بات کا رخ بدالتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کا انداز بے حد فطری تھی۔ ایسے جیسے وہ جان بوجھ کر کچھ چھپا رہا ہو بلکہ واقعی اس نے ایسی کوئی بات کی ہی نہ ہو۔ حالانکہ اس نے یہ بات کی تھی اور پھر جولیا کے ذہن میں جیسے بجلی کووندتی ہے اس طرح ایک خیال آیا اور وہ چونک کر غور سے دسیم کو دیکھنے لگی۔ اس کے ذہن میں خیال آیا تھا کہ کہیں دسیم کو ہینا ٹائز کر کے تو کوئی کھیل نہیں کھیلا گیا۔ دسیم کے یہ الفاظ کہ نجائے کیوں؟ — بتا رہے تھے کہ شعوری طور پر وہ خود اس کھیل سے واقف نہیں ہے اور اس سے اسے ہینا ٹائز کا شک پڑا تھا۔

”ارے ارے اس طرح گھور کر کیوں دیکھ رہی ہو؟“ — دسیم جولیا کو گھور کر اپنی طرف دیکھتے ہوئے گھبرا گیا اور جولیا کے ذہن میں اب دسیم کے وہ فقرے گونج اُٹھے جو اس نے اس کے

ہو جائے تو دوسرا آدمی اگر اپنے ذہن کی پوری قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے ذہن پر اپنا اثر قائم کرے تو شاید کام بن جائے اور پھر اسے یہ بھی علم تھا کہ ایک بار جو شخص ہینا ٹائزم کا معمول بن چکا ہو وہ انتہائی آسانی سے ٹرانس میں آ جاتا ہے چنانچہ اس نے زندگی میں پہلی بار دوسیم پر اس کا تجربہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

”ٹھیک ہے — میں آزمائیتی ہوں اور اگر واقعی تم اس آزمائش میں کامیاب رہے تو میرا وعدہ کہ ابھی تمہارے ڈیڈی سے جا کر ملوں گی“ — جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسیم ایک بار پھر مسرت سے کھل اٹھا۔

”اوہ ڈیڈی — یہ الفاظ کہہ کر تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ بولو کیسے آزمانا چاہتی ہو — کہو تو اپنے سینے میں خنجر مار لوں“ — دوسیم نے مسرت سے ہنسنے لگا اور پھر پورے لہجے میں کہا۔

”تم اپنا ذہن میرے سپرد کر دو — چل کر بستر پر لیٹ جاؤ۔ اور آنکھیں بند کر لو اور یہ سوچو کہ تم نے اپنا ذہن میرے حوالے کر دیا ہے۔ بس یہی سوچتے رہو — صرف یہی بات“ — جولیا نے کہا۔

”بستر پر لیٹ کر — مم — مم مگر بستر تو بیڈ روم میں ہے۔ دوسیم بستر کا لفظ سن کر بڑی طرح گھبرا گیا کیونکہ فطری طور پر وہ بے حد شریف اور باکدار نوجوان تھا۔

”کوئی بات نہیں — آؤ بیڈ روم میں — مجھے تمہارے کردار

آتے ہی کہے تھے کہ اس کا ذہن سا ہورہا ہے اور ذہن پر بے حد دباؤ تھا اور آج کے دن مجھے معاف کر دو کے الفاظ اور دوسیم کی آنکھوں کو غور سے دیکھتے ہی جولیا کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا دوسیم کی آنکھوں میں وہ مخصوص دیرانی کسی حد تک موجود تھی، جو ہینا ٹائزم افراد کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔ گو یہ دیرانی اس قدر نہ تھی کہ عام طور پر دیکھنے سے نظر آ جاتی۔ لیکن بہر حال اس کا ہلکا سا نشانہ موجود تھا۔

”کیا تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے — دوسیم ڈیڈی —“ جولیا نے اچانک انتہائی لاد بھرے لہجے میں کہا اور اس کے لہجے کا اثر اتنی تیزی سے دوسیم کے چہرے پر ہوا کہ جولیا خود حیران رہ گئی دوسیم کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھل اٹھا تھا۔

”اوہ جولیا ڈیڈی — یہ تم پوچھ رہی ہو۔ اوہ کاش تم میرے دل کو چیر کر دیکھ سکتیں۔ کاش میں تمہیں کسی طرح یقین دلا سکتا۔ دوسیم نے انتہائی عاجزانہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم واقعی یقین دلانا چاہتے ہو“ — جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں بالکل — جس طرح چاہو آزمالو۔ جس طرح بھی تمہارا دل چاہے“ — دوسیم نے جواب دیا — جولیا گو ہینا ٹائزم وغیرہ عملی طور پر تو نہ جانتی تھی اور نہ کبھی اس نے اس علم کو سیکھنے کے لئے مشقیں کی تھیں لیکن اسے یہ معلوم تھا کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو اپنا ذہن مکمل طور پر سپرد کرنے پر آمادہ

پر مکمل اعتماد ہے۔ — جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ادہ — ادہ — ٹھیک ہے اُد — لیکن یہ ذہن حوالے کرنے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ — دسیم نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ بھی ایک آزمائش ہے — جب تم اپنا ذہن میرے حوالے کر دو گے تو پھر میں تمہارے ذہن میں جھانک کر دیکھوں گی کہ کہیں تمہارے ذہن میں کسی اور لڑکی کا خیال تو نہیں۔ تمہارے ذہن میں میرے لئے کتنی پسندیدگی موجود ہے۔“ — جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور دسیم ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”ہشک دیکھ لو جولیا — وہاں صرف تم ہی ہو گی اور صرف تمہاری دلچسپی ہی ہو گی۔ ویسے میرے لئے یہ ایک نئی بات ہے ورنہ آج تک تو یہی سنتا آیا ہوں کہ ایسے معاملات میں دل چیک کیا جاتا ہے۔ لیکن تم ذہن چیک کر رہی ہو۔“ — دسیم نے لانگ روم سے باہر آتے ہوئے کہا۔

”وہ پرانے زمانے کی باتیں تھیں — آج کے جدید دور میں ایسے معاملات میں دل کی بجائے ذہن ہی چیک کیا جاتا ہے۔ ذہن میں جھانک کر ہر چیز دیکھ لی جاتی ہے۔“ — جولیا نے اس کے ساتھ لانگ روم سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

”تم بھی ڈاکٹر کر دسو جیسی باتیں کر رہی ہو۔ نجانے میں کیوں آج اس کی کوٹھی پر چلا گیا۔ بس بیٹھے بیٹھے ذہن نے کہا چلو اُد میں چل پڑا۔ وہاں وہ بھی ایسی ہی باتیں کر رہا تھا اور پھر میں وہاں

سے سیدھا سر سلطان کے پاس چلا گیا۔ خیر اُد دیکھ لو جھانک کر تسلی کر لو۔“ — دسیم نے بڑبڑانے کے سے انداز میں کہا۔ وہ دونوں اب ایک رابداری سے گزر رہے تھے اور جولیا کا ڈاکٹر کر دسو کا نام سن کر لپٹیں اور بھی پختہ ہو گیا کہ دسیم کو ہینا ٹائز کیا گیا ہے۔ گو وہ کسی ڈاکٹر کر دسو کو نہ جانتی تھی لیکن بہر حال ماہر ہینا لٹسٹ وغیرہ غیر ملکوں کے نام کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

”ارے ہاں ٹھہرو — میں ملازم کو ہدایت کر دوں کہ وہ کسی کو اندر نہ آنے دے۔ ایسا نہ ہو کہ جب تم میرے ذہن میں جھانک رہی ہو تو کوئی اکر ڈسٹرب کر دے۔“ — دسیم نے رابداری کے کونے پر پہنچتے ہوئے چونک کر کہا اور جولیا نے سر ہلا دیا۔ ایک طرف کھڑے ملازم کو دسیم نے ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلایا۔

”لیس سر۔“ — ملازم نے جلدی سے قریب آ کر انتہائی موڈ بانہ لہجے میں کہا۔

”ارشد سے کہہ دو کہ کسی کو کوٹھی میں نہ آنے دے۔ سب کو یہ کہہ کر ٹال دے کہ میں موجود نہیں ہوں اور سنو اسے کہہ دو کہ ٹیلیفون کال بھی آئے تو اسے ٹال دے اور اب جب تک میں خود نہ کہوں کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے سمجھے۔“ — دسیم نے انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔“ — ملازم نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

جیسے وہ کسی گہرے کنویں کی تہ میں سے بول رہا ہو۔
 "اب تمہارا دماغ میرے کنٹرول میں ہے۔" — جولیا نے کہا۔

"ہاں۔" — دسیم نے جواب دیا۔ — "بجہ اور مدہم تھا۔
 "اپنے دماغ کے لاشعور کو بھی میرے حوالے کر دو اور پھر
 میرے حکم پر اپنے لاشعور کو ٹٹولو اور میرے سوالات کے جواب
 دو۔" — جولیا کو جو سمجھ آرہی تھی وہی بولے جا رہی تھی
 "ہاں ایسا ہی ہوگا۔ ایسا ہی ہوگا۔" — دسیم نے
 جواب دیا۔

"تو بولو — تمہارے ذہن کو کس نے پہلے کنٹرول کیا تھا؟
 جولیا نے کہا۔

"ڈاکٹر کروسونے۔" — دسیم نے جواب دیا اور جولیا کی
 آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ اپنے پہلے تجربے میں ہی خاصی کامیاب
 جا رہی تھی۔

"کیا ختم دیا تھا ڈاکٹر کروسونے — پوری تفصیل بتاؤ؟
 جولیا نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر کروسونے مجھے دو عجیب سے ڈیزائن کی انگوٹھیاں
 دی تھیں۔ ان پر نیلم جڑے ہوئے تھے۔ ایک انگوٹھی اس نے
 میری انگلی میں پہنا دی تھی اور دوسری میری جیب میں ڈال دی
 تھی اور پھر اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں سیدھا جا کر سر سلطان
 سے ملوں اور جا کر اسے قائل کروں کہ نیلم پہننے سے ان کی صحت

"اؤ جولیا — اب چاہے قیامت ہی کیوں نہ آجائے ہیں
 کوئی ڈسٹرب نہ کر سکے گا۔" — دسیم نے مسکراتے ہوئے
 کہا اور پھر ایک اور راہداری کے آخر میں پہنچ کر دسیم نے دروازہ
 کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ واقعی ایک خوبصورت بیڈروم تھا۔
 اور اس میں خالصتاً مردانہ بو موجود تھی اور جولیا ایک لمحے کے لئے
 تو اندر پہنچ کر ہچکچائی لیکن پھر وہ سنبھل گئی۔ اس نے خود ہی مڑ
 کر دروازہ بند کیا اور پھر دسیم کو بستر پر لیٹنے کا اشارہ کیا اور خود
 ایک کرسی کھینچ کر اس کے سر باندھے بیٹھ گئی۔
 دسیم بڑے اطمینان بھرے انداز میں بستر پر لیٹ گیا اور اس
 نے آنکھیں بند کر لیں۔

"تم نے صرف یہی سوچنا ہے کہ تم اپنا دماغ مکمل طور پر میرے
 حوالے کر رہے ہو؟" — جولیا نے اپنی آواز کو تحکمانہ بناتے
 ہوئے کہا۔

"ہاں میں یہی سوچ رہا ہوں اور میرے تصور میں تمہارا
 دھندلا سا ہیولہ لہرا رہا ہے۔" — دسیم نے قدرے دبے
 ہونے لہجے میں کہا۔

"تم اپنا دماغ میرے حوالے کر رہے ہو — تم اپنا دماغ
 میرے حوالے کر رہے ہو؟" — جولیا نے کتابوں میں پڑھے
 ہوئے انداز میں بار بار یہ فقرہ دہرانا شروع کر دیا۔ "بجہ اس نے
 دانشتہ انتہائی تحکمانہ رکھا تھا۔

"ہاں — دسیم نے جواب دیا۔ اس بار اس کا لہجہ ایسا تھا

"ن دستاویزات کو پڑھ کر بتا سکتے ہو کہ یہ کس کے متعلق ہیں؟" جولیانا نے پوچھا۔

"دستاویزات کو پڑھ کر — یہ مجھ سے نہیں پڑھی جارہی۔ یہ سچا نے کس زبان میں ہیں۔ البتہ ایک فائل ساتھ پڑی ہے۔ اس پر گرین کا لفظ موٹے موٹے حروف میں لکھا ہوا ہے اور نیچے انتہائی اہم اور ٹاپ سیکرٹ کے الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں۔" —

وسیم نے جواب دیا۔ "پھر تم نے کیا کیا انگوٹھی پہنائی سرسلطان کو؟" — جولیانا نے پوچھا۔

"نہیں — میرے ذہن میں کچھ ہونے ڈنک ہی نہیں مارا۔ ہاں میں نے سردستاویز پر اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کا نیلم ضرور رکھا کیونکہ مجھے ڈاکٹر کرو سومسلسل ایسا کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ باری باری سردستاویز پر — البتہ میں باتیں کر رہا تھا۔ اور سرسلطان فون کر رہے تھے ڈیڈی کو؟" — وسیم نے جواب دیا۔ "پھر کیا ہوا؟" — جولیانا نے پوچھا۔

"پھر ڈاکٹر کرو سونے مجھے واپس آنے کا حکم دیا اور میں سرسلطان سے اجازت لے کر واپس اپنی کوٹھی میں آ گیا۔ مجھے ڈاکٹر کرو سونے حکم دیا تھا کہ میں کل صبح تک اپنی کوٹھی سے باہر نہ جاؤں۔ بس بستر پر لیٹا رہوں اور میں بستر پر لیٹ گیا پھر اس نے حکم دیا کہ وہ اپنے ملازم نکسن کو بھیج رہا ہے۔ اُسے دونوں انگوٹھیاں دے دی جائیں اور پھر نکسن آیا اور میں نے

اچھی رہے گی۔ ان کی کارکردگی بڑھ جائے گی۔ اور دوسری انگوٹھی انہیں پہنا کر واپس آؤں۔ لیکن جاتے ہی میں یہ بات نہ کر دوں بلکہ پہلے ان سے عام سی باتیں کروں۔ اپنے کسی مسئلے پر باتیں کر دوں اور پھر جب میرے ذہن میں کچھ ڈنک مارے تو پھر میں سرسلطان کو نیلم پہننے کا قائل کرنا شروع کر دوں۔" — وسیم نے اُہستہ اُہستہ جواب دیتے ہوئے کہا اور جولیانا کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں لیکن اس نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا کیونکہ اُسے خیال آ گیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ زیادہ حیرت ظاہر کرنے سے کہیں تجربہ ہی نہ ناکام ہو جائے۔

"پھر تم نے کیا کیا — سرسلطان کے پاس پہنچے؟" — جولیانا نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں میں سرسلطان کے پاس گیا اور میں نے ان سے اپنی شادی کی اجازت کی بات چیت شروع کر دی؟" — وسیم نے جواب دیا۔

"سرسلطان کی میز پر اس وقت کیا کیا موجود تھا؟" — جولیانا نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"سرسلطان کی میز پر — ہاں میں دیکھ رہا ہوں۔ اہم اور ٹاپ سیکرٹ دستاویزات بکھری ہوئی ہیں۔ سردستاویز پر انتہائی اہم اور ٹاپ سیکرٹ کے الفاظ سرخ پینسل سے لکھے ہوئے ہیں۔" — وسیم نے اس طرح جواب دیا جیسے اس وقت بھی وہ ان دستاویزات کو دیکھ رہا ہو۔

”ہاں میں اپنا دماغ واپس لے رہا ہوں۔ میں اس پر کنٹرول کر رہا ہوں۔“ — — — — — دوسم نے دوہراتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آواز میں زندگی کی رمت سی محسوس ہونے لگی۔

”ایک - دو - تین۔“ — — — — — جولیانا نے ٹھہر ٹھہر کر کہا اور پھر جیسے ہی اس نے تین کا لفظ کہا، دوسم کی بند آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں لیکن اب جولیانا کے ذہن پر اتنا بوجھ تھا کہ اس کی کمر ایک جھٹکے سے کمرسی کی پشت سے جا لگی اور آنکھیں بند ہو گئیں۔

”ارے ارے ڈیئر جولیانا کیا ہوا۔“ — — — — — دوسم کی انتہائی گہرائی ہوئی آواز سنائی دی اور جولیانا نے بڑا جبر کر کے اپنی آنکھیں کھولیں۔

”کچھ نہیں۔“ — — — — — جولیانا نے بھاری بھاری آنکھیں کھولتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”ارے ہاں — — — — — تم نے میرے ذہن میں جھانکا — کیا نظر آیا تمہیں۔“ — — — — — دوسم نے انتہائی اشتیاق آمیز لہجے میں کہا اور اب جولیانا کو پہلی بار افسوس ہونے لگا کہ جب دوسم کا ذہن اس کے کنٹرول میں تھا تو اس نے اس کے ذہن کو یہ ہدایت کیوں نہ کی کہ وہ جولیانا میں دلچسپی لینا ختم کر دے لیکن اب اس کے ذہن میں دوبارہ یہ تجربہ دہرانے کی قطعی ہمت نہ تھی، پہلے ہی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے ذہن پر کسی نے ٹھون کے حساب سے بوجھ ڈال دیا ہو۔

”تمہارے دماغ میں کاروبار بھرا ہوا تھا — میں تو کہیں نظر نہیں آئی۔“ — — — — — جولیانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اُسے دونوں آنکھیں دے دیں۔ پھر ڈاکٹر کمرسونے یہ حکم بھی دیا تھا کہ میں آنکھیں کھول کر بابت سب کچھ بھول جاؤں اور میں بھول گیا۔“ دوسم نے جواب دیا۔

”اس کے بعد کیا ہوا۔“ — — — — — جولیانا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

”اس کے بعد میں سو گیا۔“ — — — — — دوسم نے مختصر سا جواب دیا۔

”اس کے بعد کیا ہوا۔“ — — — — — جولیانا نے پھر پوچھا۔

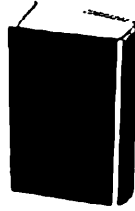
”پھر میں جاگا تو مجھے ڈیئر جولیانا کی یاد آئی اور میں نے ڈیئر جولیانا کو فون کیا۔ میں نے اُسے یہاں بلایا اور نہ آنے کی صورت میں اس کے فلیٹ میں جانے کی دھمکی دی اور پھر ڈیئر جولیانا یہاں آگئی۔ اس نے مجھ سے باتیں کیں۔“ — — — — — دوسم نے جواب دیا۔

”یہ ڈاکٹر کمرسون کہاں رہتا ہے۔“ — — — — — جولیانا نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

”ڈاکٹر کمرسون شان کالونی کی کوٹھی نمبر کیس لے میں رہتا ہے۔“ دوسم نے جواب دیا۔

”اچھا سنو — اب تم اپنا دماغ واپس لے رہے ہو۔ اب تمہارا اپنا کنٹرول تمہارے دماغ پر ہو رہا ہے اور جب میں ایک دوتین کہوں گی تو تم اپنے ذہن پر مکمل کنٹرول حاصل کر چکے ہو گے اور پھر تم جاگ جاؤ گے اور نارمل ہو جاؤ گے۔“ — — — — — جولیانا نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”ارے ارے ڈیر ایک منٹ تو رکھو — آخر کیا ہو گیا؟ —
دسیم نے اس کے پیچھے پیکتے ہونے کو کھلائے ہوئے انداز میں کہا
لیکن جولیا تو بجلی بنی ہوئی تھی۔



عمران کے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی بلیک زبرد احتراماً
کھڑا ہو گیا۔ عمران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود میز کی دوسری
طرف اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

”آپ تو تنویر کے ساتھ دیسم سے ملنے گئے تھے — کیا وہ
ملا؟ —“ بلیک زبرد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جب تنویر جیسا رقیب ساتھ ہو تو پھر دیسم بیچارے کی کہاں
ہمت ہو سکتی تھی ملنے کی۔ اس لئے وہ ہمارے جانے سے پہلے ہی
کوٹھی سے مفزور ہو گیا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مفزور ہو گیا — کیا مطلب — کیا وہ اس چکر میں ملوث
تھا؟ —“ بلیک زبرد نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”جو جرم اس نے کیا ہے وہ شاید دنیا کا سب سے بڑا جرم
کہلا سکتا ہے لیکن اب اسے کیا کہا جائے کہ قانون کی کتاب میں

”ارے ڈیر جولیا —“ نے پہلے ہی کہا تھا کہ ایسے معاملات
میں دل کو دیکھا جاتا ہے ذہن کو نہیں۔ تمہاری جگہ میرے دل
میں بے چیر کر دکھاؤں۔“ — دیسم نے کہا اور جولیا کھکھلا کر
ہنس پڑی۔

”اٹھو بابر چلیں۔“ جولیا کو اچانک خیال آیا کہ وہ دیسم
کے بیڈ روم میں ہے اور اب چونکہ وہ جو کچھ حاصل کرنا چاہتی تھی
حاصل کر چکی تھی اس لئے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور
پھر وہ اس طرح بند دروازے کی طرف دوڑی جیسے صدیوں قید
رہنے والے کسی آدمی کو اچانک قید سے رہائی کی خبر مل گئی ہو۔

”ارے ارے بھڑو چلتے ہیں — اتنی بھی کیا جلدی؟ —“
دیسم نے اسے اس طرح دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر لو کھلائے
ہوئے انداز میں کہا لیکن جولیا نے بجلی کی سی تیزی سے دروازہ
کھولا اور پھر کمرے سے باہر نکل کر راہداری میں جا کھڑی ہوئی اور
اس طرح تیز تیز سالن لینے لگی جیسے میلوں دور سے بھاگتی ہوئی
آ رہی ہو۔ اب اسے یہ سوچ کر ہی پسینہ آتا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ
اتنی دیر دیسم کے بیڈ روم میں رہی ہے۔

دیسم اس دوران باہر آ گیا۔
”سنو دیسم — میں نے ایک انتہائی ضروری کام جانا ہے۔
اس لئے کل ملاقات ہو گی اور سنو کسی کو بھی میرے یہاں آنے کی
بات نہ کرنا — کسی کو بھی سمجھے۔“ جولیا نے تیز لہجے میں
کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھتی چلی گئی۔

”ڈاکٹر کر دوسو سے ملنے کے بعد تو مجھے احساس ہو رہا ہے کہ دراصل کیس سرے سے ہے ہی نہیں، ہم چونکہ پولیس کی طرح فارغ نہیں بیٹھ سکتے اس لئے ہم نے اسے زبردستی کیس بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم آج بھی وہیں ہیں جہاں سے ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔“ لیکن اس سے پہلے کہ بلیک زیرو عمران کی بات کا جواب دیتا میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور بلیک زیرو نے ریسیور اٹھا لیا۔

”نہی اس جرم کا ذکر ہے اور نہ اس کی کوئی نمزا۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آپ کو نئے جرم کی بات کر رہے ہیں۔“ بلیک زیرو عمران کی بات سے ذہنی طور پر الجھ گیا تھا۔

”اگر تمہیں اس جرم کے متعلق کچھ پوچھنا ہے تو تنویر سے پوچھ لو۔ مجھے یقین ہے آئندہ ایکشن میں وہ ضرور قومی اسمبلی کا ممبر بنے گا تا کہ اس جرم کو قانون کی کتاب میں شامل کر سکے لیکن اب کیا کیا جائے آئندہ ایکشن تو بڑی دیر بعد ہونے میں اور تب تک تو مجرموں کے بچے بھی ہو چکے ہوں گے۔“ عمران نے کہا اور اس بار بلیک زیرو دھج بھلا کر ہنس پڑا۔ وہ عمران کی بات اب سمجھا تھا کہ عمران کا اس جرم سے مطلب وسیم اور جولیا کی نئی دلچسپی تھی۔

”بس اس جرم میں وہ مفرد ہو گیا تا کہ تھانیدار تنویر سے سامنا نہ ہو جائے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب مفرد کا مطلب بھی سمجھ میں آگیا کہ وسیم آپ کو کونٹھی پر نہیں ملا۔“ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمران نے اس قدر لمبا سانس لیا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اس کے سر سے اتر گیا ہو اور بلیک زیرو اس کے اس انداز پر قدرے مترندہ سا ہو گیا۔

”ویسے عمران صاحب شاید یہ ہماری زندگی کا پہلا کیس ہے جس میں بظاہر کوئی کلیو ہی نہیں مل رہا۔“ بلیک زیرو نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”اد۔ کے۔“ بلیک زیرو نے کہا اور ریسیور رکھ دیا لیکن ریسیور رکھتے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور بلیک زیرو نے دوبارہ ریسیور اٹھا لیا۔

”ایک سو۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”نعمانی بول رہا ہوں جناب۔“ ڈاکٹر کر دوسو عمران صاحب

”ایک سو۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”نعمانی بول رہا ہوں جناب۔“ ڈاکٹر کر دوسو عمران صاحب

”او۔ کے۔“ بلیک زیرو نے کہا اور ریسپور رکھ دیا۔
 ”ایسی صورت حال میں یہی جواب سب سے بہتر ہے کہ او۔ کے۔“
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو ہنسن پڑا۔
 ”میرا خیال ہے واقعی یہ کوئی کیس نہیں ہے۔ اب سلسلے کو ختم
 کر دینا چاہیے۔“ بلیک زیرو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”بس ایک بار اور او کے کہہ دو اس کے بعد ٹائیس ٹائیس فش“
 عمران نے کہا اور واقعی اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔
 ”آخری او۔ کے کہنے کا وقت بھی آگیا۔“ عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے ریسپور
 اٹھالیا۔
 ”اینکسٹو۔“ بلیک زیرو نے ریسپور اٹھاتے ہی کہا۔
 ”صفدر لول رہا ہوں جناب۔“ کیپٹن شکیل اور میں نے
 آپ کے حکم کے مطابق ٹرزدوڈ پر ہی ڈاکٹر کرد سو کی بیکارڈ

لیموسین کار ڈاکو بن کر روک لی۔ ڈاکٹر کر دسو کے ملازموں نے خاص طور پر نکسن نے خاصا جھگڑا کرنے کی کوشش کی لیکن ہم نے اُسے قاتلو کر کے بیہوش کر دیا۔ ڈاکٹر کر دسو بھی بے حد پریشان ہو رہا تھا کیونکہ ہم نے چہروں پر نقاب ڈال رکھے تھے۔ پھر ہم نے ڈاکٹر کر دسو اور اس کے دوسرے ملازموں کے سر پر ریو لور کے دستے مار کر انہیں بھی بیہوش کیا اور ان کی کار وہاں سے درختوں کے ایک جھنڈ میں لے گئے اور وہاں ہم نے پہلے ڈاکٹر کر دسو اور اس کے ملازموں کی مکمل جامہ تلاشی لی حتیٰ کہ جوتے، ان کے تیلے جرابیں تک چیک کر ڈالیں۔ کوٹ کے استر تک بھاڑ دیئے لیکن کچھ بھی نہ ملا۔ پھر کار کی پوری تفصیل سے تلاشی لی لیکن کوئی مشکوک چیز برآمد نہ ہوئی حتیٰ کہ ان کے پاس اسلحہ تک موجود نہ تھا۔ پھر ہم انہیں وہیں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ ” صفحہ ۷۷

” او۔ کے۔ ” بلیک زیرو نے کہا اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریسور رکھ دیا۔

” میرا خیال ہے اب تمہارا کوڈ نام ایکس ٹو کی بجائے او۔ کے رکھ دینا چاہیے۔ ” — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” ہاں آج تو واقعی مجھے اپنا نام او۔ کے ہی محسوس ہو رہا ہے۔ ” بلیک زیرو نے پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

” چلو پھر مسٹر او۔ کے اب اسی او۔ کے کی خوشی میں چائے پلو اور تاکہ ہم بھی چائے پی کر دانش منزل سے اور کے یعنی آؤٹ ہو جائیں عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو دسر ہلاتا ہوا اٹھا اور

نے وسیم سے ملنے اس پر سینا ٹرم کا شک پڑنے اور پھر اس پر سینا ٹرم کا تجربہ کرنے اور اس کے ذہن سے ملنے والی تمام معلومات کی تفصیل بتائی رہی اور عمران اور بلیک زیرو دونوں کے چہرے جویا کی تفصیل سن کر حیرت سے بگڑتے چلے گئے۔ بلیک زیرو تو چائے کا کپ بھی میز پر رکھنا بھول گیا تھا کیونکہ لاؤڈر پر جویا کی آواز واضح طور پر سن رہا تھا۔

”یہ سب کچھ تمہیں کب پتہ چلا؟“ عمران نے بڑی مشکل سے اپنے ہجے کو سپاٹ رکھتے ہوئے کہا اور جواب میں جویا نے جو وقت بتایا اسے سن کر عمران سر ہلانے لگا کیونکہ یہ تقریباً وہی وقت تھا جب وہ اور تنویر وسیم سے ملنے گئے تھے اور اس کے ملازموں نے انہیں باہر سے ہی ٹال دیا تھا۔

”لیکن تم فون اب کر رہی ہو۔ اتنی دیر کیا کرتی رہی ہو؟“ عمران کا ہجہ لیکھت بے حد سخت ہو گیا۔

”مم۔ مم۔ میں جناب وہاں سے فلیٹ آئی۔ میں نے آپ کو فون کرنے کی کوشش کی لیکن فون ایگج تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ سر سلطان کو فون کر کے ان سے گرین فائل کی تفصیل پوچھ لوں۔ وہاں مجھے بتایا گیا کہ سر سلطان ایک ضروری میٹنگ میں مصروف ہیں اس لئے میں ان سے کال ملنے کے لئے انتظار کرتی رہی لیکن کافی دیر بعد مجھے ان کے پی۔ اے نے اطلاع دی کہ سر سلطان میٹنگ کے درمیان ہی اٹھ کر صدر مملکت سے ایک ضروری ملاقات کے لئے چلے گئے ہیں اس لئے میں نے ادھر کا خیال چھوڑ کر دوبار آپ کو

سائیڈ روم کی طرف بڑھ گیا جہاں اس نے کچن بنایا ہوا تھا اور عمران نے اسی طرح کرسی کی پشت سے سر لگا کر آنکھیں بند کر لیں جیسے ذہنی طور پر وہ اب اس ناکام مشن پر مکمل طور پر فاتحہ پڑھ چکا ہو۔ لیکن اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے نہ صرف آنکھیں کھول دیں بلکہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔

”ادہ ابھی او۔ کے کی گنجائش رہتی ہے۔ چلو میں ہی او۔ کے کہہ دیتا ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ماتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

”ایکسٹر۔“ عمران نے مخصوص ہجے میں کہا۔

”جویا بول رہی ہوں جناب۔“ دوسری طرف سے جویا کی تیز مگر انتہائی پُر جوش آواز سنائی دی جیسے وہ کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہو اور اس کا انداز محسوس کر کے ہی عمران کی آنکھیں ٹسکڑ گئیں۔

”لیس۔“ عمران نے سرد ہجے میں کہا۔

”باس میرے پاس ایک اہم ترین خبر ہے۔ وزارت خارجہ کی اہم ترین اور ٹاپ سیکرٹ فائل جسے گرین فائل کہا جاتا ہے، کوئی خطرناک کھیل کھیلا گیا ہے اور یہ کھیل کھیلنے والا کوئی ڈاکٹر کر دسو ہے جو شان کا لوئی کی کوٹھی میں پھنس لے میں رہتا ہے۔“ جویا نے تیز تر ہجے میں کہا اور عمران اس بار واقعی بری طرح چونک پڑا۔

”اطمینان سے پوری تفصیل بتاؤ۔“ عمران کا ہجہ اور زیادہ سرد ہو گیا۔ اسی لمحے بلیک زیرو بھی چائے کے دو کپ اٹھائے وہاں پہنچ گیا۔ ادھر جویا تیزی سے بولے چلی جا رہی تھی۔ اس

رنگ کیا تو آپ کا فون پھر بھی ایگج تھا۔ اب دوبارہ انتظار کر کے فون کیا تو آپ سے رابطہ ہو سکا ہے۔ جولیا نے بڑی تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ سم اس وقت کہاں ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔
 ”وہ اپنی کوٹھی میں ہو گا۔ میں تو اسے وہیں چھوڑ آئی تھی؛ جولیا نے جواب دیا۔

”تم فوراً اس کی کوٹھی پہنچو۔ میں عمران کو وہاں بھیج رہا ہوں عمران اس سے مل کر مزید وضاحتیں حاصل کرے گا۔“ — عمران نے حکمانہ لہجے میں کہا اور پھر ریسپورڈر رکھ کر اس نے جلدی سے سرسلطان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”یہ تو انتہائی اہم ترین رپورٹ ہے۔“ — بلیک زبردستی چائے کا کپ عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”اس لئے تو میں نے او۔ کے نہیں کہا۔ ویسے میرا خیال ہے او۔ کے کا کوٹھ اتنا ہی تھا جتنا تم نے پورا کر دیا۔ اب او۔ کے کی بجائے آئی۔ کے کہنا پڑے گا یعنی آؤٹ کی بجائے ان۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”جی کون صاحب؟“ — دوسری طرف سے سرسلطان کے ذاتی ملازم بخشو بابا کی آواز سنائی دی۔

”بخشو بابا۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ سرسلطان صاحب آگئے ہیں کوٹھی میں۔“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس

وقت واقعی سچو لیشن ایسی تھی کہ اسے مجبوراً سنجیدہ ہونا پڑا تھا۔
 ”اوہ چھوٹے صاحب آپ — بڑے صاحب ابھی آئے ہیں لباس تبدیل کر رہے ہیں۔“ — بخشو بابا نے جواب دیا۔

”ارے ارے ان کو روکو ورنہ لباس کے اندر سے وہ چھوٹے ہی نکلیں گے۔ بڑے تو بس لباس کی وجہ سے ہیں۔“ — عمران آخر باز نہ رہ سکا تو بول پڑا۔

”میں بات کر رہا ہوں، ہولڈ کریں۔“ — بخشو بابا نے دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ عمران کا مطلب بخوبی سمجھ گیا تھا۔
 ”ہیلو عمران بیٹے خیریت۔“ — چند لمحوں بعد سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”بیٹا تو اللہ کے فضل و کرم سے بخیریت بلکہ نیک عافیت ہے لیکن آپ کی خیریت مطلوب ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میری خیریت مطلوب ہے۔ کیا مطلب — میں تو بخیریت ہوں۔“ — سرسلطان کے لہجے میں حیرت تھی۔
 ”یعنی گرین فائل دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچانے کے باوجود

بھی آپ بخیریت ہیں — حیرت ہے۔“ — عمران نے کہا۔
 ”کیا — کیا کہہ رہے ہو۔ گرین فائل دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچائی ہے میں نے — کیا تم ہوش میں ہو؟“ — سرسلطان نے یکلاخت انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

قائم کی ہوئی ہے۔ اسی تنظیم میں پاکستان بھی شامل ہے اور افغانستان بھی۔ اگلے ماہ پاکستان کے دارالحکومت میں اس تنظیم کا اجلاس ہو رہا ہے جس میں افغانستان اور پاکستان کے درمیان ایک انتہائی اہم معاہدہ ہونے والا ہے۔ یہ فائل اس معاہدے کے بارے میں دستاویزات پر مبنی ہے۔ جب وسیم آیا تو میں ان دستاویزات کی مدد سے اس معاہدے کے لئے پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے لئے پوائنٹس تیار کر رہا تھا اور پھر انتہائی اعلیٰ سطحی میٹنگ میں یہ پوائنٹس ڈسکس ہوئے اور اس کے بعد میں ذاتی طور پر جاکر صدر مملکت سے ملا۔ اور میں نے وہاں جاکر ان پوائنٹس کو فائل کیا لیکن اگر یہ ساری دستاویزات دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئیں تو پھر نہ صرف یہ معاہدہ خطرے میں پڑ جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ دشمن ایسے معاملات سے بھی باخبر ہو جائے جس سے پاکستانی سلامتی بھی خطرے میں پڑ جائے اور آخری بات یہ ہے کہ ان دستاویزات کے سامنے آجانے کے بعد ہمیں مجبوراً معاہدے میں ایسی شقیں شامل کرنی پڑیں گی جو ہم شامل نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی یہ پاکستان میں مفاد میں ہیں۔ — سرسلطان بوکھلائے ہوئے انداز میں مسلسل بولے جا رہے تھے۔

”کتنی دستاویزات ہیں اس فائل میں۔“ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔ اسے بھی اب معاملے کی نزاکت کا اچھی طرح احساس ہو گیا تھا۔

”دستاویزات — چھ دستاویزات ہیں۔ عمران اگر واقعی یہ دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہیں تو پھر مجھے خود کشی کرنی پڑے

”ادہ سوری — بس جلدی میں پہنچانے کا لفظ منہ سے نکل گیا۔ چمڑے کی زبان سے لفظ پھسل جاتے ہیں۔ میرا مطلب تھا پہنچ جانے کے باوجود — عمران نے فوراً ہی اپنے الفاظ کی تصحیح کرتے ہوئے کہا کیونکہ واقعی پہنچانے کے لفظ سے براہ راست سرسلطان پر الزام آتا تھا۔

”تم کھل کر بات کرو — گرین فائل انتہائی اہم فائل ہے۔ میں نے اسے آج ہی اپنے ہاتھوں سے ریکارڈ روم کے مخصوص حصے میں رکھا ہے اور میرے علاوہ اور کسی نے اسے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ ہی یہ فائل میرے دفتر سے باہر گئی ہے۔“ — سرسلطان نے بری طرح اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”فائل تو واقعی محفوظ ہوئی لیکن ہو سکتا ہے اس کے فوٹو دشمنوں تک پہنچ گئے ہوں۔ آپ کی الجھن دور کرنے کے لئے بتا دیتا ہوں کہ یہ سب کچھ وسیم فیروز الدین احمد کے ذریعے ہوا۔ اس کے ہاتھ میں جو انگوٹھی تھی اس کا ٹکینہ نیلم کا تھا۔ گرین فائل کی دستاویزات آپ کی میز پر بکھری ہوئی تھیں اور وہ انگوٹھی کا ٹکینہ باری باری ہر دستاویز پر رکھتا اور اس دستاویز کا فوٹو دشمنوں تک پہنچتا رہا۔ اب آپ ذرا جلدی سے بتا دیں کہ اس گرین فائل کی کیا اہمیت ہے تاکہ اس کے مطابق میں حرکت میں آ جاؤں۔“ — عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ادہ دیری سیڈ — یہ تو آج کل بہت اہم فائل بن چکی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ جنوبی ایشیا کے ملکوں نے مل کر ایک سربراہی تنظیم

کو کس طرح یہ انگوٹھی پہننے پر مجبور کرتے اور اس انگوٹھی کے اندر کوئی ایسی چیز رکھی گئی ہوگی جس سے انہوں نے نہ صرف فائل کے نوٹوں لے لئے بلکہ وہ کسی ریبوننگ مشین پر ماحول کو چپک بھی کر رہے تھے اور آپ دونوں کے درمیان ہونے والی باتیں بھی سن رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہیں مطلوبہ فائل مل گئی تو انہوں نے دسیم کو واپسی کا حکم دے دیا اور اس طرح آپ برتھ اسٹون رنگ پہن کر پورا ریکارڈ روم دشمنوں کی تحویل میں پہنچانے سے بچ گئے اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے یہ سب کچھ دانشتہ نہیں کیا، اس لئے آپ کو نہ تو استغنیٰ دینے کی ضرورت ہے اور نہ خود کشی کی۔ اور جب تک میں زندہ ہوں آپ کو خود کشی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میرے پاس بڑے طریقے ہیں آدمی کو خود کشی جیسے گناہ سے بچا کر اللہ میاں کے پاس بھجوانے کے۔ — عمران نے کہا اور اس بار سر سلطان جواب میں پھینکی سی ہنسی ہنسی کر رہ گئے۔

”دیسے آپ بے فکر رہیں یہ نوٹوں اور فلم جلد ہی آپ تک واپس پہنچ جائیں گے۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ نوٹ کہاں موجود ہیں اور مجرم کون ہے۔ میں جلد ہی آپ کو خوشخبری سناؤں گا۔ خدا حافظ۔“ عمران نے کہا اور پھر ریبورک کر کے ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”تم صفر اور کیپٹن شکیل کو کہو کہ وہ فوراً ڈاکٹر روسو کے پیچھے جائیں اور جہاں بھی اور جس حالت میں بھی وہ موجود ہو، اسے زندہ دانش منزل پہنچا دیں۔ میں اس دوران دسیم سے مل لوں گا۔ — عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

”آپ اب دسیم سے کیوں ملنا چاہتے ہیں، اسے تو جو کچھ معلوم تھا

گی۔ یہ حماقت مجھ سے ہی ہوئی ہے کہ اس قدر اہم ترین دستاویزات کی موجودگی میں دسیم کو میں نے بلالیا، میرے تصور تک میں نہ تھا کہ دسیم ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ سب کچھ چونکہ میری کوتاہی اور غفلت کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے مجھے نہ صرف اس پوسٹ پر اب مزید رہنے کا کوئی حق ہے بلکہ میں ملک کی سالمیت کو بھی خطرے میں ڈالنے کا مجرم بن گیا ہوں اور اس طرح مجھے زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔“ سر سلطان نے انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔

”ارے ارے آپ اس عمر میں بھی اتنے جذباتی ہیں تو جوانی میں کتنے ہوں گے۔ دسیم کو خود علم نہ تھا کہ اس سے کیا کام لیا جا رہا ہے اس کا ذہن کنٹرولڈ تھا اور دوسری بات یہ کہ محض اتفاق کی وجہ سے فائل دشمنوں کے ہاتھ لگ گئی ہے وہ چاہتے ہی فائل تھے لیکن انہیں شاید یہ توقع نہ تھی کہ دسیم جب آپ سے ملے گا تو آپ یہ فائل کھولے بیٹھے ہوں گے اور اس طرح البتہ یہ بچت ہو گئی ہے کہ فی الحال ایک ہی فائل ان کے ہاتھوں میں گئی ہے ورنہ جو دشمن ان کا تھا اس کے مطابق تو اس فائل کے علاوہ پورا ریکارڈ روم ہی ان کے قبضہ میں چلا جاتا۔“ عمران نے جلدی جلدی کہا۔

”کیا مطلب — کیا وہ میرے ذہن کو کنٹرول کرتے؟“

سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”دسیم کی جیب میں ایسی ہی ایک اور انگوٹھی تھی اور اس کا مشن یہ تھا کہ وہ آپ کو برتھ اسٹون انگوٹھی پہننے کا چکر دے کر وہ انگوٹھی آپ کو پہنا کر واپس جاتا۔ اب یہ تو مجرم ہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ آپ

وہ تو اس نے بتا دیا: — بلیک زیرو نے ایسے لمبے میں کہا جیسے
عمران کی بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

”جب آؤٹ کی بجائے ان یعنی اد کے کی بجائے کیس آئی۔ کے
ہو گیا ہے تو پھر اسے پوری طرح ان کیوں نہ کیا جائے۔ ڈاکٹر کروموسو مخصوص
ذہن کا نامک ہے اس لئے وہ عام طریقے سے کسی طرح بھی اصل بات
نہ اُگلے گا۔ میں اس کا علم اس پر ہی استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ وسم چونکہ
اس کا ٹیلی پیٹھی کا معمول رہا ہے اور اسے ابھی ایک ہفتے سے زیادہ نہیں
گزرنا۔ اس لئے ابھی تک وسم کا ڈاکٹر کروموسو سے ذہنی رابطہ موجود ہے اور
میں اس رابطے کو پل بنا کر ڈاکٹر کروموسو کے ذہن میں آئی۔ کے یعنی ان ہوں
گا اور پھر وہاں سے دستاویزات کے نوٹو بھی نکال لاؤں گا اور اس برتھ
اسٹون کا سارا کھیل بھی اور اس طرح یہ نہ صرف واقعی مکمل کیس بن جائے
گا بلکہ آئی۔ کے یعنی ناسٹل بھی ہو جائے گا: — عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ
بلیک زیرو نے ریسپور کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ صفدر کو ڈاکٹر کروموسو کے
بارے میں ہدایت دے سکے۔

ڈاکٹر کروموسو کی آنکھیں جیسے ہی کھلیں وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر
بیٹھ گیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔
وہ اس طرح ادھر ادھر دیکھ رہا تھا جیسے بچہ پہلی بار ڈونی لینڈ میں پہنچ کر
حیرت سے ہر طرف دیکھتا ہے۔

”یہ کونسی جگہ ہے اور میں یہاں کیسے آ گیا۔ میں تو اپنے بستر پر لیٹا
تھا۔“ ڈاکٹر کروموسو نے حیرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے
کہا۔ اور پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس وقت ایک خاصے بڑے کمرے
میں تھا جس کے فرش پر سرخ رنگ کا تالین بچھا ہوا تھا۔ دیواریں سیاٹ
تھیں جبکہ کمرے کا اکھوتا دروازہ سامنے نظر آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے اس
دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے جلدی سے اس کا ہینڈل دبا کر اُسے
کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ لاکڈ تھا۔ وہ ایک طویل سانس لے کر
واپس مڑا۔ گزشتہ واقعات ایک فلم کی صورت میں اس کے ذہن پر کسی

آپ کو اس کمرے میں قالین پر پڑا ہوا پارہا تھا۔

”یہ آخر کونسی جگہ ہے — یہ چکر کیا ہے —“ ڈاکٹر کردسو نے کمرے میں بیٹھتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو ڈاکٹر کردسو چونک کر مڑا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں مزید پھیلتی گئیں کیونکہ دروازے سے علی عمران داخل ہو رہا تھا جس کے چہرے پر طرزی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

”تت تت تم — میں یہاں کیسے آیا۔“ ڈاکٹر کردسو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم انگلاش میں اپنے کایٹج کے بستر پر سوتے تھے۔ میں نے جن بھیجے جو تمہیں اٹھا کر یہاں لے آئے کیونکہ تمہارے آدمی اور پیشہ در قاتل جیک نے مجھ پر مشین گن کا برسٹ مارا تھا اور مجھے بچھ گولیاں لگی تھیں۔ اس لئے میں زیادہ تیزی سے نہ چل سکتا تھا اور جو ضروری بات میں نے تم سے کرنی تھی وہ زیادہ دیر کی مستعمل نہ ہو سکتی تھی اس لئے تمہیں فوراً یہاں منگوانے کے لئے مجھے جنات کا سہارا لینا پڑا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بکو اس مت کرد — تم نے مجھے غیر قانونی طور پر جس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔ میں تمہیں عدالت کے کٹہرے میں لے جاؤں گا اور تمہارا باپ سنٹرل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہونے کے باوجود تمہیں نہ بچا سکے گا کیونکہ میرے تعلقات براہ راست وزیر اعظم اور صدر مملکت سے ہیں۔“ ڈاکٹر کردسو نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”ارے واقعی جتنی دیر تم یہاں بیہوش پڑے رہے ہو اتنی دیر

سکریں کی طرح چل رہے تھے۔ وہ ایمپر کو رپورٹ دینے کے بعد نکسن اور ارنہر کے ساتھ کوٹھی سے انگلاش روانہ ہو گیا تھا اور پھر راستے میں ہی ایک ویران مڑک پر اسے ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ گوڈاکوؤں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھے لیکن وہ ان کے لباس دیکھتے ہی انہیں پہچان گیا تھا کہ یہ دی لوگ ہیں جو عمران کے ساتھ آئے تھے اور چونکہ ایمپر اسے اگاد کر چکا تھا کہ اس نے زیادہ مزاحمت نہیں کرنی اس لئے واقعی اس نے زیادہ مزاحمت نہ کی تھی۔ گو اس کا خیال تھا کہ یہ لوگ اس کی اور کار کی تلاش میں لے کر چلے جائیں گے لیکن انہوں نے اچانک اس کے سر پر ضربیں لگا کر اسے بیہوش کر دیا اور پھر جب اسے ہوش آیا تو وہ درختوں کے ایک جھنڈ میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے کپڑوں اور خاص طور پر کوٹ کو تو بُری طرح ادھیڑ کر رکھ دیا گیا تھا۔ یہی حالت نکسن اور ارنہر کے کپڑوں کی تھی۔ کار کی بھی تلاش لی گئی تھی۔ وہ نکسن اور ارنہر کو ہوش میں لایا اور پھر انہیں ساتھ لے کر وہ دوبارہ انگلاش کی طرف چل پڑا۔ نکسن اور ارنہر کے خاندان واقعی انگلاش میں رہتے تھے۔ اس لئے وہاں پہنچ کر اس نے انہیں نارع کر دیا۔ اور خود وہاں اپنے ایک مخصوص نگہری کایٹج میں آگیا۔ یہ کایٹج اس نے اہم کاروباری معاملات پر غور کرنے کے لئے رکھا ہوا تھا اور دارالحکومت میں اس کا کسی کو بھی علم نہ تھا۔ چونکہ سر پر ضربیں لگنے کی وجہ سے اسے خاصا درد محسوس ہو رہا تھا اس لئے وہ آرام کرنے کے لئے فوراً ہی بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ وہاں موجود چوکیدار کو بھی اس نے نارع کر دیا تھا۔ چوکیدار کا جھونپڑا کایٹج سے تھوڑی دور پہاڑی ڈھلوان پر بنا ہوا تھا اور پھر اسے تھوڑی دیر بعد نیند آگئی تھی لیکن اب اس کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے

اسٹون رنگ دی جسے تم بگ رنگ کہتے ہو اور پھر جب تمہیں خطرہ محسوس ہوا تو تم نے فوراً اسے تبدیل کر کے اسے بگ رنگ کی بجائے آف رنگ دے دی۔ سنو ڈاکٹر کو سو تم نے خواہ مخواہ اپنے نام کے نیچے ڈگریوں کی تین قطاریں لکھنے کا تکلف کیا ہے۔ جتنے مادرانی علوم تم جانتے ہو اس سے دس گنا زیادہ تو میں جانتا ہوں۔ اس طرح مجھے تو ان ڈگریوں کے لئے جہازی سائز کا بورڈ چاہیے۔ ویسے یہ بتا دوں کہ بادشاہ سلامت کا تمام خزانہ میرے قبضے میں آچکا ہے۔ یقین نہ آئے تو یہ دیکھو: — عمران نے تیز تیز ہچے میں کہا اور پھر اس نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بڑا سا لفافہ نکالا اور اسے قالین پر پلٹ دیا۔ لفافے میں سے ساٹھ کے قریب انگوٹھیاں جن پر مختلف ٹیکنے جڑے ہوئے تھے نکل کر قالین پر گر گئیں۔ ان میں سے پچاس تو ایک ڈیزائن کی تھیں جبکہ دس کا ڈیزائن مختلف تھا اور ان دس پر نیلم جڑے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کو دسو کا چہرہ ان انگوٹھیوں کو دیکھتے ہی زرد پڑ گیا تھا اور اس کی نظریں جیسے ان انگوٹھیوں سے چپک کر رہ گئی تھیں۔

”سٹرین فائل کی مائیکروفلم اور ان سیرنگز کی وٹرن کنٹرول مشین اور بگ رنگز کو کنٹرول کرنے والی تمام مشینیں بھی اس خزانے میں شامل ہیں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”تت تت تم ان تک کیسے پہنچ گئے۔ یہ تو نمبر ٹو میں تھیں اور اس کا علم سوائے میرے کسی اور نہ تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“ — ڈاکٹر کو دسو نے انگ انگ کر کہا۔

تو واقعی جس بے جا کے دائرے میں آجاتی ہے لیکن مجبوری یہ تھی کہ بادشاہ کے بعد شہنشاہ صاحب کی خدمت میں بھی سلام عرض کرنا تھا۔ اب چاہے یہ شہنشاہ پتھروں کا ہی کیوں نہ ہو بہر حال شہنشاہ ہی ہے اور ابھی تھوڑی دیر پہلے جب مجھے اطلاع مل گئی کہ جناب شہنشاہ جواہرات اپنے درباریوں سمیت گرین لینڈ کی سب سے شاندار جیل ایڈن جیل میں پہنچ چکے ہیں تو میں نے تمہیں ہوش میں لانے والا بن دیا۔ اس کمرے کی چھت سے ایک شمع نکل کر تم پر پڑی اور تم ہوش میں آگئے اور میں بادشاہ جواہرات کی خدمت میں حاضری دینے کا مشرف حاصل کر رہا ہوں۔“ عمران نے بڑے موذبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا بکو اس کر رہے ہو — ہٹو راستے سے اور مجھے باہر جانے دو!“ ڈاکٹر کو دسو نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہاں سے باہر جانے کے دو راستے ہیں۔ ایک سیدھا جیل کی کوٹھڑی میں جاتا ہے اور دوسرا قبرستان — بولو کنس راستے پر جانا پسند کرو گے۔“ — عمران کا لہجہ یکانخت کرخت ہو گیا۔
 ”کیا تم پاگل ہو — مسلسل بکو اس کئے جا رہے ہو!“ —

ڈاکٹر کو دسو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔
 ”پاگل تو تم ہو ڈاکٹر کو دسو کہ تم نے گرین فائل حاصل کرنے کے لئے وسیم فیروز الدین احمد کا سہارا لیا جبکہ تم جانتے تھے کہ وسیم فیروز الدین احمد میرا واقف کار ہے اور پھر تم نے فیلی پیٹی سے اس کا ذہن کنٹرول میں کر کے اسے سیرنگ دے کر مرسلطان کے پاس بھیجا۔ اس سے پہلے ہی تم سے حماقت ہوئی کہ تم نے میرے دوست سو پر فیاض کو برتہ

عمران نے کہا اور ڈاکٹر کو دسواکس طرح نیچے جھکنے لگا جیسے انتہائی مایوسی کے عالم میں کوئی شخص گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے۔

”اوہ اوہ۔۔۔ کاش مجھے تمہاری ان صفات کا پہلے علم ہو جاتا۔ امپر درست کہتا تھا کہ تم دنیا کے سب سے شاطر ترین انسان ہو۔ میں ہی احمق تھا کہ تمہیں اہمیت نہ دے رہا تھا۔ کاش مجھے اندازہ ہو جاتا“۔
کر دسوں نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تمہارا امپر سمجھدار تھا۔ وہ دو تین بار پہلے مجھ سے ٹکرا چکا ہے۔ اس کی زندگی بقایا ہستی کہ ہر بار وہ نکل جانے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ تم جانتے ہو اسے۔ دیکھا ہوا ہے تم نے اسے“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ وہ سٹون سرکل کے بورڈ آف گورنرز کا چیئرمین ہے اور سٹون سرکل پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ میں تو خیر سٹون سرکل میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اسے تو بورڈ آف گورنرز نے بھی کبھی نہیں دیکھا“۔ ڈاکٹر کو دسوں نے جواب دیا۔ وہ ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا اور اب وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”سٹون سرکل ہونہر اچھا نام ہے۔ بہر حال میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارا یہ امپر بین الاقوامی مجرم اسکر ہے۔ وہ بلبے کھیل کھیلنے کا عادی ہے پہلے اس نے ایک تنظیم بنائی تھی وائنٹ فاکس۔ بڑی دہشت تھی اس۔ اسٹ فاکس کی یورپ میں۔ اور پھر اس کی بد قسمتی کہ وہ پاکیشیا آگیا اور پھر اس کی وائنٹ فاکس کی دم کے سارے بال جھڑ گئے اور وہ بچی ہوئی دم دبا کر بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ پھر کافی عرصے بعد اس کی

”کہا تو ہے کہ میرے پاس تم سے کم از کم بیس قطاریں ڈگریوں کی زیادہ ہیں اس لئے تم جب انگلش میں اپنے کالج کے لستر پر سوئے ہوئے تھے تو میں بڑے اطمینان سے تمہارے لاشعور میں گھس گیا اور پھر وہاں سے بڑے اطمینان سے نہ صرف اس خزانے کا پتہ نکال لایا بلکہ کھل جاسم سم جیسے جادو کے الفاظ بھی اور اب دیکھو یہ خزانہ تمہارے سامنے ہے۔“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کک کک کیا مطلب۔۔۔ میرے لاشعور میں۔۔۔ نہیں ناممکن ہے۔ تمہارا امپر کبھی ذہنی رابطہ نہیں رہا اور بغیر ذہنی رابطے کے تم میرے لاشعور میں داخل نہیں ہو سکتے۔ کبھی نہیں۔۔۔ کسی طرح بھی نہیں“۔ ڈاکٹر کو دسوں نے اس بار انتہائی کنفرم لہجے میں کہا۔

”تمہاری بات درست ہے ڈاکٹر کو دسوں لیکن مجھے ایک سیڑھی مل گئی تھی، وسیم کے ذہن کی شکل میں اور اتنا تو تم جانتے ہی ہو کہ وسیم سے تم نے خود ذہنی رابطہ قائم کیا تھا اور ابھی اس رابطے کو ایک ہفتہ نہیں گزرا اور وسیم جولیا میں پھنسی لیتا ہے اور جولیا میری بھی دوست ہے اور اس طرح سیڑھی مکمل ہو گئی۔ اب یہ میری خوش قسمتی تھی کہ جب میں نے تمہارے ذہن سے سیڑھی لگائی تو تم سوئے ہوئے تھے۔ مطلب ہے تمہارا لاشعور سویا ہوا تھا اس لئے تم ذرا بھی احتجاج نہ کر سکتے اور میں اطمینان سے تمہارے ذہن کے خزانے کھودتا رہا اور جواہرات نکالتا رہا۔ جب میں فارغ ہو گیا تو میرے جنات پیچھے اور تمہیں سوتے میں ہی بیہوش کر کے یہاں لے آئے“۔

فوٹو حاصل کئے۔ تم نے پیشہ در قاتل جبک کے ذریعے مجھ پر گولیاں چلائیں۔ پھر تم نے اس جبک کے ذریعے اپنے آدمی ٹونی کو جوئے خانے میں قتل کرایا۔ پھر اس جبک کی مدد سے انگوٹھیاں بنانے والے کارخانے میں اسلم اور اس کے گیارہ ساتھیوں کو قتل کرایا اور کوٹھی کو آگ لگا دی۔ اس کے بعد تم نے جبک کو اس کی عورت کے فلیٹ سے بدستی کے عالم میں اپنی کوٹھی پر منگو کر اپنے ہاتھوں سے اس پر مشین گن کے برسٹ فائر کئے۔ بولو یہ جرائم کم ہیں؟ —

عمران کا لہجہ بے حد سخت ہو گیا۔

”لیکن تم اسے ثابت کیسے کرو گے؟“ ڈاکٹر کر دوسونے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”میں اگر چاہوں تو تم عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر ان سارے جرائم کا اپنے منہ سے اعتراف کرنا شروع کر دو۔ میں نے تمہارے ذہن سے رابطہ کیا ہوا ہے اور اب میں تمہارے ذہن کی طاقت کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اس لئے اب میں جب چاہوں جہاں بیٹھ کر چاہوں اسے کنٹرول کر سکتا ہوں لیکن میں اپنے ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ بننے والے مجرموں کو خود اپنے ہاتھوں سے سزا دیا کرتا ہوں۔“ — عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے بھاری رولوالور باہر نکال لیا اور ڈاکٹر کر دوسو کا چہرہ لیکھنت زرد پڑ گیا۔

”مم — مم — مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے سارے جواہرات لے لو۔ میری جواہرات کی ساری کانیں لے لو۔ میری ساری دولت

بد قسمتی ایک بار پھر اُسے پاکیشیا گھیر لائی۔ اس بار وہ تھروڈ آر می کا چیف بنا ہوا تھا۔ اس کی تھروڈ کلاس آر می میرے ہاتھوں ماری گئی تو وہ شدید زخمی ہونے کے باوجود پھر بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا اور پھر وہ طویل عرصے کے لئے غائب ہو گیا اور اب وہ سٹون سرکل کے ایمپائر کے روپ میں سامنے آیا ہے۔ اس بار اس نے پاکیشیا آنے کی خود تو جرات نہیں کی لیکن یہاں اس نے بگ رنگ سرکل پھیل کر اپنی موت کو دعوت دے سی ڈالی اور اس وقت سٹون سرکل اپنے تمام بورڈ، گورنرز اور درباریوں سمیت گرین لینڈ کی جیل میں موجود ہے اور اب وہ وہاں سے نہ نکل سکے گا کیونکہ گرفتاری کے وقت اس نے مزاحمت کی کوشش کی اور نیتے میں اس کے جسم میں اکٹھی بارہ گولیاں گھس گئیں اور گرین لینڈ والے ابھی اتنے بھی مہذب نہیں ہوئے کہ اس کا علاج کراتے پھریں۔ وہ اسے جیل میں رکھ کر اب اس پر مزید تشدد کر رہے ہیں تاکہ شہنشاہ کی تمام رعایا کی تفصیلات حاصل کر سکیں۔“ —

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ اس لئے وہ تم سے بے حد خوفزدہ تھا۔ ٹھیک ہے واقعی تم دنیا کے خطرناک ترین آدمی ہو لیکن تم مجھ پر کوئی جرم ثابت نہ کر سکو گے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔“ ڈاکٹر کر دوسونے ہونٹ بھیختے ہوئے کہا۔

”تم نے پاکیشیا کے سول اور ملٹری اعلیٰ افسران کو اس بگ رنگ سرکل کی مدد سے ان کی لاعلمی میں بلیک میل کیا اور ان سے راز حاصل کرتے رہے۔ تم نے سپر رنگ کی مدد سے اہم ترین فائل کے

دے دوں کہ یہ پتھر باقی مذاہب کے افراد کے لئے تو شاید اتنی اہمیت نہ رکھتا ہو لیکن مسلمانوں کے لئے یہ دنیا میں سب سے قیمتی ترین پتھر ہے۔ اگر تم اس پتھر کا نام بتا دو تو میں تمہیں پاکیشیا سے زندہ نکل جانے کا موقع دے دوں گا۔ ورنہ پھر مجبور ہی ہے۔ تمہیں مرنا ہی پڑے گا۔ عمران نے کہا۔

”دنیا کا سب سے قیمتی پتھر — جو جواہرات میں بھی شامل نہیں ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے — نہیں ایسا ناممکن ہے۔ میں نے آج تک ایسے کسی پتھر کا نام نہیں سنا جو دنیا کا سب سے قیمتی پتھر ہو اور جواہرات میں بھی شامل نہ ہو۔ تم نے خواہ مخواہ ایک ناممکن بات کر دی ہے۔“ ڈاکٹر کرسو نے کہا۔

”میں نے تمہیں واضح اشارہ بھی دیا ہے۔“ عمران نے

ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
 ”واضح اشارہ — یعنی مسلمانوں کے لئے وہ دنیا کا سب سے قیمتی پتھر ہے۔ یہی اشارہ دیا ہے ناں تم نے — نہیں ایسا کوئی پتھر نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ پتھر نہیں ہو سکتا۔ لازماً اس کا شمار جواہرات میں ہو گا۔“ ڈاکٹر کرسو نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ میرا اندازہ غلط ہے۔ تم عالم نہیں ہو۔ اگر تم عالم ہوتے تو پھر لازماً اس پتھر کے متعلق جانتے۔ پتھروں کا علم جاننے والا کوئی بھی عالم اس پتھر کو جانے بغیر عالم کہلا ہی نہیں سکتا۔ پھر تم صرف کنگ آف سٹونز ہو اور یہ درجہ بریت کا ہے۔“

لے لو۔ مجھے مت مارو۔ میں تمہارے ملک سے نکل جاؤں گا۔ میں پھر تمہارے ملک میں کبھی نہ آؤں گا۔ مجھے مت مارو۔“ ڈاکٹر کرسو نے بڑی طرح گھٹکھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم جنہیں جواہرات کہہ رہے ہو وہ میرے لئے عام پتھروں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے ڈاکٹر کرسو۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم ماورائی علوم میں خاصے بڑے عالم ہو اور ایسے شخص کو مارتے ہوئے مجھے دکھ ہو گا کیونکہ کوئی بھی علم ہو میں اس کے عالم کی دل سے قدر کرتا ہوں لیکن تمہارا ذہن تحریک ہی ہے تم نے ان علوم کو انسانی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرنے کی بجائے انسانوں اور ملکوں کے خلاف استعمال کیا ہے اس لئے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوٹنے بھڑٹنے والے آدمی نہیں ہو۔ صرف ذہن تمہارے پاس ہے۔ اس لئے میں تمہیں مارنے سے پہلے زندگی بچانے کا ایک موقع دے سکتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”مم — میں وعدہ کرتا ہوں کہ“ زندگی کا موقع سنتے ہی ڈاکٹر کرسو کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

”ٹھہرو — پہلے میری بات سن لو۔ تم اپنے آپ کو کنگ آف سٹونز کہلاتے ہو اور مجھے معلوم ہے کہ سٹونز یعنی پتھر —

کا وسیع علم بھی رکھتے ہو، اگر تم مجھے دنیا کے سب سے قیمتی پتھر کا نام بتا دو، سن لو کہ میں نے دنیا کا سب سے قیمتی پتھر کہا ہے اور یہ بھی سن لو کہ اس کو پتھر ہی کہتے ہیں اور اس کا شمار ان پتھروں میں نہیں ہوتا جنہیں تم جواہرات کہتے ہو۔ اشارہ بھی

کر پشت کے بل نیچے قالین پر گرا اور صرف چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ کیونکہ گولی ٹھیک اس کے دل میں لگی تھی۔
 "کاش تم عالم ہوتے — لیکن تمہیں تو حجر اسود کا بھی علم نہیں اس لئے میرے نزدیک تم دنیا کے سب سے بڑے جاہل ہو!" —
 عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

ختم شد

کنگ ختم ہو گئے ہیں اور ختم ہو رہے ہیں۔ اس لئے اب میری تسلی ہو گئی ہے کہ میں کسی عالم کو نہیں مار رہا صرف ایک مجرم کو گولی مار رہا ہوں۔" — عمران نے ریلوے کو سیدھا کرتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"ٹھہرو ٹھہرو رک جاؤ — میں نے پتھروں پر دنیا بھر کا لڑ پھر پڑھ لیا ہے۔ تم غلط کہہ رہے ہو۔ ایسا کوئی پتھر نہیں ہے جو اجرات میں بھی شامل نہ ہو اور دنیا کا سب سے قیمتی پتھر بھی ہو۔ چاہے وہ مسلمانوں کے نزدیک ہو یا عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک — نہیں — ہرگز نہیں!" — ڈاکٹر کروسونے کہا۔

"نکرت کرد — میں گولی چلانے سے پہلے تمہیں اس کا نام ضرور بتاؤں گا اور سن لو دنیا کا سب سے قیمتی پتھر — حجر اسود ہے۔ حجر عربی میں پتھر کو کہتے ہیں اور اسود کے معنی سیاہ رنگ ہے۔ یعنی سیاہ رنگ کا پتھر — اب یاد آگیا!" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حجر اسود — اوہ ہاں ہاں — بالکل بالکل تمہاری بات درست ہے۔ اوہ میرا تو اس طرف خیال بھی نہ گیا تھا۔ واقعی یہ پتھر کہلاتا ہے جو ابر نہیں۔ لیکن دنیا کا قیمتی پتھر — ہاں تم ٹھیک کہتے ہو!" — ڈاکٹر کروسونے کہا۔

"اب تسلی ہو گئی — اب تم او۔ کے یعنی آؤٹ ہو جاؤ!" — عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریک دبا دیا۔ دھماکے کے ساتھ ہی ڈاکٹر کروسونے کے حلق سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ اچھل

- ایک ایسا مشن — جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو زبردست جدوجہد کے باوجود ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا — کیوں — ؟
- وہ لمحہ — جب عمران اور سیکرٹ سروس کو باوجود سرتور کو کششوں کے ناکام پاکستانیسا لوٹنا پڑا۔
- وہ لمحہ — جب شاگل نے کافرستان کی طرف سے کام کرنے سے انکار کر دیا — کیوں — ؟ کیا شاگل نے کافرستان سے غداری کر دی — یا — ؟

کیا واقعی اس مشن میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے مقدر میں ناکامی لکھ دی گئی تھی — یا — ؟

- کیا کافرستان اپنے اس بھیانک سائنسی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا — ؟

انتہائی دلچسپ اور قطعی منفرد انداز میں لکھا گیا

ایک یادگار ناول —

ایکشن اور سپنس کا حسین امتزاج

یوسف براؤن — پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی شاہکار کہانی

ڈیٹھ کوٹیک

مصنف: منظر کلیم ایم۔ اے

ڈیٹھ کوٹیک — کافرستان کا ایک ایسا بھیانک سائنسی منصوبہ کہ جس کی تکمیل کے بعد پاکستانیسا کے کروڑوں بے گناہ افراد ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے۔ لیکن پوری دنیا اسے قدرتی آفت ہی سمجھتی رہتی۔

ڈیٹھ کوٹیک — جس کا تجربہ پاکستانیسا کے ایک پہاڑی علاقے میں کیا گیا اور ہزاروں افراد یکجہت لقمہ اجل بن گئے۔ مگر پاکستانیسا اور پوری دنیا کے ماہرین نے اسے قدرتی آفت قرار دے دیا — کیوں — ؟

ڈیٹھ کوٹیک — جس کے خلاف عمران اور پاکستانیسا سیکرٹ سروس جب میدان میں آتے تو کافرستان کی چاروں ایجنسیاں عمران کے مقابل آگئیں — اور پھر ایک خوفناک ہنگامے کا آغاز ہو گیا۔

شہرہ آفاق مصنف جناب مسطہر کلیم ایم اے کی عمران یہ

فوری کارنرز	د	پریشر لاک	مکمل
سلور ہینڈلز	مکمل	دن میں شو	مکمل
ایڈو پنچر مشن	مکمل	لیڈیز مشن	اول
گولڈن سینڈ	اول	لیڈیز مشن	دوم
گولڈن سینڈ	دوم	ناؤل پلے	اول
ری ہاٹ	اول	ناؤل پلے	دوم
ری ہاٹ	دوم	زیر و ادور زیر و	اول
جاسوس اعظم	مکمل	زیر و ادور زیر و	دوم
ریڈ پوائنٹ	مکمل	سپرائیٹ صفدر	اول
ارٹ کیمپ	اول	سپرائیٹ صفدر	دوم
ارٹ کیمپ	دوم	بلڈ ہاؤس	مکمل
ٹائٹ پلان	اول	ایزی مشن	مکمل
ٹائٹ پلان	دوم	لائٹ ہاؤس	مکمل
ڈیشنگ ایجنٹ	اول	سیکریٹ سروس مشن	مکمل
ڈیشنگ ایجنٹ	دوم	فوری کارنرز	اول

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان